سیرِ پاکستان
12334
Cp: 19
JANG
AMINDAR
PAKISTAN
TIMES

ابتدائیہ

پاکستان جس کی بنیاد جھوٹ، فریب، نفرت اور کینہ پروری پر رکھی گئی آج اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو رہا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے پاکستان کے حامیوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر دنیا کو بتانے کی کوشش کی تھی۔ کہ پاکستان میں اسلام کی حکومت ہوگی۔ یہاں اقلیتوں کے حقوق ہر طرح سے محفوظ ہوں گے۔ غیر مسلمانوں کے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے گا اور اس احسن طریقے سے کہ دورِ محمدی کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ پاکستان میں شراب خانے بند کر دئے جائیں گے۔ قمار بازی کا سرے سے خاتمہ کر دیا جائے گا امن و محبت کی تعلیم عام کر دی جائے گی اور ہر طرف مہر و مروت اور صدق و صفا کا دَور دَورہ ہو جائے گا۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ باتیں محض زبانی جمع خرچ تک محدود تھیں۔ ابھی برطانوی حکومت نے قیام پاکستان کا اعلان بھی نہ کیا تھا۔ کہ پاکستانی علاقے میں غیر مسلموں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ صرف یہیں تک اکتفا نہ کی گئی۔ بوڑھوں اور بچوں پر حملہ کرنے اور عورتوں کی بے حرمتی کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔

غیر مسلموں کے ساتھ تو جو ہوا سو ہوا۔ خود مسلمان بھی پاکستانی جوش و خروش کی زد سے نہ بچ سکے۔ اقلیتوں کے بعد پاکستانی جوانمردوں نے اپنے ہی ہم مذہب بھائیوں کو اپنے جور و ستم کا نشانہ بنانا شروع کیا آج صورت حال یہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والے شریف مسلمانوں پر قافیۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ قبائلی پٹھانوں اور اُن کے حامیوں نے راولپنڈی، لاہور اور ملتان میں وہ اندھیر گردی مچا رکھی ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ اور آخر وہ بھی من مانی کارروائیاں کیوں نہ کریں۔ جبکہ انہیں روکنے والا کوئی نہیں۔ حضرت "قائد اعظم" تو اپنی "قیادت عظمے" کے نشے میں مست بلوچستان، مشرقی بنگال اور کراچی کی سیر گاہوں میں محو گلگشت ہیں، دیگر عمّالِ حکومت لُوٹ کا مال اپنی جیبوں میں بھر لینے میں اس قدر مصروف ہیں۔ اُن کے دل میں مصیبت زدہ عوام کا خیال ہی نہیں آسکتا۔ ان پاکستانی رہنماؤں کی بدولت پاکستان میں اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے۔ لُوٹ کھسوٹ اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بیچارے روٹی مانگتے ہیں اور اُن پر گولیوں کی بارش کر دی جاتی ہے۔ آخر یہ وہی مہاجرین ہیں نا، جو مسٹر جناح کی دو قوموں کی تھیوری کا شکار ہو کر اُن کے در دولت پر پناہ لینے کے لئے پہنچے ہیں۔ یہ وہی مسلمان ہیں کہ جن کے دل و دماغ میں یہ تعلیم کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی کہ تم ہندوستانیوں سے الگ قوم ہو اور تمہارا ہندوستان کے ساتھ

کوئی تعلق نہیں۔ آج ان مسلمانوں کے ساتھ پاکستان میں بیگانوں کا
سا سلوک کیوں کیا جارہا ہے ؟
پاکستان کے دوسرے دعوے ملاحظہ کیجئے۔ کسی ایک پر بھی تو عمل
نہیں ہورہا شراب نوشی پاکستان میں روز افزوں ترقی پر ہے۔
قمار بازی اور بداخلاقی اپنے پورے زوروں پر ہے۔ عمّال حکومت
ماہِ رمضان میں رقص و سرود کی محفلیں گرم کررہے ہیں۔ جام پر جام چڑھائے
جارہے ہیں اور طوائفوں کے رقص سے دل بہلایا جارہا ہے۔ وزراء
رشوتوں سے اپنے ہاتھ رنگنے میں مصروف ہیں۔ شہری آزادی کا
یک قلم خاتمہ کردیا گیا ہے۔ جو سچی بات کہتا ہے اُسے بندوقوں
اور سنگینوں کے زور سے خاموش کرادیا جاتا ہے۔ اخبارات کے
مالکوں اور ایڈیٹروں کو حق بات کہنے پر جیل کی سلاخوں میں بند کر
دیا جاتا ہے۔ ہر مقام پر غذائی دقتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ جرائم
کی تعداد میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہورہا ہے۔ پولیس کی دراز دستیاں اپنے
انتہائی عروج پر ہیں۔ صوبوں میں عوامی حکومت کا نام نشان نہیں ملتا۔ اسمبلی کے ممبران
ہر قسم کے قانون کی زد سے باہر ہیں اور پولیس کی دراز دستیاں ۔۔۔ ان کا جواب روئے زمین پر شاید ہی مل سکے۔
یہ باتیں ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ خود پاکستان کے اخبارات
آئے دن یہی رونا رورہے ہیں ۔

کیا لُطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

کسی ملک کی صحیح تصویر دیکھنی ہو تو اُس ملک کے اخبارات کا مطالعہ کیجیے۔ اخبارات وہ دریچے ہیں۔ جن میں سے جھانک کر کسی ملک کی کیفیت کا بخوبی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اِنقلاب، احسان، مغربی پاکستان، سفینہ، امروز آزاد، زمیندار، طاقت اور نوائے وقت وہ دریچے ہیں۔ جن میں سے پاکستان کی صحیح تصویر نظر آسکتی ہے۔ یہ دریچے آپ کے سامنے کھُلے ہوئے ہیں۔ آیئے ایک ایک دریچے میں جھانکئے اور دیکھئے کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔

(حکیم ارزقی)

پاکستانی اخلاق کا نمونہ

راجہ غضنفر علی خاں اور پنچولی سٹوڈیو

نمائندہ خصوصی "آغاز" کو موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آنریبل راجہ غضنفر علی خاں وزیر مہاجرین عنقریب بطور سفیرِ پاکستان طہران تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس ضمن میں مزید اطلاع ملی ہے۔ کہ گذشتہ بدھ کی رات کو راجہ صاحب کے اعزاز میں ایک پرتکلف اور مہتم بالشان الوداعی پارٹی دی ہے۔ یہ تقریب پہلے راجہ صاحب کی قیام گاہ پر منانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لیکن فوراً ہی بہ مصلحت خاص پنچولی سٹوڈیو سے منتخب کیا گیا۔ کہا گیا ہے۔ اس تقریب میں آنریبل وزیر اعظم مغربی پنجاب اور حکومت مغربی پنجاب کے تعلقاتِ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل سید نذر احمد کے علاوہ متعدد دیگر سربرآوردہ عمائدِ حکومت وا کابرِ شہر بھی شریک ہوئے۔ اس تقریب کی خصوصیت ایک یہ بھی تھی۔ کہ شراب وشاہد اور رقص ونغمہ کا اہتمامِ خاص کیا گیا تھا۔ مشہور مغنیہ ملکہ پکھراج، فریدہ اور اس کی ماں مختار بیگم المعروف داری امرت سروالی نے اہلِ محفل کو اپنے دل نشیں نغموں سے مسحور کر دیا۔ ملکہ پکھراج کے شوہر مسٹر شبیر جو راجہ جی کے پرسنل اسسٹنٹ ہیں۔ اس تقریب میں مہتمم خاص کی حیثیت رکھتے تھے۔

آنریبل خان ممدوٹ کی فرمائش پر مختار بیگم نے حضرت غالبؒ کی مشہور غزل:۔

ع درد منت کش دوا نہ ہوا

اپنے خاص اندازِ ترنم سے سنائی۔ راجہ جی اور دوسرے عمائدِ حکومت نے بھی

حسب پسند چیزیں سنیں۔ اور جھوم جھوم کر داد دی۔ محفل کی ہر شے مخمور نظر آ رہی تھی۔ اور ایک کیفِ سرمدی ہر نظر سے پھوٹ پھوٹ پڑتا تھا۔

نامہ نگار کا بیان ہے۔ کہ بعض لوگوں میں اس تقریب کے خلاف نفرت کے جذبات پائے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ جو لوگ ہمیں قرآنی دستور کے نفاذ کا اکثر یقین دلاتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ بزم آرائیاں حقیقتاً انتہائی افسوسناک اور قابلِ مذمت ہیں۔

لیکن اربابِ محفلِ نشاط کا کہنا ہے۔ کہ

ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

بہر طور یہ امر موجبِ حیرت ہے۔ کہ اس تقریب میں خان محمد دوٹ اور سید نور احمد صاحب ایسے لوگوں نے شرکت کی اور دل کھول کر دلچسپی لی۔ اور یہ تقریب صبح تین بجے تک جاری رہی۔

اردو زنانہ آغاز لاہور۔ ۲۰ جولائی ۱۹۴۸ء

حرامکاری اور مسلم لیگی ایم۔ ایل۔ اے

پنجاب گورنمنٹ کے پاس نئے اخبارات کے ڈیکلریشن حاصل کرنے کیلئے بے شمار درخواستیں آ چکی ہیں۔ جن میں سے ایک ہفتہ وار اخبار "طوائف" کا ڈیکلریشن حاصل کرنے کے لئے درخواست بھی ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ اخبار پاکستان کی طوائف کی ترجمانی کرے گا۔ حکومت کے ارباب اس نام کے اخبار کا ڈیکلریشن دینے میں لیت و لعل کر رہے ہیں لیکن

درخواست دہندگان کو یہ شکایت ہے۔ کہ پاکستان بھر میں طبقہ طوائف کی نمائندگی کرنے والا اور کوئی اخبار نہیں۔ بلکہ تمام اخبارات اس طبقہ کی مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں "طوائف" نکالنے کی اجازت نہ دینا اس طبقہ کے ساتھ انتہائی ناانصافی ہوگی۔ نیز "طوائف" والوں کا کہنا ہے۔ کہ ان کے مقاصد بہت نیک ہیں۔ وہ طبقہ طوائف میں خودداری کی سپرٹ پیدا کر کے انہیں حرامکاری کی لعنت سے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں۔ انہیں نکاح کی ترغیب دے کر ان کے پیشہ کو صرف راگ رنگ اور ناچ گانا تک محدود کرنا چاہتے ہیں۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ اس اخبار کی سرپرستی پنجاب اسمبلی کے ایک مشہور ممبر کریں گے۔ جن کا خیال ہے۔ کہ پاکستان میں ہر طبقے کی اصلاح کی جائے۔

"سفینہ" لاہور۔ ۲۲ جولائی ۱۹۴۸ء

پنچولی سٹڈیو میں رمضان کے موقعہ پر محفل نشاط
وزیر مہاجرین
"سفینہ" لاہور - ۲۸ جولائی ۱۹۴۸ء

رمضان المبارک میں رقص کا مظاہرہ

بینڈ کی رنگین تانوں کے ساتھ ساتھ رقاصوں کے سولہ پیشہ ور اور شوقیہ جوڑوں نے پانچ قسم کے ناچوں کے مقابلے میں حصہ لیا۔ اس تقریب کا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ کو جانے والی پاکستان ہاکی ٹیم کے لئے روپیہ فراہم کیا جا سکے۔ مسٹر ہڈ اور مسٹر عباس کے جوڑے نے اس خوبی سے رقص کیا کہ ہر شخص نے انہیں داد دی۔ ان کے اعضا کی جنبش اور رقص کی اعلیٰ تکنیک کے سامنے دوسرے تمام رقص ماند پڑ گئے۔

چونکہ ہز ایکسی لینسی مسٹر غلام حسین ہدایت اللہ بعض مجبوریوں کی بنا پر اس تقریب میں شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے کامیاب رقاصوں کو پاکستانی ہوائی بیڑے کے ایئر مارشل مسٹر پیری کنگ کی بیگم صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے۔

اس رنگین محفل میں پاکستان ہاکی ٹیم کے سولہ کھلاڑی سبز وردیوں میں ملبوس موجود تھے۔ (انقلاب لاہور۔ ۷ / جولائی ۱۹۴۸ء)

فی سبیل اللہ مار کھائی

ایک کانگریسی مولوی نے ریاست دیر کے چند پٹھانوں سے جو کشمیر جا رہے تھے۔ کہا کہ کشمیر کی جنگ آزادی فی سبیل اللہ نہیں۔ انگریزی منصوبہ بندی

ہے۔ اس کے جواب میں قبائلیوں نے مولوی صاحب کو پکڑ لیا۔ اور ان کی ریش دراز آدھی سے زیادہ نوچ ڈالی۔ مونچھیں بھی خاصی چھوٹی کر دیں۔ اس کے بعد روئے زیبا پہ کالک لگائی۔ گدھے پر پیٹھ کی طرف منہ کر بٹھایا اور دارالخلافہ کے گلی کوچوں میں پھرایا۔

("امروز" لاہور۔ ۲۰ جولائی ۱۹۴۸ء)

قطعہ

کراچی کے ایک معاصر میں حضرت رئیس امروہی نے مندرجہ ذیل قطعہ لکھا ہے۔ جو ان حضرات کی نذر کیا جاتا ہے۔ جن سے خوف خدا کے ساتھ شرم نبی بھی رخصت ہو چکی ہے

اک مہاجر کیمپ سے لڑکی کوئی گم ہو گئی
دل شکستہ باپ نے حسرت سے چھاتی کوٹ لی
رو کے بولا کافروں نے گھر ہی لوٹا تھا فقط
ان مسلمانوں نے گھر کی آبرو تک لوٹ لی

("امروز" لاہور - ۲۶ جولائی ۱۹۴۸ء)

اسرار و رموز

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی سوانح زندگی میں ہندو مسلم مناقشات پر تمدنی بحث کے تحت لکھا تھا۔ کہ کوشش کے باوجود میری سمجھ میں اسلامی تمدن کے معنی نہیں آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی (autobiography) میں اس تمدن کا ذکر کرتے ہوئے یہ فقرے لکھے تھے:۔

اگر عوام پر نظر ڈالی جائے تو اسلامی تمدن کی نشانی بظاہر یہ ہے ایک خاص قسم کا پاجامہ جو نہ زیادہ لمبا ہو، اور نہ زیادہ اونچا، ایک خاص طریقے سے مونچھوں کی تراش خراش اور داڑھی کا رکھنا، اور ایک لوٹا جس میں ایک خاص قسم کی ٹونٹی ہوتی ہے۔"

اسیطرح پنڈت نہرو نے ہندو تمدن کا ذکر کرتے ہوئے۔ چوٹیا، دھوتی وغیرہ کا بھی ذکر کیا تھا، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا۔ کہ تمدنی اختلافات کی یہ بحث اور اس پر فرقہ واریت کا اشتعال سراسر ناجائز ہے۔

اسی زمانہ میں لیگ نے میدان سیاسیات میں قدم رکھا تھا۔ چودھری خلیق الزماں جو پنڈت جی کے صوبہ کے باشندے تھے۔ اس تحریر کو لے اُڑے ناخواندہ مسلمان عوام کے دماغوں میں وہ زہر بھرا۔ کہ خدا کی پناہ، جگہ جگہ یہی چرچے ہونے لگے۔ کہ پنڈت نہرو نے اسلامی تہذیب کا مذاق اڑایا ہے۔ اور یہ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ہندو مسلم میں کوئی اتحاد یا تعاون نہیں ہو سکتا ہے۔

آج پاکستان بن چکا۔ علیحدہ قومیت کی فتح ہوئی۔ مسلمان اور ہندو کلچر الگ الگ ہو گئے۔ اللہ اور رسول کے نام پر اس مملکت کی بنیاد رکھا گیا۔ جو بلحاظ آبادی اور بلحاظ رقبہ دنیا کی سب سے بڑی مسلمان سلطنت اور پانچویں بڑی ریاست ہے۔ مگر چودھری خلیق الزماں جو اپنے ہمراہ دلی و لکھنؤ کے بگڑے اخبار نویسوں کی ایک کھیپ بھی لائے ہیں۔ آج پاکستان میں شرعی نظام کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑے ہوئے ہیں۔ اور اسلامی تعلیمات کی ناواقفی کی بنا پر واہی تباہی بک رہے ہیں۔ کہ ؎

یہ مسلماں ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

چودھری صاحب کے ایک ہمنوا اخبار روزنامہ جنگ کراچی" نے جس کے ایڈیٹر خیر سے مسلمان کہلاتے ہیں۔ اپنی تازہ اشاعت میں شرعی نظام کے داعیوں کو مولوی مینڈھا کا لقب دیتے ہوئے حکومتِ الٰہیہ کی غایت یہ بتائی ہے۔ کہ جو لوگ شرعی نظام کے خواہاں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ :-

ہر مسلمان زیادہ سے زیادہ گوشت کھائے تاکہ اس کے اندر بے پناہ قوت شہوانی پیدا ہو۔ اور وہ چار عورتوں سے شادی کر سکے"

سُن لیجئے۔ یہ ایک مسلمان اخبار کے مسلمان ایڈیٹر کی رائے ہے۔ اب ولی الامر کی تعریف بھی اسی مدیر کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے :-

جھگڑالو ملا مرد متشرع ہو۔ گھٹا ہوا سر، پورے نو انچ کی داڑھی، ترشی ہوئی لبیں، گاڑھے کا لمبا کرتہ، کندھے پر چار خانہ کا رومال،

ٹخنے سے اوپر پاجامہ، گھیتلا جوتہ، اور ہاتھ میں چھ انچ قطر کا ڈنڈا۔"

مزید سیفیے ارشاد ہوتا ہے:-

"شرعی نظام کے قیام پر غالباً اس لئے زور دیا جارہا ہے کہ پاکستان میں کنیزوں کی فروخت کی عام اجازت ہو۔ اور میر لشکر کا انتخاب ٹیکنیکل قابلیت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ صلاح و تقویٰ کی بنا پر ہو۔"

جس اسلام کے پیرو اس قسم کے مسلمان ہوں، اس اسلام کو کسی راجپال، کسی شردھانند، کسی دیانند اور کسی غلام احمد متنبی سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ کیا ہمارا قانون صرف فانی انسانوں کی عیاشیوں، رشوت خوریوں، شراب نوشیوں اور عصمت فروشیوں ہی پر پردہ ڈالنے کے لئے ہے۔ اور اس کا مقصد محض وقت کے حاکموں کی اطاعت و بندگی کروانا ہے۔ یا اس کے علاوہ ان بداخلاق، بدزبان، اور بدلگام لوگوں کو لگام دینا بھی ہے۔ جو زبان و قلم سے اسلام کی تحقیر کر رہے ہیں۔ اور دن بدن اس حد تک چھوٹ ہوتے جارہے ہیں۔ کہ نہ تو انہیں یہ خیال آتا ہے۔ کہ وہ کیا بک رہے ہیں۔ اور نہ انہیں اس امر کا احساس ہے۔ کہ ان کی اس یاوہ گوئی سے اسلام اور خود مسلمانوں کو کس حد تک نقصان پہنچ رہا ہے۔

کیا پاکستان کی گورنمنٹ کے پاس ایسے لوگوں کے لئے کوئی قانون نہیں ہے؟ اگر فانی انسانوں کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے خونخوار آرڈی نینس نافذ ہو سکتے ہیں، تو ان لوگوں کی پکڑ کے راستہ میں کون امر مانع ہے۔ جو اسلامی حکومت

کے نظریہ کی گرہ سے کنیزوں کی فروخت اور شہوانیت کے بوغ کی تہمت باندھ رہے ہیں۔ اور ہماری گورنمنٹ ان یاوہ گو اشخاص کی زبان درازی پر یوں خاموش بیٹھی ہوئی ہے۔ جیسے خدانخواستہ سب کچھ اس کی منشا کے مطابق ہو رہا ہے

"آزاد" لاہور۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۴۸ء

Remarks about this body.

پاکستان کی اندرونی حالت

(۱) وزیر اعظم کی اخلاقی جرأت کو چیلنج

(۲) کمشنر عبدالرحیم کا تبادلہ

(۳) موجودہ نوکر شاہی

(۴) مخدوم شاہ بنوری

(۵) ڈاکٹر خان بھی گئے

(۶) خان غلام محمد خان

(۷) افسروں کی ذاتی زندگی

(۸) خان غلام محمد خان کی گرفتاری

(۹) حروں کا مہاجرین پر حملہ

وزیر اعظم کی اخلاقی جرأت کو چیلنج

اٹک ۲۸ جولائی - پاکستان مسلم لیگ کونسل کے ممبر محترم علامہ محمد آفندی آخوند خو نے حسب ذیل بیان برغرض اشاعت شائع کیا ہے

خان عبدالقیوم خان وزیر اعظم صوبہ سرحد نے ایک حالیہ جلسہ عام میں میرے ان الزامات کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے جو میں نے ان پر لگائے تھے اور ان کا بیان ہے کہ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور من گھڑت ہیں - نیز یہ کہ میں ایک غیر ذمہ دار شخص ہوں - کیا وزیر اعظم میرے ان الزامات کو تحقیقات کے لئے جوں یا بڑے آفیسروں پر مشتمل ٹریبونل میں پیش کرنے کے لئے تیار ہیں - اور اگر ٹریبونل یہ فیصلہ دیدے کہ میرے لگائے ہوئے الزامات درست ہیں - تو پھر وزیر اعظم پر یہ فرض ہوگا کہ وہ فی الفور مستعفی ہو جائے اور اگر غلط ثابت ہوں - تو پھر میں ہر ممکن سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں -

اس کے علاوہ ہم دونوں اکٹھے صوبہ سرحد کی سولہ تحصیلوں کا دورہ کریں اور عوام کے سامنے یہ کیس پیش کریں - کیا وزیر اعظم میں اس طرح عوام کے سامنے کیس پیش کرنے کے لئے اخلاقی جرأت ہے - بلیک مارکیٹنگ کے کام میں مداخلت کرنے اور کنبہ پروری کے الزامات کے جواب میں وزیر اعظم نے کہا ہے کہ قابل اُمیدواروں کی کمی ہے - نیز یہ کہ قابل افسر وغیرہ صوبہ کے باہر سے منگوائے جائیں گے - یہ جواب بالکل غلط اور نادرست ہے - ان اسامیوں کو پُر کرنے کے

لئے بڑے بڑے قابل اور تعلیم یافتہ پٹھان نوجوان مل سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے۔ کہ
انہیں کسی مقابلہ میں طلب کیا جائے اور ان اسامیوں کو ان سے پُر کیا جائے۔ ایسے
حالات میں عدالت عالیہ کے چیف ججوں کو عارضی اسسٹنٹ کمشنر مقرر کرنے
چاہیں۔ لیکن جہاں تک میرا گمان ہے۔ ان مذاکرات کی کبھی بھی ضرورت نہیں سمجھی
گئی۔ اس کے برعکس صوبہ میں آرڈی ننیس نافذ کر دیا گیا۔ تاکہ وزیر اعظم اس کی
آڑ میں اپنی وزارت کو قائم رکھ سکیں اور اس کے ساتھ ہر دوسری جماعت کو
جو پاکستان کی صحیح معنوں میں بہی خواہ ہے۔ اور اس کے استحکام و ترقی میں کوشاں
ہے بدنام کر سکیں اور اپنے مخالفین کو خواہ وہ مسلم لیگی ہوں یا کوئی اور بُری طرح سے
دبا سکیں۔ سرحد اسمبلی اب نمائندہ جماعت نہیں رہی۔ اس لئے کہ بعض ایسے
ممبران اسمبلی لیگ پارٹی میں شامل ہو گئے ہیں۔ جو دوسری سیاسی جماعتوں کے
ٹکٹ پر انتخاب میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس لئے وہ اخلاقی طور پر صحیح نمائندہ
نہیں ہیں۔ اور نہ ہی انہیں ایسے غیر جمہوری۔ غیر معمولی ہنگامی آئین پاس کرنے
کا کوئی حق پہنچتا ہے۔

یہ بیان ۱۲ جولائی ۱۹۴۸ء کو دیا گیا۔ لیکن سنسر کی بدولت اسے
صوبہ سے باہر بھیجے جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس حالت میں وزیر
اعظم صوبہ سرحد کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ صوبہ میں سنسر نہیں۔

(خاص بقیہ)

کمشنر عبدالرحیم کا تبادلہ

راولپنڈی ۲۹ر جولائی۔ راولپنڈی سے آمدہ اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ قسمت راولپنڈی کے کمشنر خواجہ عبدالرحیم کو یہاں سے تبدیل کیا جارہا ہے۔ بعض حلقوں کا خیال ہے کہ آپ کی تبدیلی سے متعلق احکام جاری ہو چکے ہیں آپ پر چند سنگین الزامات عاید کئے گئے ہیں اور عوام آئے دن آپ کے معاملے کو سندھ میں خان بہادر کھرو کی طرح سپیشل ٹربیونل کے سپرد کرنے کے مطالبات کر رہے ہیں۔ جب تک آپ کا مقدمہ عدالت کے روبرو پیش نہیں کیا جاتا اور عدالت اس پر کوئی فیصلہ صادر نہیں فرماتی۔ کسی قسم کی افواہوں سے گریز کرنا شدید طور پر ضروری بتایا گیا ہے
محاذ سے آمدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مجاہدین کشمیر خواجہ عبدالرحیم کی تبدیلی پر بے حد مطمئن دکھائی دے رہے ہیں (پرواز)

روزنامہ آغاز ۳۱ر جولائی ۱۹۴۸ء (لاہور)

موجودہ نوکر شاہی

الحاج ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی نے آغاز کے پروپرائیٹر میاں احسان الہی کے خلاف سول ملٹری گزٹ کی رپورٹ کے بموجب حکومت کی روش پر تعجب کا

اظہار کیا ہے۔ آپ نے ایک بیان کے دوران میں فرمایا۔ کہ ہم عام طور پر دو قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ (۱) ایڈمنسٹریشن (۲) پرسنل۔ جہاں تک ایڈمنسٹریشن کا تعلق ہے ہمیں اس کی ہر بدعنوانی کی نہایت شدید پیرایہ میں مذمت کرنی چاہیئے اور جہاں تک پرسنل تنقید کا تعلق ہے ہم اُسی حد تک اس تنقید کو روا رکھ سکتے ہیں جس حد تک اس کا تعلق یا اُس کی زد براہ راست عوام پر پڑتی ہے

آپ نے فرمایا۔ کہ اگر زید اپنی چار دیواری میں کوئی ایسا عیب کرتا ہے یا اس کی زندگی کا کوئی خاص منظر ایسا ہے جس کی بدولت اس کا طریق کار ایڈمنسٹریشن پر اثر انداز ہوتا ہو یا ایسا ہونے کا خدشہ ہو۔ تو اس صورت میں پریس اور عوام کا فرض ہے کہ ایسے معاملہ کو موضوع بحث بنائیں اور کھلی تنقید کریں۔ البتہ یہ تنقید نیک جذبات کے تحت ہونی چاہیئے۔ اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں فحش کلامی نہ ہو۔ اخلاق اور تہذیب کو چھوڑ کر کوئی الگ راستہ اختیار نہ کیا جائے۔ پریس عوام کی آواز ہوتا ہے اس لئے پریس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ ایسے شدید معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے۔ اگر پریس دیانتداری اخلاق اور تہذیب کے ساتھ اپنا فرض ادا کرتا ہے اور اس جرم میں حکومت اُس کو قانونی گرفت میں لینے کی کوشش کرتی ہے تو حکومت کا یہ فعل سراسر اسلامی اور جمہوری شعار کے صریحاً خلاف ہے۔ میرے خیال میں ایسے واقعہ کی روشنی پر حکومت کو پریس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ جس کی بدولت وہ واقعہ حکومت کے لئے شمع ہدایت ثابت ہو سکے۔

آپ نے بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ کہ جو تنقید ہم آج تک کرتے

چلے آئے ہیں۔ یا کر رہے ہیں۔ یا آئندہ کریں گے۔ وہ حکومت کی منشا کے مطابق کی جاتی رہی ہے اور آئندہ بھی کی جاتی رہے گی۔ کیونکہ تنقید عوام اور پریس کا ایک بنیادی حق ہے۔ یہ حق ہمیں حکومت ہی نے دے رکھا ہے انشاء اللہ ہم اس حق کو ہمیشہ استعمال کرتے رہیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اگر کسی افسر کی بدعنوانی سے عوام پر زد پڑتی ہو۔ اور اس کے باعث پبلک کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو اور اس پر ہمارا پریس دیانتدارانہ تنقید کرتا ہے اور حکومت اپنے اقتدار کے نشہ میں اس کی حق گوئی کو دبانا چاہتی ہے۔ تو میرے خیال میں یہ فعل سراسر ظلم عظیم کے مترادف ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانا نہ صرف اخلاقی طور پر ضروری ہے۔ بلکہ ہمارا مذہب ہمیں اس قسم کی تلقین فرماتا ہے کہ اس کا نوٹس لیں۔

اس عظیم الشان امتحان کے لئے ہم پر جو مصیبت بھی آئے ہمیں اس کا مقابلہ نہایت استقلال کے ساتھ ایک سچے مسلمان کی طرح کرنا چاہیئے۔

اس موقع پر بیان جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر اقبال شیدائی نے فرمایا کہ ضرورت ہے کہ حکومت کے مقابلہ پر کسی دوسری ٹھوس پارٹی کو میدان میں لایا جائے۔ یہ پارٹی عوام میں سے ہو۔ اور عوام کے مفاد کے لئے کام کرے۔ کیونکہ بغیر دوسری پارٹی کے ایک ملک کی حکومت کسی ڈکٹیٹر ملک کی طرح ہوتی ہے آزادی عوام اور آزادی پریس کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک دوسری پارٹی کا میدان میں ہونا شدید طور پر لازمی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ کسی ایسی پارٹی کو میدان میں لایا جائے۔ جو سوشل اور اکنومک پروگرام کو لے کر پاکستان کی

خدمت کرے

آخر میں آپ نے حکومت کو متنبہ کیا۔ کہ ایک حکومت کے افیشل کی بدنامی کا اثر اس حکومت پر بھی پڑتا ہے اس لئے وہ اس کی ذمہ دار ہوتی ہے

سیکرٹری جنرل پاکستان سول برٹیز یونین

مسٹر عبدالسلام جاٹ سیکرٹری جنرل پاکستان سول برٹیز یونین نے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت ارسال کیا ہے۔

میاں احسان الٰہی پروپرائیٹر روزنامہ "آغاز" کے خلاف کی گئی قانونی چارہ جوئی کا مسئلہ ایک بنیادی مسئلہ ہے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا حصول پاکستان کے بعد ہم ان سرکاری افسران بالا کو کھلی چھٹی دے سکتے ہیں کہ جن کی پرائیویٹ زندگی سے بھی عوام اسی طرح وابستہ ہیں جس طرح کہ ان کی پبلک زندگی سے۔ میرے خیال میں انگریز شاہی کی وہ بوسیدہ مثالیں ہماری اخلاقی۔ تمدنی اور مجلسی زندگی پر اب تک اثر انداز ہوتی رہی ہیں۔ صرف حضرت فاروق کے دُرے سے ہی ٹھیک کی جا سکتی ہیں۔ اور ان پر کھلے بندوں تنقید نہ صرف میاں احسان الٰہی کا فرض ہے بلکہ ہر اُس صاحب غیرت مسلمان کا فرض ہے جو کہ ملت اسلامیہ کے تمدن اور تہذیب کے بقا کو اپنی جان عزیز سے بھی عزیز تر جانتا ہے

پاکستان سول برٹیز یونین کی مجوزہ ورکنگ کمیٹی کو اس بنیادی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے طلب کیا گیا ہے۔ اور اس کے اجلاس میں ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کس طرح عوام کی شہری آزادی اور عوام کے ذرائع بیان کی آزادی بحال

رکھ سکتے ہیں

مجھے اندیشہ ہے کہ اس آڑ میں حکومت اُن تمام اخباروں کا جو کہ نالائق افسران کے خلاف لکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں گلا نہ گھونٹ دے ۔ مجھے یقین ہے کہ مرکزی پاکستان گورنمنٹ یا اُس کانفرنس کی جو کہ حال ہی میں کراچی منعقد ہوئی تھی ہرگز یہ منشا نہیں تھا اور نہ ہے ۔

میاں باغ علی کا بیان

میاں باغ علی ایم ۔ ایل اے نے اخبارات کے نام مندرجہ ذیل بیان بغرض اشاعت بھیجا ہے

اگرچہ افسرانِ حکومت کا وقار قایم رہنے سے ہی حکومت کا وقار قایم رہ سکتا ہے ۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد افسرانِ حکومت ہی قوم کے بہترین خادم ہو سکتے ہیں ۔ اور اس لئے ان کی پرائیویٹ زندگی کے وہ مناظر جو عوام کے سامنے آسکیں ۔ عوام کے لئے ایک رواج یا نمونہ بن جاتے ہیں ۔ ہمارے سامنے قایدِ اعظم کی زندہ مثال موجود ہے ۔ ہم نہ صرف اُن کا حسنِ اخلاق ہی اپنے لئے نمونہ بنا رہے ہیں ۔ بلکہ ان کا لباس وغیرہ بھی پاکستان کے عوام کے لئے ایک نمونہ ہے ۔ ہمارے پاکستان کے عوام بھی اپنے مسائل کے لئے اُن افسرانِ بالا کی طرف دیکھتے ہیں جو اس وقت اقتدار حکومت اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں "

افسران بالا کی پرائیویٹ زندگی کے وہ مناظر جو کہ پبلک کے سامنے آسکتے ہیں ۔ قابل تنقید و بحث ہیں ۔ اور میرے خیال میں ایسی تنقید و بحث کو دبانا جو پبلک کے لئے نمونہ ہو سکتی ہے ۔ شعار اسلامی اور جمہوریت

پیغمبری کے عین خلاف ہے

مجھے آغاز کے مالک میاں احسان الٰہی کے خلاف مجوزہ کاروائی کے متعلق پڑھ کر شدید رنج ہوا ہے کہ وہ حکومت جو کہ اپنے آپ کو اسلامی جمہوریت کی پرستار سمجھتی ہے اور جس نے اپنی وزارت کی بنیاد عوام کی آزادی حاصل کرنے کی نیت پر رکھی تھی اور اسی بنا پر خضری وزارت کو توڑا تھا آج ایسے اقدام اختیار کرنے پر تلی ہوئی ہے جس سے عوام کی آزادی اور عوام کے ذریعے بیان کی آزادی سلب ہو۔

میں میاں احسان الٰہی کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے حکومت اور افسران حکومت کی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر قوم پر احسان کیا ہے۔ اور ہمیں وزیر اعظم مغربی پنجاب سے پوری توقع ہے کہ وہ اُس پرائیویٹ زندگی کی جس کے مناظر پبلک میں بحث کا موضوع بنے ہوئے ہیں۔ اور جو کہ اسلامی شعار کے خلاف دکھائی دیتے ہیں اور جن کی بنا پر غالباً میاں احسان الٰہی قانون کی گرفت میں لائے جا رہے ہیں۔ بغور تحقیقات کرا کر انہیں عوام کے روبرو پیش کریں گے۔

موجودہ نوکر شاہی نمبر ۲

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمے آید

ہمارے بعض معاصروں نے اس موضوع پر نہایت سختی سے لکھا ہے کہ صوبائی نظام حکومت کو ہماری اسمبلی کے ارکان نے جس بری طرح مجروح اور مضروب کیا ہے اور اب تک ان حضرات کی وجہ سے حکومتی نظم و نسق بلکہ امن عامہ میں جو خلل واقع ہو رہا ہے اس کے پیش نظر نہ صرف یہ کہ ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنا لازم ہو گیا ہے بلکہ وہ لوگ جو جمہوریت کے مفہوم کو سمجھتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے محض جمہوریت کا نام ہی سن رکھا ہے۔ اس سے اس درجہ ناملال ہو چکے ہیں۔ کہ ناگفتہ بہ واقعات کے مشاہدے اور بے راہ رو حالات کے تجربہ نے ان کے دماغوں میں فسطائیت کی ہمنوائی کا تاثر پیدا کر دیا ہے اور وہ جمہوریت کی موجودہ شاخوں کو یک قلم منسوخ کر کے ایک ایسے نظام کی تابعیت کے لئے آمادہ نظر آتے ہیں جسے حرف عام میں آمریت کا نام دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ردِ عمل کے یہ تاثرات کسی لحاظ سے بھی مستحسن نہیں ہیں۔ آج اس دور میں جب کہ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے پاکستان جیسے مسلمان ملک میں فردِ واحد کی آمریت سے جو نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ان کا اندازہ عام لوگوں کے نزدیک تو شاید اس لئے ناممکن ہو۔ کہ اب تک مسلمانوں نے سیاسیات کے جن معرکوں سے اپنے تئیں گذارا ہے۔ ان کا بیشتر و وافر حصہ محض جذباتی تھا۔ اور آج بھی ان کے دماغ و دل پر یہی جذباتی احساسات چھائے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ اشخاص جو فسطائیت کے رجحانات پیدا کر رہے ہیں اور اتنی سمجھ بوجھ کے باوجود نفسی خواہشوں کا شکار ہیں خدا معلوم اپنی مسئولیت سے اس قدر بے پروا کیوں ہیں کہ وہ اس بات کو محسوس ہی نہیں کرتے کہ عوامی نمائندگی کا جو بوجھ انہوں نے انتخابی معرکوں میں لوگوں سے زبردستی

چھپنا ہے۔ اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اور ان کے کردار و اعمال سے عوام کی اخلاقی
قومی ذہنی۔ سیاسی۔ اقتصادی اور ثقافتی زندگی کیا تاثرات فراہم کرتی ہے۔

لطف یہ کہ ایم ایل اے حضرات کی یہ خودسری اور بے راہ روی صرف ہمارے
صوبہ ہی میں نہیں۔ بلکہ فرنٹیئر میں یہاں سے کہیں زیادہ پائی جاتی ہے اور اس کا بین
ثبوت مسلم لیگ سرحد کے مشہور راہنما خان غلام محمد خان لونڈخور کا وہ بیان ہے
جو انہوں نے ۱۳ جولائی کی شام کو لورینگ ہوٹل لاہور میں پریس کے نمائندوں کو
دیا اور جس میں انہوں نے اس بات پر اصرار کیا۔ کہ صوبہ سرحد جسے کبھی انگریزوں کے
عہد میں مولانا ظفر علی خان نے سرزمین بے آئین کا نام دیا تھا۔ آج ایم ایل اے
حضرات کی ملی بھگت سے ایک ایسا صوبہ بن چکا ہے۔ کہ انگریز کے عہد کی بے آئینی
بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئی ہے اور پے در پے آرڈی نینسوں کا نفاذ ثابت کر رہا
ہے کہ خواجہ عبدالقیوم کی وزارت کو عوام پر بھروسہ نہیں ہے۔ اور عوام اس کی
وزارت کے ساتھ نہیں ہیں۔ خان موصوف نے یہ بھی بتایا۔ کہ سرحد میں بے آئینی
جنبہ داری۔ اعزہ نوازی۔ رشوت ستانی اور ذاتی فوائد سے متمتع ہونے کی جو حالت
قائم ہے۔ اس سے صوبہ مسلم لیگ نے قائد اعظم کو بھی ان کے ورود سرحد کے موقع
پر مطلع کر دیا تھا۔ اور بصورت سپاسنامہ ان تمام وزارتی کوائف سے آگاہ کیا تھا۔
جو اس وقت سرحد کو درپیش ہیں۔ اور جن کی وجہ سے شہری آزادی چند مٹھی بھر لوگوں
کے ہاتھ کا کھلونا بنی ہوئی ہے۔ خان غلام محمد کا کہنا ہے کہ پورا صوبہ ان حضرات کی بدولت
بدنظمی۔ خویش پروری خودسری اور بے آئینی کی دردناک تصویر بنا ہوا ہے اور اس کے
لئے وہ لاہور کے اخبار نویسوں کو صوبہ مسلم لیگ کے اخراجات پر بچشم خود حالات کے

مشاہدے کی دعوت دیتے آتے ہیں تاکہ براہ راست اندازہ ہو سکے کہ سرحد میں جمہوریت کا دیباچہ ہی جسے حقوق شہریت کا نام دیا جاتا ہے کس درجہ خراب و خستہ ہے

تیسرا آئینی صوبہ سندھ ہے اور سندھ کے متعلق کون نہیں جانتا۔ کہ اس صوبہ کے ارکان اسمبلی کے جو خط و خال ہیں۔ اس کا "صحیح" اور "توانا" نقش مسٹر کھوڑو تھے جس طرح دریائے سندھ اپنی گذرگاہ بدلتا رہا ہے۔ اسی طرح یہاں کے کارفرما حضرات مرغ بادنما کی طرح بدلنے کے عادی ہیں اور ان کی یہ عادت پختہ ہو کر فطرت بن چکی ہے اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں تو ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ سندھ اسمبلی کے ممبر پورے ہندوستان میں عجیب و غریب قسم کے لوگ سمجھے گئے ہیں۔ اور آج پاکستان میں ان کے خصائص و کمالات کا کوئی جوڑ نہیں ہے خود وزیر اعظم اور ان کے دوسرے ساتھیوں کا قرآن مجید پر حلف اٹھانا اور یہ کہنا کہ وہ رشوت خوری اور خویش نوازی کے خلاف خدا و رسول کو گواہ بنا کر جمہور المسلمین کی خدمت کا عہد کرتے ہیں بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے اس عہد سے پہلے یہ تمام "جرائم" حدِ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔

اگر پاکستان کے تینوں صوبوں کی وزارتوں کے نقش و نگار یہی ہیں اور جیسا کہ کسی کو اس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ تو پھر ان لیل و نہار پر کون بھروسہ کر سکتا ہے اور کب تک پبلک سیفٹی ایکٹ جیسے ننگ جمہوریت ہنگامی قوانین کے بل پر حکومت کی جا سکتی ہے۔ ابھی چند روز ہوئے "مغربی پاکستان" کے فاضل مدیر مولانا مرتضیٰ احمد صاحب میکش نے لکھا تھا کہ:۔

اگر صحیح آئینی اور جمہوری طریق سے کام نہیں چلایا جا سکتا۔ تو ان

وزراء کو شریفانہ طور پر اپنے عجز اور اپنی نااہلیت کا اعتراف کر کے الگ ہو جانا چاہیئے۔ یہ جو وزارت جاری رکھنے کے لئے متشددانہ حربوں کا سہارا ڈھونڈا جا رہا ہے یہ بہت خطرناک ممکنات کا حامل ہے۔ یہ حربے پبلک سیفٹی کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے منصب و اقتدار کو بچانے کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں اور کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تھانیدار بن کر یہ لوگ اپنی ہی ماں کے جسم پر تازیانے برسانے کی مشق کرنے لگے ہیں۔"

جن خطرناک ممکنات کی طرف فاضل مدیر نے اشارہ کیا ہے اور حقیقتاً وہی عوارض ہیں جو ایم۔ ایل۔ اے حضرات کی بدولت پیدا ہوئے ہیں اور جن کا ردعمل خطرناک ممکنات کا محرک ہے۔ ارکانِ اسمبلی کے اس پورے خانوادہ کی حالت کیا ہے؟

(۱) یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ صوبائی حکومت کا دارومدار اُن پر ہے

(۲) انگریز کے چلے جانے سے ان میں سے اکثر جو اسی شجر ممنوعہ کے پھل ہیں اس زعم میں مبتلا ہیں۔ کہ اب ان پر کسی بالائی طاقت کا رعب یا خوف نہیں رہا ہے اس انہیں اب بجا طور پر بعض معلوم اسباب کی بنا پر زعم ہو گیا ہے کہ وزارت اُن کی محتاج ہے اور اس احتیاج سے فائدہ اٹھانے کے لئے وہ ہمہ درجہ خودسر ہو گئے ہیں

(۳) ان لوگوں میں سے بیشتر نے اقلیت کی متروکہ جائداد سے بے شمار ذاتی فوائد حاصل کئے ہیں۔ اور ان فوائد کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی ایک قیمت ٹھہرا لی ہے۔

اور نتیجہ یہ ہے کہ لاہور اور سیالکوٹ جیسے جمہوری شہروں سے لے کر مظفر گڑھ اور ملتان جیسے پسماندہ اضلاع تک ایم ایل اے راج قائم ہے جمہوریت کے تینوں ادارے مقننہ انتظامیہ اور انصافیہ ان کی زد میں ہیں وہ حکام جن کا جوتا برطانوی عہد میں عوام کے سر پر ہوتا تھا۔ آج یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ارکان اسمبلی کا جوتا ان کے سر پر ہے اور نتیجتاً دونوں کا جوتا عوام کے سر پر ہے۔

بارہا اخباروں میں چھپ چکا ہے۔ کہ نظم و نسق کے بعض شعبوں میں اس درجہ اختلال واقع ہو چکا ہے کہ ہر کوئی جوابدہ ہے اور کوئی بھی جواب دہ نہیں ہے ملازموں کے تبادلے ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی تبادلہ کا حکمنامہ نہیں پہنچتا کہ منسوخی کے احکام بھی جاری ہو جاتے ہیں۔ اور بیک وقت جب دونوں حکم ملازم کو ملتے ہیں تو اس کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کس حکم کی تعمیل کرے اور کس حکم کی نہ کرے۔ بیشتر ایسے واقعات بھی سننے میں آئے ہیں۔ کہ ایک افسر کو ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں تبدیلی کا حکم ملا۔ اس نے بستر باندھ کر وہاں کا رخ کر دیا لیکن ایک اور حکمنامہ پہنچ گیا۔ کہ فلاں ضلع میں نہیں بلکہ فلاں ضلع میں پہنچ جایئے وہ بیچارا وہاں پہنچا تو وہاں کے افسر نے چارج دینے سے انکار کر دیا۔ ایک دو روز بعد معلوم ہوا۔ کہ وہ اپنے کسی قرابت دار ایم ایل اے کی سفارش سے یہیں رک جانے کے احکام حاصل کر آیا ہے۔ بعض ایسے افسر بھی ہیں۔ جن کا ایم ایل اے حضرات سے خونی رشتہ ہے اور ان کی خاطرداری وزارت کو اس حد تک عزیز ہے۔ کہ محض ان ہی کے لئے بعض شہروں میں بلا ضرورت اور اضافی منصب قائم کئے گئے ہیں چند روز ہوئے "امروز" میں ایک صاحب نے مضمون لکھا تھا جس میں یہ

انکشاف کیا گیا تھا۔ کہ کس طرح ایک۔ ایم ایل اے نے سربازار ایک سرکاری انجینئر کی جوتوں سے تواضع کر ڈالی۔ جس سے اس بیچارے کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مقدمہ درج کر کے کارروائی کرنی چاہی۔ تو اس کا تبادلہ کر دیا گیا جس سپرنٹنڈنٹ کو اس کی جگہ بھیجا گیا، اس نے بر موقع سفارش سے تبدیلی رکوا دی اور ہوا یوں۔ کہ ایک ہفتہ یا اس سے بھی کچھ عرصہ زائد وہ ضلع سپرنٹنڈنٹ پولیس سے خالی رہا۔ اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں۔ اور مختصراً یوں۔ کہ ایم ایل اے حضرات نے جہاں عوام اور حکومت کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ وہاں ان کے نزدیک وزارتیں ایک طرح کے تجارتی ادارے ہیں جن میں وہ خود کو حصہ دار سمجھ کر عوام کی قیمت پر فائدہ اٹھانا اپنا طبعی حق سمجھتے ہیں۔ اور اس دردناک صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارے صوبہ میں انتظامیہ اور مقننہ کے کارندے نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے کے برخلاف تنتے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس طرح کھڑے ہیں۔ جیسے ان میں ضابطہ کے علاوہ کوئی رسم و راہ نہیں ہے۔ اور وہ قلباً ایک دوسرے سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

ان ہی حالات کا نتیجہ ہے کہ عوام ایم ایل اے راج سے دل برداشتہ ہو کر صوبائی دفاتر کو ختم کرنے اور ایسی مرکزیت کو بروئے کار لانے کے حق میں ہیں جس کا منطقی نتیجہ آمریت ہے۔ ہم اپنے صوابدید کے مطابق اس کے حق میں نہیں۔ لیکن واقع یہی ہے۔ کہ عوام آج ایم ایل اے راج سے اسی طرح متنفر ہیں جس طرح برطانوی عہد میں آئی سی ایس راج سے متنفر تھے۔

اخلاقی حالت

پچھلے دنوں خان محمد دولتانہ نے ملتان کے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ صوبے بھر میں شراب کی کھپت تگنی ہو گئی ہے۔ آج ایک پولیس افسر کی زبانی معلوم ہوا کہ لاہور کی اخلاقی حالت اس قدر گر چکی ہے کہ خواتین کا چوتھائی حصہ اخلاقی اعتبار سے مشتبہ ہے اور حرام کاری کی جو قسمیں لاہور جیسے شہر میں دیکھی جاتی ہیں وہ اتنی عجیب وغریب اور افسوسناک ہیں کہ اب سوال صرف چکلے اٹھا دینے تک ہی محدود نہیں بلکہ لاہور کی مجلسی زندگی کے بیشتر دوائر تو ہنوز بھی چکلے کا لباس اوڑھے ہوئے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ بات کسی حد تک ناگوار ہو۔ لیکن ترت پھرت چکلے کی صحیح تصویر شہر کے تانگے والوں سے ہی پوچھی جا سکتی ہے اور وہ نہایت آسانی سے بتا سکتے ہیں کہ لاہور کی اخلاقی حالت "درجۂ عصمت" کیا ہے۔ اکثر تانگے والوں سے یہ حکایت سننے میں آتی ہے کہ لاہور میں دو تہائی نسوانی زندگی فاحشہ زندگی بسر کرتی ہے اور گناہ ہماری مجلسی زندگی میں اوپر سے لے کر نیچے تک اس حد تک پھیلتا جا رہا ہے کہ اب صرف نوعیت اور درجے کا فرق باقی رہ گیا ہے ورنہ پوری زندگی اس میں محصور ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گنہگارانہ زندگی اختیار کرنے میں نفسی بہیمیت کو بھی کافی حد تک دخل حاصل ہے اور اخلاقی نظریات کے فقدان نے بہت سے بندھن توڑ دیئے ہیں۔ لیکن یہ حقیقی وجہ نہیں حقیقی سبب یہ ہے کہ آج حرام کاری کے جو مظاہر نظر آ رہے ہیں۔ اس کی دو بڑی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ

(۱) اونچا طبقہ اسباب معیشت کی فراوانی اور برطانوی عہد کی تعلیمی تربیت

کے باعث۔ اقدارِ اخلاقی کو اضافی خیال کرتے ہوئے عیش و عشرت کو تھکے ہارے
ململ کے بہلاتے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

(۲) نچلا طبقہ معیشتی ناہمواری کے باعث اس حد تک عاجز ہو گیا ہے۔ کہ
وہ طوعاً و کرہاً گناہ کی لپیٹ میں آ رہا ہے۔

اگرچہ تلخ ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ صورتِ حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ

(۱) جو برسرِ کار ہیں۔ ان کی عورتیں مستثنیات سے قطع نظر کھل کھیلنا اپنا
تہذیبی خاصہ سمجھتی ہیں۔

(۲) متوسط جماعت پر اوپر کی آب و ہوا اپنا خاصا اثر ڈال رہی ہے اور گناہ کی
دیمک نے ان خاندانوں کو چاٹنا شروع کر دیا ہے۔

(۳) پسماندہ عوام کے اخلاقی اقدار کا خون کچھ اس طرح نچڑ رہا ہے کہ اسی جماعت
میں سے وہ طائفہ پیدا ہوتا ہے جسے زنانِ بازاری کہا جاتا ہے۔

(۴) مشرقی پنجاب کے سانحہ نے بھی اس طائفہ میں چار و ناچار اضافہ کر دیا ہے
اور بازارِ گناہ کی اس سج دھج کے بڑھانے میں جو چیزیں روبکار آ رہی ہیں۔ ان میں
ہمارا موجودہ ادب۔ ہمارا اقتصادی نظام ہماری خواہشات پر اصرار۔ ہمارے سیاسی
رہنما۔ ہمارے علماء سوء اور سب سے بڑھ کر دولت کی غیر متوازی تقسیم ہے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ طوفانی سیلاب کہاں رکے گا۔ لیکن جب تک [illegible] جماعت
اپنے تیئں نہیں بدلے گی اور علما منطقی بحثوں میں الجھ کر تکفیر کا شغل اختیار کئے
رکھیں گے اس صورتِ حالات کا بدلنا ناممکن ہے۔ آپ اور ہم اس کے خلاف
لفظی احتجاج کر سکتے ہیں۔ اس طوفانِ بلا خیز کو روک نہیں سکتے۔

(آغاز لاہور ۳۰ ۸ ۴۸)

مخدوم شاہ بنوری

مکرم معاصر "انقلاب" لاہور نے سید مخدوم شاہ بنوری کی گرفتاری پر ذیل کا ادارتی نوٹ شائع کیا ہے جس کو ہم بصد شکریہ نقل کرتے ہیں۔

نہایت افسوس ہے کہ مخدوم شاہ بنوری بھی گرفتار ہو گئے ہمارا خیال ہے کہ ان کی گرفتاری بھی مسٹر عبدالقیوم کے کہنے پر عمل میں آئی ہے اس لئے کہ زیادہ نیک کاموں کے انجام میں یہ شخص سب سے آگے رہنا چاہتا ہے۔

زیادہ افسوس اس بات پر ہے کہ مخدوم شاہ صاحب ان معنوں میں کبھی بھی سیاسی آدمی نہیں ہے۔ جن معنوں میں عبدالقیوم، محمد حسن یا خود احرار لیڈر ہیں انہیں صرف تعمیری کاموں سے دلچسپی ہے اور انہی کاموں کی خاطر حالات کی شدت کے اعتبار سے انہوں نے جماعتوں سے علاقہ پیدا کیا اگرچہ بہت بڑے پیر اور پیرزادہ ہیں لیکن حد درجہ کم گو اور حلیم آدمی ہیں۔

بہت کم لوگوں کو ان کی قومی خدمات کا علم ہے۔ اس لئے کہ آج کل کے عام لیڈروں اور کارکنوں کے برعکس انہوں نے پروپیگنڈے کو کبھی پسند نہیں کیا۔

بہار کے مسلمانوں پر مصیبت آئی۔ تو وہ چپ چاپ وہاں پہنچ گئے اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر قریباً آٹھ مہینے تک ایسا زبردست کام کیا۔ کہ اگر بہار کے مسلمانوں سے پوچھا جائے۔ تو ایک ایک فرد گواہی دے گا۔ کہ خدمات کے لحاظ سے پیر مخدوم شاہ کا پایہ سب سے اونچا ہے۔ اس زمانے میں بعض کانگرسی لیڈروں سے ان کی شناسائی ہوئی۔

پاکستان بن جانے کے بعد مخدوم شاہ نے صرف اسی لئے لاہور میں آنا جانا شروع کیا۔ کہ وہ مصیبت زدہ مسلمان عورتوں کو مشرقی پنجاب سے نکالنے کے لئے مضطرب تھے اور چاہتے تھے کہ حکومت ان سے کوئی کام لے۔ پاکستان کے بڑے بڑے لیڈر اس بات کی گواہی دیں گے۔ کہ ان کی مصیبتوں میں مخدوم شاہ صاحب نے کس ہمدردی اور خلوص کے ساتھ مدد کی اور جو کام بڑے بڑے ارباب اختیار انجام نہ دے سکے وہ اس مخلص اور خاموش پیرزادہ نے کس ہمت سے پورے کر دیئے۔

پاکستان میں ایسے لوگوں کی بڑی ہی کمی ہے جن میں ہمت اور ایثار بے پناہ ہو۔ ہر ضروری کام انجام دینے کے اہل ہوں اور کسی قسم کا معاوضہ نہ چاہیں۔ بلکہ یہ بھی نہ چاہیں کہ ان کا نام اخباروں میں اچھالا جائے۔ مخدوم شاہ اس طبیعت کے آدمی ہیں افسوس کہ ہمارے ہاں ان بنیادی چیزوں کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے اور فیصلہ کا معیار یہ ہے کہ فلاں آدمی کس حد تک ہماری مصلحتوں کا ساتھ دے سکتا ہے

بہرحال ہمیں مخدوم شاہ صاحب کی گرفتاری پر دلی رنج ہے۔ وہ بڑے صابر اور خود دار ہیں اور انہیں گرفتاری پریشان نہیں کر سکتی۔ لیکن ان کو یہ رنج ضرور ہوگا۔ کہ مصیبت زدہ مسلمان بہنوں کی خدمت میں جو وقت صرف کرنا چاہتے تھے وہ اب قید کی بے کاری میں گذرے گا۔

ڈاکٹر خان بھی گئے

مسٹر عبدالقیوم وزیر اعظم سرحد کی گیر و دار کا تازہ ترین شکار ڈاکٹر خان صاحب ہیں جن کو پبلک سیفٹی آرڈی نینس کے ماتحت نظر بند کر دیا گیا ہے ہمیں اس پر تعجب نہیں ہوا۔ بلکہ تعجب اس پر تھا کہ خان عبدالغفار خان کے سارے خاندان کی گرفتاری کے بعد ڈاکٹر خان اب تک کیوں آزاد ہیں۔

صوبہ سرحد میں خدائی خدمتگاروں کو جو اقتدار حاصل تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس کو پاکستان کا مفید ترین جزو بنانے کے لئے کسی مدبر اور دانش مند انسان کو مامور کیا جاتا۔ جو خان بھائیوں سے ان کی جلالت قدر کے شایاں سلوک کرتا اور ایسا رویہ اختیار کرتا کہ پرانی تلخیاں دور ہو جائیں اور مسلم لیگ اور خدائی خدمتگار جماعت دونوں مل کر صوبہ سرحد اور پاکستان کی خدمت میں مصروف ہو جائیں۔ لیکن بدقسمتی سے صوبے کی عنانِ حکومت ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو ذرا سے اختلاف بھی برداشت نہیں کر سکتا اور ذاتی جذبہ رقابت کے ماتحت اپنے اختیارات کا غلط استعمال کر رہا ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ وزارت سرحد کی اس پکڑ دھکڑ سے صوبہ سرحد اور قبائلی علاقے میں پٹھانوں کے درمیان کشمکش بڑھ جائے گی اور یہ عدم تدبر عبدالقیوم خاں اور ان کے ساتھیوں کو بہت مہنگا پڑے گا۔ اس وقت صوبہ سرحد اور پٹھانوں اور پاکستان کا بہترین خیر خواہ وہ ہے۔ جو پٹھانوں کو نفاق و عناد سے بچا کر اور متحد کر کے پاکستان کی خدمت پر آمادہ کرے

انقلاب ۱۵ اگست ۱۹۴۸ء
لاہور

خان غلام محمد خان

یہ سن کر حیرت ہوئی۔ کہ خان غلام محمد خان لونڈ خور کے ہتھکڑی لگائی گئی۔ انہیں ریل کے تیسرے درجے کے ڈبے میں پشاور پہنچایا گیا۔ وہاں سے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے جیل میں بھیجا گیا۔ اور وہاں بھی اُن سے عام قیدیوں جیسا برتاؤ ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خان غلام محمد خان نے بدسلوکی سے تنگ آکر بھوک ہڑتال شروع کر رکھی ہے۔

سرحد کے وزیر اعظم کو خان صاحب سے ذاتی عداوت ہے تو عداوت کا تقاضا خان غلام محمد خان لونڈ خور کی نظر بندی سے پورا ہو چکا ہے۔ اب انہیں قید رکھنا یا حقوق سے محروم رکھنا بدترین اور قابل ملامت تنگ دلی ہے۔ خان غلام محمد خان بہت بڑے زمیندار ہیں۔ ان کا معیار زندگی اس قدر بلند ہے۔ کہ انگریزی حکومت نے بھی قوم و وطن کی محبت کے جرم میں انہیں سزا دی۔ تو انہیں سپیشل کلاس میں ہی رکھا گیا۔ ایسے مسلم لیگی کارکن کو محض مسلم وزیر اعظم کی عداوت کے باعث سی کلاس میں رکھنا قابل مذمت جرم ہے جس کا اعادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ صوبہ سرحد کی حکومت خان غلام محمد خان کو مراعات نہیں دے سکتی تو انہیں جائز حقوق سے کیوں محروم کرتی ہے۔

زمیندار ۱۵ ر اگست ۱۹۴۸ء لاہور

افسروں کی ذاتی زندگی

لاہور ۱۳ جولائی "آغاز" پر عتاب نازل ہونے کے سلسلہ میں مسٹر محبوب الٰہی رکن پنجاب مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی وایڈیٹر ہفت نامہ "شاہد" نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوا ہے کہ آج نواب ممدوٹ کی حکومت نے پبلک سیفٹی ایکٹ کو بار بار استعمال کر کے جس گھناونی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی عقلمند اور با اصول وزیر اعظم کو زیبا نہیں دیتا ہے مجھے حیرانی ہے کہ جس ممدوٹ نے پبلک سیفٹی ایکٹ کے خلاف اپنی قیادت میں مجھ سے اور میرے دوسرے رفیقان کار سے بڑی بڑی قربانیاں لیں۔ ہم اکٹھے ہو کر ایک متحدہ فرنٹ پر اسی ایکٹ کے خلاف جنگ لڑے۔ آج وہی ہتھیار ہمارے اپنے پریس کی آواز کو کچلنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ممدوٹ حکومت کا یہ فعل شدید طور پر قابل ملامت ہے میں اس چیز کا حامی نہیں ہوں کہ پریس بلا سوچے سمجھے حکومت یا اس کے افسران کو نکتہ چینی کے لئے تختہ مشق بنائے۔ کیونکہ اس قسم کی نکتہ چینی کسی آزاد ملک میں برداشت نہیں کی جا سکتی لیکن اس کے برعکس اگر پریس دیانت داری سے ایسے امور کے متعلق جو دراصل نکتہ چینی کے قابل ہوں بلا خوف وخطرہ نکتہ چینی کرے تو حکومت کو اس سے چڑنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اس کے خلاف ایسے اخبارات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ جو تحریر کے معاملہ میں بے لاگ ثابت ہوں۔ حکومت شاید سمجھتی ہے۔ کہ پبلک سیفٹی ایکٹ کا شرمناک حربہ پریس کے

خلاف استعمال کر سکے اپنے ان افسران کا تحفظ کر سکے۔ جو آج عوام میں اپنی بدعنوانیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے بڑھتی ہوئی بے چینیوں اور اضطراب کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت افسران کی اس ناجائز طریقہ سے امداد اور حمایت کر کے جہاں افسران مذکور کی حوصلہ افزائی کرے گی وہاں عوام کے لئے اور ہزاروں مصائب کھڑے ہو جائیں گے۔

جہاں تک افسران کی پرائیویٹ زندگی پر اخبارات میں نکتہ چینی کرنے کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے جس پر ہمارا جماعتی۔ قومی اور ملکی نظام قائم ہوتا ہے۔ ہمیں یہ پورا پورا حق پہنچتا ہے کہ ہم افسران کی پرائیویٹ زندگی سے بھی بخوبی باخبر رہیں کیونکہ کسی ایسے شخص کا ذمہ دار عہدے پر فائز ہونا جس کی پرائیویٹ زندگی بحد اسلامی۔ قابل نفرین اور گھناؤنی ہو۔ ہمارے قومی و ملکی مفاد کے شدید طور پر خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ عوام اس کو کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے افسران یا حکام کی پرائیویٹ زندگی کو ان کی سرکاری زندگی سے علیحدہ کرنا مغربی نظام کی تخلیق ہے۔ ہمارے سامنے سینکڑوں ایسی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔ جو ثابت کرتی ہیں کہ کسی دور میں بھی مسلم افسران اور حکام کی پرائیویٹ زندگی کو ان کی پبلک زندگی سے علیحدہ نہیں سمجھا گیا اور نہ ہی اسلام ہمیں کوئی ترغیب دیتا ہے۔

اخبار نویسوں کی برادری میں اگرچہ میری حیثیت قطعی ایک نووارد کی ہے تاہم ایک قومی کارکن اور بالخصوص ایک مہاجر کی حیثیت سے میں حکومت کے اس مجوزہ اقدام سے جو دہ بقول "مول" میاں احسان الہی پروپرائٹر روزنامہ آغاز کے خلاف اٹھانے والی ہے۔ اس کاروائی کے خلاف احتجاج کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "آغاز"

چونکہ نہایت دیانتداری سے اور بے باکی سے غیر مبہم الفاظ میں مہاجرین کی آواز بلند کرتا رہا ہے اور حکومت کا اس کے خلاف صرف اس بنا پر قدم اٹھانا کہ وہ ایسے افسران کو ننگا کرنا چاہتا ہے۔ جن کی پرائیویٹ زندگی کا اثر براہ راست عوام پر پڑتا ہے اور جس کے نتیجہ کے طور پر ایڈمنسٹریشن میں ہزاروں خوفناک خامیاں بڑھنے کا ہر وقت احتمال ہے۔ میرے نزدیک آمرانہ روش کے مترادف ہے۔ یہ بلاشبہ مذموم ہے مجھے میاں احسان الٰہی پر متوقع زیادتیوں کا صدمہ ہے۔

مغربی پنجاب کے مسلم پریس کے رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر محبوب الٰہی ممبر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ مجھے یہ دیکھ کر صدمہ ہوا۔ اور حیرت اس امر پر ہوئی کہ ہمارے معاصرین جو کسی زمانے میں پریس کی آزادی پر ڈاکہ ہوتے دیکھ کر تلملا اٹھتے تھے۔ یہی نہیں۔ بلکہ بیشتر اوقات تقسیم ملک سے پہلے مسلم اور غیر مسلم اخبارات حکومت کے آزادی کش اقدام کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا کرتے تھے۔ آج آغاز کے سلسلہ میں ٹس سے مس ہوتے دکھائی نہیں دے رہے ہیں موجودہ پریس کا یہ طریقہ کار کسی صورت بھی مستحسن نہیں ہے لہذا مجھے ان کے اس رویہ پر بےحد افسوس ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ان کی تہہ میں کوئی فریق بندی یا پارٹی بازی کا جذبہ کارفرما ہو یا ایسے قابل ملامت اقدام کی مخالفت کو ناراض نہ کرنے کی وجہ سے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کی ہو۔ یہ پورے پریس کا مسئلہ ہے۔ تاہم پورے طور پر ہم اپنے پریس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جو ہمیں سپورٹ کرتا رہا ہے۔ اگر وہ ہمارا ہم آواز نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہم اس کے مشکور ہیں۔

ادارہ آغاز پر عتاب کے ساتھ ہم اپنے ان بزرگوں۔ بہی خواہوں۔ دوستوں اور اپنے معزز

محترم قارئین کو قبول نہیں سکتے جن کے لاتعداد خطوط اور بیانات شائع کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مسئلہ حالانکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی بھی اخبار نویس اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہوگا۔ کہ اگر آج حکومت "آغاز" پر وار کرنا چاہتی ہے۔ تو کل کسی دوسرے کی باری آسکتی ہے۔ دریں حالات مجھے امید ہے کہ پریس عوام اور بالخصوص مہاجرین اس نازک مرحلہ پر آغاز کی جائز حمایت کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

مسٹر محبوب الٰہی نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ میں حکومت کا ممنون ہوں کہ وہ آغاز کے لگائے گئے الزامات کو کھلی عدالت میں پیش کر رہی ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو میں اسے مبارک باد دیتا ہوں۔ میں اس مرحلہ پر حکومت کو مشورہ دوں گا۔ کہ وہ اس مقدمہ کو نہایت دیانت داری سے تکمیل پذیر کرے۔ کیونکہ یہی چیز ایک باوقار حکومت کی علامت ہوتی ہے اگر حکومت میاں صاحب کے خلاف جرم ثابت کر دے۔ یا اس امر کی تائید ہو جائے۔ کہ میاں صاحب پر لگائے گئے الزامات غلط نہیں تو پھر قدرتی طور پر عوام کی تمام ہمدردیاں میاں احسان الٰہی سے ہٹ کر حکومت کے ساتھ ہو جائیں گی اور اس طرح آئندہ بھی حکومت کی پوزیشن اس طرح زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ اس کے برخلاف اگر میاں صاحب موصوف کے افسران بالا پر لگائے گئے الزامات درست ثابت ہوئے تو اس صورت میں میں حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وہ متعلقہ افسران کے خلاف انتہائی شدید اقدام کرے۔

آخر میں بیان ختم کرتے ہوئے مسٹر محبوب الٰہی نے آغاز کی ان خدمات کو

سراہتے ہوئے آپ کو مبارک باد پیش کی۔ جو آپ نے مہاجرین کی آواز کو بلند کرنے کے سلسلہ میں سرانجام دیں۔

روزنامہ آغاز ۲ر اگست ۱۹۴۸ء لاہور

خان غلام محمد خان کی گرفتاری

سرحد کے مشہور مسلم لیگی لیڈر اور پاکستان مسلم لیگ کونسل کے رکن خان غلام محمد خان لونڈ خور کو کل مری میں عبدالقیوم وزارت کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ معلوم نہیں یہ گرفتاری کس بنا پر عمل میں آئی ہے اور خان موصوف نے ان دنوں کونسا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے ان کو پبلک سیفٹی آرڈی ننس کا نشانہ بنایا گیا ہے ہمارے خیال میں خان غلام محمد خان کا جرم صرف یہ ہے۔ کہ وہ عبدالقیوم وزارت کی بے عنوانیوں اور غلط کاریوں کو کچھ عرصے سے بے نقاب کر رہے ہیں۔ اور آج کل سرحد کی یہ حالت ہے کہ جو شخص بھی عبدالقیوم کے خلاف زبان کھولتا ہے اسے پاکستان کا دشمن قرار دے کر جیل میں ٹھونس دیا جاتا ہے

خان غلام محمد خان کو گرفتار ہونا تھا اور وہ ہو گئے اب اگر عبدالقیوم وزارت کو اپنے وقار کا تھوڑا بہت بھی خیال ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ خان موصوف پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے۔ ان کو محبوس رکھنا کسی اعتبار سے بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ خان غلام محمد خان نہ سرخ پوش ہیں اور نہ فقیرانی کے ایجنٹ وہ بڑے سرگرم مسلم لیگی ہیں۔ اور ریفرنڈم کے زمانہ میں انہوں نے

بڑا کام کیا تھا۔ اس لئے انہیں محض شک کی بنا پر جیل میں نہیں ڈالا جاسکتا
امروز ۲ اگست ۱۹۴۸ء (لاہور)

حُروں کا مہاجرین پر حملہ

نواب شاہ ۲۹ جولائی۔ آج نواب شاہ میں شام کے ۶ بجے کے قریب ایک بھاری فساد ہوتے ہوتے رہ گیا۔ ایک فلور مل (آٹے کی چکی) پر ایک پناہ گزین آٹا پسوانے آیا۔ فلور مل کے مستری نے کہا۔ کہ رکھ جاؤ۔ بعد میں پیس دیں گے۔ پناہ گزین کا مطالبہ تھا۔ کہ ابھی پیس دو۔ ہمارے پاس کھانے کو نہیں۔ اسی پر تو تو میں میں ہوئی اور نوبت گالی گلوچ سے نکل کر لاٹھیوں تک پہنچ گئی۔ پناہ گزین اور سندھی اکٹھے ہو گئے اور طرفین کو چوٹیں بھی آئیں۔ مل کے مستری کا تعلق حُرجاعت سے ہے۔ اس لئے آن واحد میں حُر لاٹھیوں سے مسلح موقع پر پہنچ گئے۔ لیکن خوش قسمتی سے پولیس جیپ کار میں فوراً موقع پر پہنچ گئی۔ حالات کے خطرناک ہو جانے کے پیش نظر چند ہوائی فائر کر کے حُروں کو شہر سے نکال کر دیے گئے۔

مسلمان کراچی ۳۰ جولائی ۱۹۴۸ء

وزارت سرحد کی انتقام جوئی

صوبہ سرحد کے مسلم لیگی لیڈر خان غلام محمد خان لونڈ خور کو سیفٹی آرڈی نینس

کے ماتحت قیوم وزارت کے حکم سے مری میں گرفتار کیا گیا تھا۔ وہاں سے موصوف
پشاور لائے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ پشاور جیل میں ان کو چکی والی کوٹھڑی میں بند
رکھا گیا۔ اور اس کے بعد ہتھکڑی لگا کر اور تھرڈ کلاس کے ڈبے میں بٹھا کر انہیں ڈیرہ
اسماعیل خان پہنچایا گیا۔ اس وقت سرحد مسلم لیگ کے یہ ممتاز لیڈر سابق پاکستان مسلم لیگ
کونسل کے رکن ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں جہاں کی گرمی آج کل عام قیدیوں کے لئے
ناقابل برداشت ہے محبوس ہیں۔

خان غلام محمد خان لونڈ خور نہ سرخپوش ہیں اور نہ فقیر ایپی کے ایجنٹ۔ صوبہ سرحد
میں مسلم لیگ کو ایک عوامی جماعت بنانے میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ خدمت
سر انجام دی۔ ان چیدہ چوٹی کے لیڈروں سے ایک خان موصوف ہیں۔ خان وزارت
کے خلاف مسلم لیگ کی جدوجہد میں بھی خان غلام محمد خان پیش پیش رہے اور اس سلسلے
میں ان کو دو بار جیل میں جانا پڑا۔ اس کے بعد ریفرنڈم کے موقع پر موصوف نے جو کارہائے
نمایاں کئے۔ ان کا آج تمام صوبہ سرحد گواہ ہے۔ لیکن مسلم لیگ کو بنانے اور اسے پروان
چڑھانے کا آج خان غلام محمد خان کو یہ صلہ مل رہا ہے۔ کہ قیوم وزارت جو مسلم لیگ کی
قربانیوں کی وجہ سے بنی تھی۔ انہیں گرفتار کراتی ہے۔ اور ان کے ساتھ نہایت ذلیل
سلوک کرتی ہے۔

خان غلام محمد خان ایک پرانے سیاسی کارکن ہیں۔ وہ سرخپوش تحریک کے اولین
کارکنوں میں سے تھے۔ اور اس ضمن میں وہ تین بار جیل بھی گئے تھے۔ موصوف ایک
زمانے میں صوبہ سرحد کانگرس کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ ایسے پرانے اور ممتاز سیاسی
کارکن اور مسلم لیگ کے لئے اتنا کچھ کرنے والے لیڈر کے ساتھ قیوم وزارت کا یہ توہین

آمیز سلوک انتہائی شرمناک ہے۔

اور پھر سوال یہ ہے کہ آخر خان غلام محمد خان نے کونسا جرم کیا ہے جس کی انہیں یہ سزا دی جا رہی ہے۔ وہ پاکستان کے اس طرح وفادار ہیں جس طرح پہلے تھے ان کا قصور یہ ہے کہ وہ قیوم وزارت کی بدعنوانیوں اور غلط کاریوں پر چپ نہیں رہ سکتے اور پاکستان کی بہبود، مسلم قوم کی بہبود اور خود مسلم لیگ کی بہبود کی خاطر انہوں نے ان کو بے نقاب کرنا ضروری سمجھا۔

سرحد اسمبلی کے ارکان سے تو ہمیں کچھ زیادہ توقع نہیں۔ وہ قیوم وزارت کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور ہیں۔ وہاں کی رائے عامہ کو تو سیفٹی آرڈیننس کے ذریعہ دبا دیا گیا ہے۔ لے دے کے ایک پاکستان کی مرکزی حکومت رہ جاتی ہے جس سے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ صوبہ سرحد کو زیادہ دیر تک سرزمین بے آئین نہیں رہنے دے گی اور عبدالقیوم خان کی ان زیادتیوں کی روک تھام کرنے کی کوشش کرے گی

امروز ۴ اگست ۱۹۴۸ء (لاہور)

ہماری بربادی اور محمڈن نواب

لاہور یکم اگست۔ آج صبح ساڑھے ۹ بجے برکت علی اسلامیہ ہال میں مغربی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے زیر اہتمام ایک پبلک جلسہ منعقد ہوا جلسہ کی صدارت الحاج ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی نے فرمائی۔ گیٹ کے باہر سرکلر روڈ پر دور دور عوام کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے تھے۔ اکثر اوقات ٹریفک بھی رک جاتا تھا

عوام میں آغا شورش کاشمیری کی کے سلسلے میں حکومت کے خلاف زبردست اشتعال
موجود تھا۔ ہر طرف آغا شورش " زندہ باد" کے نعروں سے فضائے آسمانی گونج رہی تھی۔
اخبارات میں اعلان کیا گیا تھا۔ کہ میاں احسان الٰہی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر بھی تشریف
لائیں گے لیکن لوگوں کو آخر میں شدید طور پر مایوسی ہوئی۔ جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ
میاں صاحب کسی وجہ سے اجلاس میں شمولیت نہیں کر سکے۔ یہ خبر تو چھپ ہی چکی
ہے۔ کہ میاں صاحب موصوف کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شاید
اسی بنا پر پولیس کی ایک اچھی خاصی جمعیت نے برکت علی اسلامیہ ہال کے باہر
چاروں طرف مختلف ناکوں پر نہایت منظم طور پر محاصرہ کر رکھا تھا۔
مل روڈ کے چوک سے چیمبرلین روڈ کے باہر چوک تک۔ دوسری طرف میوہ
منڈی سے موچی گیٹ پولیس سٹیشن تک ہر طرف مسلح پولیس تعینات تھی۔
بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ جلسہ میں میاں صاحب کی گرفتاری کے سبب عوام اور
پولیس میں ایک خوفناک تصادم متوقع تھا۔ عوام کا بے پناہ جوش منظاہرہ کر رہا تھا۔ کہ اگر
میاں احسان الٰہی کو جلسہ میں گرفتار کیا گیا۔ تو ایک بہت بھاری ایجی ٹیشن
شروع ہو جائے گی۔

صدر جلسہ الحاج ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی کا تعارف کراتے ہوئے سید
محمد علی شمسی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں حیران ہوں۔ کہ پاکستان بن جانے کے
بعد مذہب۔ ایمان اور حسین کے نام پر ووٹ مانگنے والے لوگ یہ کیونکر گوارا کرتے
ہیں۔ کہ زانی۔ شرابی اور فاسق مجرموں کے خلاف آواز بلند کی جائے اور ان کے
چلن کی تحقیق کرنے کے مطالبات نہ کئے جائیں۔ آپ نے مولانا عبد الستار

خان نیازی - الحاج ڈاکٹر اقبال شیدائی اور میاں احسان الٰہی کو یقین دلاتا ہوں کہ
مغربی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ان کے ایک اونٰی سے اشارے پر ہر ممکن قربانی
پیش کرنے کے لئے تیار ہے -

حضرت صادق پاکستانی مولانا شمس الحق شمس جالندھری اور مولانا
عبدالستار خان نیازی نے ولولہ انگیز تقریریں کیں -

حضرت صادق پاکستانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا - کہ کولمبس نے روپے
کے زور سے پوری دنیا کی سیاحت کرنے کے بعد ایک نئی دنیا دریافت کی حضرت
قائد اعظم نے ہمارے لئے ایک دنیا کو دریافت کیا - کتنی خوفناک قربانیوں کے بعد
ہمیں اس دنیا کی قیمت چکانا پڑی - یقینی طور پر اسے مروج پر دیکھنے کے لئے ہمیں
لیڈروں اور چوروں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے - اس لئے لازمی طور پر ہمیں
"آغاز" ایسے بے لاگ پرچوں کی ضرورت ہے - میں روزنامہ "آغاز" کے ایڈیٹر پرنٹر
پبلشر اور حکومت مغربی پنجاب کے سب سے بڑے معتوب کو یقین دلانا چاہتا
ہوں - کہ آپ کے پیچھے نیازی ہے شیدائی ہے مسلم طلبا ہیں اور ان سب سے
بڑھ کر عوام کی پشت پناہی اور تائید الٰہی آپ کے قدموں کو ڈگمگانے نہیں دے گی
میں حکومت کے ارباب اقتدار پر واضح کرنا چاہتا ہوں - کہ تم آغاز ایسے جلیل القدر
روزنامہ کی قلم پر پابندی لگا کر پاکستان میں ایسے پریس کی قلم توڑ دینے کی فاش
غلطی کر رہے ہو - یاد رکھو کہ آغاز کو نقصان پہنچا کر تم اپنی حکومت اور اقتدار
کا انجام ڈھونڈ رہے ہو -

صادق پاکستانی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا - کہ نبیوں - فرشتوں اور

قطبوں کی قوم آج گدھوں کے قبضہ میں آئی ہوئی ہے۔ جو اسے نوچ لینا چاہتا ہے۔ بھوکے بھیڑیئے لپک لپک کر اس کی بوٹیاں نوچ لینا چاہتے ہیں۔ ہم اس قوم کو اپنی نگاہوں کے سامنے اس حالت میں نہیں دیکھ سکیں گے۔ یا درکھو۔ قوم مذہب سے بنتی ہے مجسٹریٹوں۔ ڈپٹی کمشنروں اور بدمعاش افسروں کی پشت پناہی کرنے سے قوم نہیں بنتی۔ "درد منت کش دوا نہ ہوا" کی فرمائش کرنے والے مجرم نہیں رمضان المبارک کی عزت اور اس کے احترام کے دعویداروں کی حالت یہ ہے کہ وہ رقص و سرود کی محفلوں میں جا کر غالب کی غزلوں کی فرمائش کرتے ہیں۔ اگر آغا ان کی روش پر نکتہ چینی کرتا ہے کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ رمضان کی عظمت کا احترام کرو۔ بازاروں اور گلی کوچوں کی دوکانیں بند کروانے والوں کے خلاف اگر آغا نیک نیتی سے مطالبہ کرتا ہے کہ تم ایسی ایسی حرکات کے مرتکب کیوں ہوئے۔ جس کے خلاف تم بڑے بڑے احکامات جاری کرتے ہو۔ اور اس کا یہ مطالبہ اگر جرم ہے۔ تو کشمیر و فلسطین کو بھلا کر "درد منت کش دوا نہ ہوا" کا شکوہ کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ آغا پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائیں۔ قوم کے سامنے جرأت سے پیش ہو کر "احتساب دو" کہ تم نے ایسی حرکت کیوں کی۔ اس موقع پر عوام نے باآواز بلند نعرے لگائے کہ انہیں میاں صاحب کی گرفتاری سے شدید طور پر رنج ہوگا۔ ہم انہیں گرفتار ہوتا دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے۔

صادق صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر سچائی سے کام لینا اور خدا لگتی کہہ دینا مجرم افسروں کے نکتہ نگاہ سے بغاوت ہے اور اس لئے

ہم سیفٹی ایکٹ سکم اہل نہیں۔ تو میں اعلان کرتا ہوں۔ میری یہ پیش کش میاں صاحب پر کوئی احسان نہیں۔ بلکہ میں دیانتداری سے مسلم لیگ کے کارکن ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔

مولانا عبد الستار خان نیازی جونہی سٹیج پر تشریف لائے۔ ہر طرف اللہ اکبر کے نعروں نے فضا کو معمور کر دیا۔ ہر طرف زندہ باد کے نعرے۔ میاں احسان الہی زندہ باد کی گونج نے ایک عجیب سماں پیدا کر رکھا تھا۔ مولانا نیازی نے تقریر کو جاری کرتے ہوئے کہا۔ کہ جن مدبروں اور لیڈروں نے تحریر و تقریر کی آزادی کے لئے جنگ لڑی تھی۔ آج وہی لوگ برسر اقتدار آ کر آزادی سلب کرنے پر تل گئے ہیں۔ آپ نے کہا۔ کہ یہ لوگ سیاست دان نہیں۔ بلکہ ابن الوقت ہیں۔ یہ وزارت کے بھوکے محض اسی فکر میں ہر جائز و ناجائز پر آمادہ ہیں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان کی وزارت چھن جائے۔

بعض لوگ کفارہ کے گناہ تلے دبنے سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کے اندر نختے الٹ پلٹ کرنے والوں کی یہ عادت ہو چکی ہے۔ کہ وہ غریبوں اور مفلسوں کو ہر قیمت پر زک دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ تم کہتے ہو۔ کہ ہمیں مونٹ بیٹن نے دھوکا دیا۔ خضر حیات نے تباہ کیا۔ ہماری تباہی میں انگریز کی کارستانیوں کو دخل حاصل ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہماری بربادی میں اینگلو محمڈن نوابوں کا ہاتھ ہے۔

آپ نے کشمیر کمیشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمیں اس مردود قدم پر قطعاً یقین نہیں۔ اگر حکومت پاکستان کشمیر کمیشن پر اعتماد کرتی ہے۔ تو اس کی یہ غلطی

ناقابل معاف متصور ہوگی۔ انگریز قوم پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ اینگلو محمڈن نواب آج بھی اسی لکیر پر چل رہے ہیں۔ جس پر ان کے فرنگی داتا نے ہدایت کی تھی۔

مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا کہ ہم پاکستان کو اپنا وطن بنانے نہیں آئے۔ بلکہ اسے اللہ کی حکومت بنانے آئے ہیں۔ ہمیں ہندوستان میں آزاد دین مل نہیں سکتا۔ اگر پاکستان میں بھی تم اسلام کو آزاد نہ دیکھ سکو۔ تو یقین کر لو۔ کہ اینگلو محمڈن امت کے خلاف ایک شدید جنگ لڑنی ہے۔ مسلمانو اس سلطنت کو خدا کی دنیا سمجھو۔ یاد رکھو کہ ہم نے پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا۔ کہ ہم یہاں سے فرعونوں اور قارونوں کو ختم کر سکیں۔ ہم آج تک سیفٹی ایکٹ کے خلاف سینہ سپر رہے ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ہم آئندہ بھی اس ایکٹ کو ختم کر کے دم لیں گے۔

آپ نے مزید کہا۔ کہ قائد اعظم کا نام لے کر چند لوگ ذلیل قسم کی کارستانیاں کرنے میں مصروف ہیں۔ ہم قائد اعظم کے نام کو غلط طور پر استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ سیفٹی ایکٹ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا۔ کہ یہ منسٹری سیفٹی ایکٹ ہے۔ اور اس کا دوسرا نام ڈی۔ سی۔ سیفٹی ایکٹ پبلک ہو سکتا ہے۔

آغا نہ کے پرنٹر پبلشر کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نیازی نے کہا۔ کہ میاں احسان الٰہی صاحب کے خلاف کیس چلایا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو ابھی اپنی قدر و عافیت معلوم ہوگی۔ جب کہ مجرم افسروں کو جرم ثابت ہونے کے بعد کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا یہی وہ وقت ہے جب کہ عوام لطف محسوس

کریں گے۔ الزامات کی فہرست ہمارے سامنے آنے دیجئے۔ بڑی حکومت کرنا اور کھلی عدالت میں الزامات ثابت کرنا جدا جدا باتیں ہیں۔ ہر شخص کو اس کی اپنی حیثیت سے اچھی طرح آگاہی ہو جائے گی۔

مولانا نے کہا۔ کہ ہر شخص کی پبلک زندگی کا عکس اس کی پرائیویٹ زندگی ہے اگر کسی کی پرائیویٹ زندگی بری ہے تو اس کی پبلک زندگی اچھی نہیں ہو سکتی۔ آپ نے اس امر پر زور دیا۔ کہ انگریز کے وہ قوانین جو افسروں کی بدعنوانیوں کو چھپانے کے لئے بنائے گئے تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد کارگر نہیں ہو سکتے۔

آپ نے اینگلو محمڈن نوابوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کہ تم بکریاں چرانے کے قابل نہیں ہو۔ انسان کیا چرا سکو گے۔ اگر یہ ہماری سیاست پر نہیں چل سکتے۔ تو یہ ہمارے نمائندے نہیں۔ یہ اینگلو محمڈن امت سے تعلق رکھتے ہیں۔"

آپ نے کہا۔ کہ تم نے جن لوگوں کو حکومت پر قابض کر رکھا ہے وہ چور ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کی جائیدادوں اور ساز و سامان کو بے دریغ لوٹا۔ ہم انہیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ کیفیت ہے۔ کہ تم اپنے مخالف لیگی کارکنوں کو جیلوں میں ٹھونسنے سے باز نہیں آتے۔

ہم پر زور دیا جا رہا ہے۔ کہ شراب کے جام چڑھانے دو۔ مگر ہم سے شریعت کا مطالبہ نہ کرو۔ ہم تمہیں یاد دلانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم نے یہ سلطنت اپنے خون سے بنائی ہے۔ کروڑ کے نفوس پر مشتمل ایک مستقل قوم نے تمہارے پاکستان کے لئے قربان ہو جانا منظور کر لیا۔ یہ تمام مصائب کیوں برداشت

کئے گئے۔ یہ سب کچھ اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے کیا گیا۔

تم اپنا وزیر نبنا ملتوی نہیں کر سکتے۔ تم تعزیرات ہند کو تبدیل کرنا کیوں گوارا کر سکتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم مجرم ہو اس لئے کہ تم قائد اعظم کی ساکھ بگاڑ رہے ہو۔

پبلک ریلیشنز ڈیپارٹمنٹ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے حکومت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ یہ محکمہ ہر جھیٹے میں ٹانگ اڑا رہا ہے۔ روابط عامہ کا تعلق تو اس محکمے کے ساتھ تھا ہی اب اخبارات سے جواب طلبی کرنے کا مسئلہ بھی اسی کے سپرد کر دیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی یہ پالیسی مذموم ہے۔

آپ نے اخبارات سے اپیل کی کہ آغاز کا مسئلہ پورے پریس کا مسئلہ ہے اگر آج آغاز زیر عتاب ہے تو کل کسی دوسرے کی باری ہے میر نور احمد سے متاثر ہوئے بغیر ضرورت ہے کہ ہر اخبار آغاز کی حمایت کرے کیونکہ ہر اخبار نوائے وقت کی طرح محمد ویٹ گزٹ نہیں ہو سکتا۔

آپ کی تقریر کے بعد الحاج ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ آرڈیننس دو طرح کا ہے ایک تو جلی پبلک سیفٹی ایکٹ اور دوسرا خفی پبلک سیفٹی ایکٹ۔ جلی ایکٹ کے مورد عتاب تو میاں احسان الہی ہوئے مگر خفی ایکٹ کی تلوار مجھ غریب پر بہت سال سے چل رہی ہے۔ مجھ پر اس تلوار کا آغاز ۱۹۱۵ء سے شروع ہوا۔ میں جہاں جہاں گیا۔ یہ تلوار ہر ملک میں چلتی رہی۔ پاکستان بنا۔ میں یہاں آیا۔ میں نے سوچا کہ پاکستان مجھے یقینی طور پر برداشت کرے گا مگر مجھے افسوس ہے کہ جن دنوں میں لاہور پہنچا۔ تو ایک سابق وزیر نے جو آج کل ہندوستان کے

گماشتے بنے ہوئے ہیں۔ میرے متعلق میرے ایک دوست سے کہا۔ کہ اس شخص کے لئے پاکستان میں کوئی جگہ نہیں۔ ایک دوسرے وزیر نے میرے متعلق کہا۔ کہ میں نہایت خطرناک ہوں۔ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں کس اعتبار سے خطرناک ہوں۔ کن لوگوں کے لئے خطرناک ہوں۔ بہرطور میں ان لوگوں کے لئے ایک اچھی خاصی مصیبت نظر آنے لگا۔ نہ جانے ان لوگوں کے لئے کتنے احسان الہی کتنے نیازی۔ کتنے نامی شریف اور کتنے شیدائی مصیبت بنیں گے؟

آپ نے فرمایا کہ سیالکوٹ نے میرے احترام میں محلہ وار جلسے کرنے کا پروگرام مرتب کیا۔ جب میں پہلے جلسہ میں شمولیت کی غرض سے پہنچا۔ تو مجھے سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ جلسوں کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا۔ بہانہ طرازیاں کی گئیں۔

بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ صوبہ مسلم لیگ نے انہی ایام میں ایک خاص تار کے ذریعے سیکرٹری صاحب کو متنبہ کیا تھا۔ کہ اس شخص کو آگے نہ آنے دیجئے۔ نہایت خطرناک آدمی ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ مجھ سے کوئی خطرہ محسوس کرنا کس حد تک جائز ہے بہرطور خدا گواہ ہے۔ کہ آج جب کہ مجھے آپ میدان میں لا رہے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں غریب ہوں۔ غریب زادہ ہوں۔ میری زندگی غریبوں کے لئے ہے۔ آپ کے لئے ہے کیونکہ میں آپ میں ہی بیٹھنے والا ہوں۔ میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اب اس پالیسی کو ترک کر دیا جائے۔ کہ جو شخص آگے بڑھنا چاہے اس کے منہ میں ہڈی دینے کی کوشش کی جائے۔

ہم اپنے ملک کے تحفظ کے لئے ہر قربانی دینے میں پیش پیش رہیں گے۔

یہ یقین دلاؤں کہ اگر ہر فرد کی توقعات کچھ غلط ہیں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس قدر
غلط اندیش شخص ہے۔ ہر فرد قیامت تک کوشش کرے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا
ہم نے ابھی بہت آگے بڑھنا ہے ضرورت ہے کہ قوم کا ہر فرد سپاہی بن جائے میرے
شانہ بشانہ کھڑا ہو میرے ہاتھ اور پاؤں بن جائے پھر دیکھئے کہ ہم کس قدر خوفناک
انقلاب رونما کرتے ہیں یقین جانئے کہ میں غریب ہوں غریب رہ کر زندہ ہوں اور
غریبوں میں ہی مروں گا۔

میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا ہم
نے ابھی بہت آگے بڑھنا ہے۔ ضرورت ہے کہ قوم کا ہر فرد سپاہی بن جائے۔۔

جالندھر کے ایک لیڈر میاں شمس الحق شمس نے بھی جلسہ میں تقریر کرتے
ہوئے حکومت کے اس فعل کی شدید طور پر مذمت کی جو اس نے "آغاز" کے خلاف
قدم اٹھا کر اختیار کیا۔ میاں صاحب نے شرعی نظام کا شدید طور پر مطالبہ کیا۔ کارکنوں
کی عام گرفتاریوں کی مذمت کرتے ہوئے مسٹر شمس نے کہا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ ہم
حکومت کی فرعون سامانیوں کو آخری بار ختم کر دینے پر تل جائیں

فضا نعرہ ہائے تکبیر سے معمور تھی۔ لوگوں کے جذبات شدید طور پر بھڑکے ہوئے تھے
ہر شخص نے عہد کیا۔ کہ وہ حکومت کی غلط کاریوں کو ختم کرنے کے سلسلہ میں اسی طرح
قربانیاں پیش کریں گے جس طرح خضر شاہی کو ختم کرنے کے سلسلہ میں انہوں نے لاٹھیاں
اور گولیاں کھائیں اور کئی ایک جواں سال شریعت کے شیدائیوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں

آغاز۔ ۳ر اگست ۱۹۴۷ء (لاہور)

وزیراعظم سرحد کو چیلنج

اٹک خاص برقیہ ۲۹ جولائی مشہور سرحدی مسلم لیگی لیڈر پاکستان مسلم لیگ کونسل کے رکن خان غلام محمد نے ایک خصوصی تار کے ذریعے انقلاب کے نام مندرجہ ذیل بیان بغرض اشاعت ارسال کیا ہے۔

وزیراعظم سرحد خان عبدالقیوم خان نے اگلے دن ایک پریس کانفرنس میں میرے اعتراضات کا جواب دینے کی بجائے انہیں من گھڑت قرار دے کر مجھے نہایت غیر ذمہ دار آدمی کہا ہے۔ کیا وزیراعظم اس بات کے لئے تیار ہوں گے کہ میری طرف سے لگائے ہوئے الزامات کی ہائی کورٹ یا دو ججوں کے ٹریبونل کے ذریعے تحقیقات کرائیں میں ان کے غلط ثابت ہونے پر ہر قسم کی سزا جھیلنے کیلئے تیار ہوں گا۔ اور اگر جیسا کہ مجھے یقین کامل ہے۔ وہ سچے ثابت ہوں تو وزیراعظم مستعفی ہو جائیں۔

ان الزاموں کے سچے یا جھوٹے ہونے کی جانچ کا ایک اور طریق بھی ہے۔ کہ ہم دونوں صوبے کی سولہ تحصیلوں کا دورہ کر کے انہیں عوام کے سامنے رکھیں کہ ہم دونوں میں سے کون غیر ذمہ دار ہے۔

کیا وزیراعظم سرحد اس معاملہ کا عوام سے فیصلہ کرانے کی جرأت رکھتے ہیں۔

میرے اس الزام کے جواب میں کہ وزیراعظم پبلک سروس کمیشن کے کام میں مداخلت کر کے اپنے حواریوں کو عہدے بانٹ رہے ہیں۔ آپ نے محض یہ

فرمایا ہے۔ کہ دراصل صوبے میں آدمیوں کی قلت ہے۔ اور ہم باہر سے آدمی منگوانے والے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ سرحد میں تعلیم یافتہ پٹھان نوجوانوں کی کمی نہیں۔ چاہئے تو یہ کہ ہر عہدے کے لئے کھلا امتحان رکھا جایا کرے۔ صرف اشد ضرورت کے وقت ہائی کورٹ کے ججوں کو مجسٹریٹوں کو عارضی طور پر مقرر کرنے کا اختیار دینا چاہئے۔ لیکن ایسے کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

وزارت سرحد کے تازہ آرڈی ننس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ اس ایکٹ کی رُو سے صرف خان عبدالقیوم ہی کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ وزارت اپنے مخالفوں کے وجود کو برداشت ہی نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ مسلم لیگی ہوں۔ یا کسی اور سیاسی پارٹی کے رُکن۔

ہم نے پاکستان کی جدوجہد آزاد وخود اختیار رہنے کے لئے کی تھی۔ اور ہم اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہر اقدام کر گزرنے پر تیار ہیں۔ میں پھر اپنے دعوے کو دہراتا ہوں کہ سرحد کی موجودہ اسمبلی عوام کی نمائندہ نہیں رہی ہے۔ موجودہ اسمبلی کے بیشتر رُکن اس وقت وہ ہیں۔ جو مسلم لیگ کی مخالف پارٹیوں کے ٹکٹ پر ایوان میں آئے ہیں۔ لہٰذا اخلاقاً انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس قسم کا کوئی غیر جمہوری قانون پاس کریں۔ جب وہ صحیح طور پر جمہور کے نمائندے نہیں۔

آخر میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے یہ بیان اکیس جولائی کو دیا تھا لیکن سنسر کے شعبے نے اسے صوبے سے باہر نہ نکلنے دیا۔ اس صورت حالات میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ صوبے میں کوئی سنسر نہیں ہے۔

(روزنامہ انقلاب لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۴۸ء)

وزیر اعظم سرحد کو چیلنج (۲)

وزیر اعظم سرحد نے خان غلام محمد لوند خوڑ کی آواز کو دبانے کی ایک مرتبہ پھر کوشش کی ہے۔ موخرالذکر نے آج سے دس روز پہلے ایک اہم بیان اشاعت کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن سرحد کی اس وزارت نے جو سنسر کے وجود سے انکار کر رہی تھی۔ اس بیان کو سنسر کیا۔ اور اپنے حق میں مضر پا کر اسے اخبارات تک پہنچنے کی رخصت نہ دی۔ مجبوراً موصوف نے صوبہ کی حدود سے باہر سنسر کے چنگل سے رہائی حاصل کی اور دنیا کو بتایا کہ وزیر اعظم سرحد نے اپنے تردیدی بیان میں حقائق پر کس طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔

خان عبدالقیوم نے کہا تھا کہ غلام محمد کے الفاظ بے بنیاد ہیں۔ من گھڑت ہیں، غلط و بہتان ہیں۔ ان کا یہ بھی فرمانا تھا کہ الفاظ کا کہنے والا بھی ثقہ اور قابل اعتنا نہیں۔ بلکہ پرلے درجے کا غیر ذمہ دار شخص ہے۔ مگر دنیا نے دیکھا کہ اس غیر ذمہ دار شخص کی اور کوئی بات سچی ہو یا نہیں اس قدر ضرور سچ ہے۔ کہ سرحد میں رہنمایان لیگ کی خبروں پر بھی سنسر کی سخت پابندی ہے۔ اور وزارت اپنی بدعنوانیوں کے خلاف ایک لفظ بھی کسی کے منہ سے نہیں نکلنے دیتی۔ پھر جہاں یہ الزام صحیح ثابت ہوا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ باقی نہ ہوں گے۔ خویش پروری، اقربا نوازی، بدعنوانی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایم۔ ایل۔ اے راج اور اس کے جلو میں آنے والی بدنظمی۔ سبھی الزامات خان غلام محمد نے دہرائے ہیں۔ اور چیلنج کیا ہے۔ کہ وزیر اعظم سرحد ان سے

اپنی بریت کا یقین دلانے میں سچے ہوں۔ تو تحقیقات عدالت کے سامنے آئیں اور اپنی صفائی پیش کریں۔

لیکن چیلنج قبول کرنے کی ہمت کس میں ہے؟ وہ تحقیقاتی عدالت میں آنے کی جرأت کیا کریں گے۔ جن کا دامنِ عمل تہی ہے۔ اور جن کا سرمایہ حیات خود ستائی کے الفاظ سے زیادہ کچھ نہیں! بے شک وزارت سرحد نے صوبہ کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے بعض اقدامات کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یوم استقلال پر چند درخت لگاکر قیدیوں کے لئے ایک زراعتی فارم کھول کر تپ دق کا چھوٹا سا ہسپتال جاری کر کے ان خرابیوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ سرحد کے عوام کے لئے مصیبت کا باعث بن رہی ہے۔ کیا صورت عمل سے آشنا ہونے پر بھی اس قسم کے اعلانات وزارت کی بدعنوانیوں کی تلافی کر سکتے ہیں۔ پھلوں کے چند سو درختوں کی آبیاری کرکے کیا وزارت کو اس بات کا حق حاصل ہو جائے گا۔ کہ وہ نظام حکومت کے اس پیڑ پر اپنی بداعنوانیوں کی کلہاڑی سے ضرب لگاتی رہے جس کی چھاؤں میں سرحد کے لاکھوں باشندوں کو آسائش ملنی چاہئے تھی۔ ایک زراعتی فارم کھولنے کے بعد وزارت کیا یہ دہشت کر لے گی۔ کہ اس کے منظور نظر ایم۔ ایل۔ اے عوام کے خرمن امن و سکون کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنائیں۔ اور پھر صوبہ کی پولیس زمینداروں کی کوٹھیاں بھرنے کے لئے سنگینیں دکھاکر کسانوں سے ان کی محنت کی پیداوار چھین لے؟ وزارت سرحد ذمہ داریوں کا احساس نہیں کر سکتی۔ تو وہ مخلص کارکنوں کا ارادہ کیوں روکے کھڑی ہے۔ لیکن اگر یہ الزامات غلط ہیں۔ اور اس کا

حساب پاک ہے۔ تو تحقیقاتی عدالت سے محاسبہ کرانے میں اسے باک کیوں ہے۔ وزیراعظم سرحد خان غلام محمد کا چیلنج قبول کرنے سے کیوں ہچکچاتے ہیں۔

(سفینہ یکم اگست ۴۸ء لاہور)

خان غلام محمد خان کی نظربندی

مسٹر عبدالقیوم وزیراعظم سرحد نے اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ جو چھری دشمنوں کے لئے تیز کی گئی اسے اپنوں کی گردنوں پر چلایا جا رہا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ خان غلام محمد خاں لونده خوڑ سے مسٹر عبدالقیوم کی ذاتی عداوت ہے۔ معاندت اس زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ جب دونوں کانگرس میں تھے۔ مسٹر عبدالقیوم نے انہیں گرانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کھسیانے ہو کر وزیرانہ اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ پچھلے دنوں اطلاع آئی تھی۔ کہ خان غلام محمد خان کے اسلحہ ضبط کر لئے گئے۔ آج خبر آئی ہے کہ انہیں مری میں حکومت سرحد کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ گرفتاری فرنٹیر سیفٹی آرڈی نینس کی دفعہ ۳ کے ماتحت عمل میں لائی گئی ہے۔ خان غلام محمد نہ فقیرایپی کے ایجنٹ ہیں۔ نہ عبدالغفار خاں کے ہواخواہ ہیں۔ دونوں سے ان کی مخالفت عداوت کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ پاکستان کے تمام دشمنوں کے عبدالقیوم سے بھی زیادہ دشمن ہیں۔ اس طرح سرحد کے تمام وزیروں سے بڑھ کر مسلم

لیگی ہیں۔ پھر ایسے مخلص مسلم لیگی کو کیوں گرفتار کیا گیا۔ صرف اس لئے کہ ان سے وزیر اعظم سرحد کی طبیعت برہم تھی۔ اور وہ انہیں ترقی کی راہ میں سنگ گراں سمجھتے تھے۔ یہی "جرم" تھا جس کی بنا پر انہیں آزادی سے محروم کیا گیا۔ یہ کتنا ظلم ہے۔ کتنی اندھیر گردی ہے۔ اور کس درجہ بے انصافی ہے۔ کہ وزیرانہ اختیارات سے ذاتی انتقام لیا جارہا ہے۔ مسلم لیگی حکومت بھی مسلم لیگیوں کو آزاد نہیں رہنے دیتی۔ تو وہ جائیں کہاں؟ ہم قائداعظم کو اس ستمرانی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے تحقیقات کرائیں۔ کہ وزیر اعظم سرحد نے خان غلام محمد خاں سے ذاتی انتقام تو نہیں لیا۔ اگر یہ الزام درست ثابت ہو۔ تو عبدالقیوم سے بھی وہی سلوک ہونا چاہیے جو مسٹر کھورو سے ہو رہا ہے۔

زمیندار ۱۲ر اگست ۴۸ء (لاہور)

سرحد میں طبقاتی جنگ

سول اینڈ ملٹری گزٹ کا ایک نامہ نگار جو حال ہی میں سرحد گیا تھا۔ رقمطراز ہے:۔

ایک ایسے شخص کو جو پاکستان بننے کے بعد پہلی مرتبہ سرحدی صوبہ کو دیکھتا ہے۔ وہ حیرت انگیز تبدیلیاں جو اس صوبہ میں رونما ہو چکی ہیں۔ ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔

شاید ماضی میں محض تخیل نے اس سنگلاخ ملک کی پہاڑیوں اور شہروں کے اردگرد عجیب و غریب رومان لپٹا ہوا تھا۔ اور اس کے باشندوں کو عمدہ روایات ارزانی کی ہوئی تھیں۔ اصل میں سرحد وہ ہے جسے ہم آج دیکھتے ہیں۔

لوگوں کے نظریے میں ایک جان لیوا سانحہ سرایت کر گیا ہے۔ جس سے ان کی مقامی دلکشی چھن گئی ہے۔ قصبوں اور شہروں کی شکستہ حالی اور ویرانی، بے رونق اور اداس بازار، اجاڑ دکانیں اور آمدورفت سے خالی شاہرائیں، ایسے شخص کے لئے جس نے سرحد کا شباب دیکھا ہے۔ افسوسناک نظارہ پیش کرتے ہیں۔

دو سال پہلے کے پشاور کی مال روڈ واضح طور سے یاد آجاتی ہے۔ ایک ایسی شاہراہ جہاں چمکیلی بند موٹریں اپنی امیرانہ ٹھاٹھ کی سواریوں کو صدر کی طرف یا کٹی باغوں کی طرف اور دوسری تفریح گاہوں کی طرف اڑاتی لے جا رہی ہیں۔ ہمیں چھاونی کا علاقہ یاد آتا ہے۔ عسکری سرگرمیوں کا ایک وسیع نظارہ ایک ایسی عسکری ادارہ جو دنیا کی بہترین بیرونی چھاونیوں کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسے اپنے صاف ستھرے پارکوں اور باغوں اور ہوٹلوں پر فخر ہے۔ جہاں صاحب لوگ دن بھر کے ہلاک کر ڈالنے والے کام سے فارغ ہو کر شام قبائلی علاقوں میں اپنے مداحوں کے سامنے اپنے کارناموں کی کہانیاں بیان کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

صدر اور قصہ خوانی بازار کا نقشہ ہماری آنکھوں میں کھچ جاتا ہے جہاں

کسل سند مسافر شاہین نظر اور کوی ہیکل قبا ئلیوں کو اپنی دل پسند تفریح
خٹک ناچ اور آزادی موسیقی یا انہیں اپنے بہترین تفریحی لباس میں ملبوس
مرغوں کی پالی پہ زور دار ہاو ہو میں مگن دیکھ کر اپنے تئیں بہلاتا ہے۔ ہم ان
لوگوں کو اب بھی رنگا رنگ لباس میں اور لہراتی ہوئی رسیوں کے ساتھ
بازاروں میں اکڑ کر چلتے پھرتے اور کبھی کبھی چالاک بنیئے سے تیز و تند لہجے
میں کسی سودا سلف پر جھگڑتے ہوئے تصور کر سکتے ہیں

تمام ہے۔ صدر بازار اور لال کرتی کے علاقوں میں ایک مختلف گروہ
دیکھا، مثلاً آفریدی، کابلی، کاروباری، اور قائدین شہر۔
دراصل بازار اور ان کے ہزار ہا چائے کے سٹال منتخب لوگوں کی تفریح گاہ
تھے۔ ایک اوسط درجہ کا پٹھان فطرۃً باتونی ہونے کی وجہ سے دن ختم ہونے
کے بعد بہت کچھ کہنے کے لئے رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے قہوہ خلنے سے زیادہ
کون جگہ مثالی ہو سکتی ہے۔ جہاں زبانیں گرما گرم چائے سے بسیار گوئی پہ تل
جاتی ہیں۔ لیکن یہ تاریک قہوہ خانے نئی روشنی کے انتہا پسند طبقے کے لئے
نہیں ہیں۔ وہ مال یا پھر قصہ خوانی بازار کو ترجیح دیتے ہیں۔

پرانا سرحد ختم ہو چکا ہے۔

ہاں جیسا میں دیکھتا ہوں، یہ سرحد تھا، نظر فریب اور پوشیدہ کار۔
یہ سب کچھ گزر چکا ہے۔ بہر حال خطرے کا ایک دھندلا اور بوجھل احساس
ہر جگہ پھیل رہا ہے۔ حتٰے کہ بے پروا اور خوش باش لوگوں کے ذہن بھی تاریک
خیالات اور شبہات سے گھنگھور معلوم ہوتے ہیں مجھے شہر میں گھومتے ہوئے

کئی مرتبہ روکا گیا۔ ہر مرتبہ ایک مختلف آدمی نے بڑھ کر مجھ سے میرے شناختی کارڈ کے متعلق دریافت کیا۔ کیوں کہ مجھ پر غیر مسلم ہونے کا شبہ کیا جارہا تھا۔

جب آخری مرتبہ ایسا موقع ہوا تو میں نے اپنے مخاطب سے جو بالکل سادہ لباس میں تھا۔ پوچھا کہ آخر یہ تمام سخت گیر حفاظتی اقدام کیوں رہے ہیں۔ لیکن جب تک اس نے میرا پریس شناختی کارڈ نہ دیکھ لیا۔ اس نے ظاہر نہ کیا۔ کہ حکومت ان لوگوں کے خلاف جن پر اجنبی ہونے کا شبہ ہے۔ یا جن کے متعلق یہ خیال ہے۔ کہ وہ کسی پریشانی کا سبب بن سکتے ہیں۔ یا اس میں امداد دے سکتے ہیں۔ سخت حفاظتی قدم اٹھا رہی ہے۔

ان واقعات نے مجھے دوسری تحقیقات پر آمادہ کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ بعض دلچسپ حقائق ظاہر ہوئے سرحد تکلیف کا متوقع ہے۔ فی الوقت یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ کس گوشے سے، لیکن جیسا کہ ایک سرکاری افسر نے کہا ہے جغرافیائی طور سے پاکستان میں ہم حقیقتاً ایک اہم پوزیشن کے مالک ہیں۔ اور یہ ہمسایہ ملکوں کے لئے ہم سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے میں بہت نفع بخش ہوگی۔

سیاسی مبصر سرحد کو ڈومنک پاکستان کے دفاع کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھتے ہیں۔ اس مرحلے پر یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ سرحد کی حکومت اور اس کے لوگ آزاد علاقہ کے قبائلیوں سے اپنی خو بو میں کچھ زیادہ مشترک نہیں ہیں۔ اور عام طور پر انہیں ایسا دشمن سمجھا جاتا ہے جو زمانہ جنگ یا زمانہ امن میں اپنی ہی مرضی کے مطابق سرگرم رہتے ہیں۔ وہ صرف اپنے جرگے کے سردار کا حکم مانتے ہیں۔

سیاسی بیداری

عوام میں دیہاتی یا نیم قصباتی علاقوں کا وسط درجہ کا آدمی سیاسی طور پر بیدار ہے۔ اور اسے موقع پرست سیاست دان بہ آسانی پھانس نہیں سکتے۔

عوام پیر مانکی، پیر کوٹڑی، خان قطب الدین اور دوسرے ایسے لوگوں کو جو سرحد میں بظاہر شرعی حکومت قائم کرنے کے لئے اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ایک سابقہ کنٹرہ کانگرسی اور اب ایک اعلیٰ سرکاری افسر کے کہنے کے مطابق "بہت بری طرح ناکام ہیں" کنکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔

اخلاق متاثر ہوا ہے

اس موجودہ مشینی آرے نے لوگوں کی اخلاقی حالت کو بڑی حد تک مجروح کر دیا ہے۔ کاروباری حلقوں میں تبدیلی بہت نمایاں ہے۔ جن میں ہندو سوداگروں اور ہندو کاروباری لوگوں کے اخراج سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے گذشتہ برس کے دوران میں عام استعمالی اشیاء کی درآمد لوگوں کی مانگ کے مقابلے رنجدہ حد تک گر گئی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ سرحد میں طبقاتی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ کچھ بارسوخ جاگیرداروں میں چند ایسے بلا قت ور سردار تھے جن کے غلے کے ذخیروں پر حکومت کے محکمہ سپلائی نے یلغار کر کے بھاری مقدار میں پوشیدہ غلہ برآمد کیا ہے۔

فارغ البال زمینداروں کی اکثریت بدنام کن تحقیقات کا شکار ہو رہی ہے۔ اور ایک سے زیادہ موقعوں پر یہ تحقیقات بار آور ثابت ہوئی۔ پوشیدہ غلہ کثیر مقدار میں برآمد کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے مغرور سرداروں کے وقار

کو جو عہد انگریزی میں ایسے سلوک سے محفوظ تھے۔ بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ اور
ان سرداروں نے اس تبدیلی کو کچھ زیادہ اپنے حسب پسند نہیں پایا۔ اس کے
سبب اور بہت سی دوسری تبدیلیوں کے سبب جن کے نتیجے کے طور پر پورے
زور کی گرفت عوام پر سے ڈھیلی ہو گئی ہے۔ جن کا انحصار مختصر الوقت تجارت،
دستی مصنوعات، اور گھریلو صنعتوں پر ہے۔ دو خاص طبقوں کی واضح اتھل
پتھل صوبہ کے سیاسی اور سماجی نظریوں میں صاف واضح ہے۔

اس وقت خان طبقہ کی تمام طاقتور جماعت بارسوخ ملکوں، خانوں،
اور ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو جاگیروں اور اراضی کی آمدن سے گلچھرے
اڑا رہے ہیں۔

اسے بخوشی برداشت نہیں کیا جائے گا

خان عبدالقیوم خان جن کا کہنا ہے۔ کہ وزارتی اکثریت اور ان کے کابینہ
کی وفاداری نے ان کے ہاتھ بہت مضبوط کر دیئے ہیں۔ اور وہ بڑی بڑی
زمینداریوں کو ختم کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ خان طبقہ کے ایک ترجمان
نے غیر مبہم الفاظ میں بتایا ہے۔ کہ ہم اسے بخوشی برداشت نہیں کریں گے۔
اور انہوں نے وزیر سرحد کے خلاف ایک مہم شروع کر دی ہے۔

پشاور کے ایک مشہور سیاسی ترجمان نے جو وزیر اعظم کی خان شکن
پالیسی کے سرگرم مداح ہیں۔ کہا ہے کہ عبدالقیوم خان کے مخالفین ناجائز واد
کرتے ہوئے ان کی علانیہ ملامت اس لئے کرتے ہیں۔ کہ وہ کشمیری ہیں۔ اور
وہ کہتے ہیں۔ کہ انہیں ایک پٹھان صوبہ کا وزیر اعظم بننے کا اسی لئے کوئی حق

نہیں ہے۔

بہرطور باخبر سیاسی حلقوں اور سرکاری حلقوں کی ایک کثیر تعداد کی یہ رائے ہے۔ کہ نئے انتخاب کی صورت میں موجودہ وزیر اعظم کامیاب نہیں ہو سکتے دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ کابینہ کی رہنمائی کے لئے صرف وہی موزوں ہیں۔ پنجاب کے برعکس سرحد خوش قسمت ہے۔ کہ وہ مسئلہ مہاجرین سے دوچار نہیں ہے۔ اس کے بازار صاف ستھرے ہیں۔ اس کی سڑکوں کے اطراف خانماں برباد پناہ گزینوں سے نہیں اٹے ہوئے، اس کی صحت کے لحاظ سے صفائی قابل تحسین ہے۔ لوگوں اور انتظامی محکمہ کے درمیان "پناہ گزینی" کی پیچیدگیاں سرے سے غائب ہیں۔

مجھ سے بہت سے لوگوں نے کہا۔ کہ سرحد میں پناہ گزین کوئی مستقبل نہیں رکھتے، اس کا اولین سبب زبان کا مسئلہ ہے۔ اور دوسرے باہر سے آنے والوں کے خلاف پٹھانوں کا صوبائی تعصب ہے۔

خوراک کا مسئلہ

خوراک کا مسئلہ صوبہ کے لئے شدید پریشانی کا موجب بنا ہوا ہے۔ محکمہ خوراک کے ایک اعلیٰ افسر نے کہا ہے۔ کہ قبائلی علاقوں کے لئے لگاتار غلہ بہم پہنچانے کی وجہ سے اس بارے میں صوبہ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، جب تک پنجاب ہماری امداد نہیں کرے گا۔ ہمارے لئے خوراک کی نازک حالت کا سامنا کرنا روز بروز بڑھتا جائے گا۔ اور یہ کبھی کبھی سنجیدگی کے حدود تک پہنچ جاتا ہے۔ انہوں نے شکر کو اس معاملہ میں ممکن سہارا ہونے

کی طرف اشارہ کیا۔

جرائم میں زیادتی

دوسری زیادہ حیران کن چیز سرحد میں گھناؤنے جرائم میں اچانک زیادتی ہے۔ گذشتہ ماہ میں ۱۱۱ قتل ہوئے اس سے پہلے ہر ماہ ۱۰ سے ۳۰ تک قتل کی اوسط تھی۔ "برفیلی یلغار" جیسا کہ اسے کہا جاتا ہے۔ قتل کی تعداد میں زیادتی کا سبب بتائی جاتی ہے۔ برف خریدتے ہوئے روزانہ بیس آدمی زخمی ہوتے ہیں۔ لوگوں کے مزاج گرم رمضان کی وجہ سے پہلے ہی بھڑکے ہوئے ہیں۔ اور برف کی کمیابی انہیں درست نہیں ہونے دیتی۔ جونہی برف بکنی شروع ہوتی ہے۔ حادثے رونما ہونے لگ جاتے ہیں۔

صنعتی نظام

اس وقت سرحد اور اس کی بے آئین پہاڑیوں میں واقعات کی صورت چاہے کچھ ہو۔ بلاخوف کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہاں کے ارباب نظم ونسق صوبہ میں جلد سے جلد تر صنعتی نظام رائج کرنے کے متعلق بہت سنجیدہ ہیں۔ عظیم ہیڈرو الیکٹرک اسکیمیں زیر تکمیل ہیں۔ یہ ان تمام صنعتوں کو طاقت مہیا کرینگی جنہیں صوبہ اختیار کرے گا۔ اور اس طرح صوبہ اپنے کثیر قدرتی ذرائع کی وجہ سے مستقبل قریب میں پاکستان کا صنعتی مخصوص مرکز بن جائے گا۔

(روزنامہ آزاد لاہور ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

پبلک سیفٹی ایکٹ

خاں عبدالقیوم نے سرحد میں پبلک سیفٹی ایکٹ کے نام سے جمہور المسلمین کو جو آزادی بخشی ہے۔ اس کی دفعہ ۵ سن لیجئے۔

جو شخص کوئی تقریر کرے گا۔ یا الفاظ سے (خواہ وہ تقریری ہوں یا تحریری) یا اشارات سے دکھائی دینے یا سنائی دینے والے اظہارات سے یا کسی اور طریقہ سے کوئی بیان یا افواہ یا اطلاع شائع کرے گا۔ جس سے عوام یا عوام کے کسی طبقہ میں خوف و دہشت پیدا ہو یا پیدا ہونے کا احتمال ہو یا وہ حکومت یا تاج کے کسی ملازم کی بدنامی کا باعث ہو یا ہونے کا احتمال رکھتا ہو۔ یا کسی مضر عمل کو تقویت پہنچاتا ہو یا پہنچانے کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے شخص کو تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ اب اس پر مزید تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔

(روزنامہ آزاد لاہور۔ ۱۳ جولائی ۱۹۴۸ء)

پنجاب سیفٹی ایکٹ

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارے ہاں سیفٹی ایکٹ کا استعمال ان دنوں اندھا دھند ہو رہا ہے۔ اور اس کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا کہ آیا جس شخص کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی ثابت شدہ الزام بھی

ہے۔ یا نہیں مثال کے طور پر ایک ہفتہ ہوا۔ لاہور کے ایک پرانے مسلم لیگی کارکن شیخ نذیر احمد ڈیڑھ ماہ شاہی قلعہ کی کال کوٹھڑی میں گزار کر آئے ہیں۔ موصوف کو محض اس بنا پر گرفتار کیا گیا تھا کہ انہوں نے ایک مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے مسلم لیگ کے سابق صدر خان ممدوٹ کو خط لکھا تھا۔ جس میں سیفٹی ایکٹ کے ناجائز استعمال کی شکایت کی تھی۔ اصل واقعہ صرف اتنا تھا۔ لیکن شیخ نذیر احمد پر الزامات کا ایک طومار باندھا گیا۔ اور انہیں پانچواں کالم اور معلوم نہیں کیا کیا کچھ اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ موصوف ۱۹۳۱ء سے مسلم لیگ میں ہیں۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے جان پر کھیل کر وہ کام کئے ہیں۔ کہ ان کو سن کر حیرت ہوتی ہے۔

دو دن ہوئے کہ ایک اور کسان کارکن عبدالرشید اشک نامی۔ شاہی قلعہ اور سنٹرل جیل میں تین ماہ کی قید کاٹ کر نکلے ہیں۔ ان کے خلاف بھی پولیس کوئی جرم ثابت نہیں کر سکی۔ صرف سرگودھا کے کسی پولیس افسر کی شکایت پر جو محض ذاتی عداوت کا نتیجہ تھی۔ موصوف کو دھر لیا گیا۔ اور تین ماہ تک بلاوجہ ان کو تنگ کیا گیا۔

کل کی اطلاع ہے۔ کہ ایک اور سیاسی کارکن لطیف احمد کو سیفٹی ایکٹ کے ماتحت جو سرگودھا گئے تھے۔ پولیس نے وہیں انہیں گرفتار کر لیا۔

لیکن ان تمام گرفتاریوں میں سب سے اہم گرفتاری سرحد کے ایک نہایت خاموش اور مخلص سیاسی کارکن مخدوم شاہ بنوری کی ہے۔ جو کچھ عرصہ سے لاہور میں مقیم تھے۔ مخدوم صاحب ان کارکنوں میں سے ہیں۔ جو ہنگامہ آرائی اور نام و نمود سے الگ تھلگ رہ کر ٹھوس کام کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔

بہار کے فسادات کے بعد موصوف وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور آٹھ ماہ تک وہ اس صوبہ میں ستم رسیدہ مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے۔ بہار کے فساد زدہ علاقے میں شاید کوئی گاؤں ایسا ہو گا جہاں مخدوم صاحب نہ گئے ہوں اور وہاں کے مسلمانوں کی حتی الوسیع مدد نہ کی ہو۔

پچھلے دنوں مشرقی پنجاب اور دہلی سے مصیبت زدہ مسلمان عورتوں کو نکالنے میں بھی مخدوم شاہ بنوری نے بڑا کام کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں مسلم لیگ کے کئی ممتاز رہنما موصوف کی خدمات کے معترف ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اب بھی اسی کوشش میں تھے۔ کہ پاکستان کے ارباب اختیار انہیں اس کا موقع دیں کہ وہ بدنصیب مسلمان عورتوں کی نکاسی کا کام زیادہ وسیع پیمانے پر کر سکیں۔

ایسے مخلص۔ خاموش اور تعمیری کام کرنے کی استعداد رکھنے والے مخلص کارکن کو جو عام معنوں میں سیاسی بھی نہیں رہے۔ اور جس نے اپنی زندگی کا مقصد مصیبت زدہ مسلمانوں کی خدمت بنا رکھا ہے۔ سیفٹی ایکٹ کا نشانہ بنانا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم حکومت سے درخواست کریں گے کہ وہ ہر شخص کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکے اور آدمی کو پہچاننے میں دوربینی اور مآل اندیشی سے کام لے مخدوم شاہ بنوری ان لوگوں میں سے ہیں۔ کہ وہ جس سیاسی جماعت میں بھی ہوں۔ ان کی امانت اور خلوص پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور ان سے کسی ایسی حرکت کی توقع نہیں کی جا سکتی جو حق و انصاف کے خلاف ہو۔ اور اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔

(امروز ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء لاہور)

قلات میں بغاوت

مضافات قلات میں کافی گڑبڑ پیدا ہو چکی ہے۔ جھالاواں کا حق دار سردار نور دین بنگل جھالاواں پر قابض ہو چکا ہے۔ گوہر خاں زرک زئی کے باغی ہونے پر نواب زرک زئی بھاگ کر قلات پہنچ گیا ہے۔ بنگل قوم اور گوہر خاں زرک زئی نے باقاعدہ علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔

ایک اطلاع کے مطابق وہ مکران اور جھل مگسی میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور حملے کے لئے موقع کی تاڑ میں ہیں۔ تاکہ جھل مگسی پر قبضہ کر کے سندھ میں بھی لوٹ مار کی جائے۔

اس سلسلے میں دو طرح خبریں گرم ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ ہنگامہ محض لوٹ مار کے لئے ہے۔ مگر خان معظم کے مخالفین کا کہنا ہے۔ کہ یہ سب کچھ خان معظم کے اپنے اشارے پر ہو رہا ہے۔ بہر حال پاکستانی فوجیں قلات میں طلب کر لی گئی ہیں۔ جو متعلقہ علاقوں کی حفاظت کر رہی ہیں۔

(روزنامہ انقلاب لاہور ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء)

وزارتی حلقوں میں کھلبلی

لاہور، انقلاب کے سیاسی نامہ نگار سے ۱۹ جولائی۔ قائد اعظم گورنر جنرل پاکستان کو دفعہ ۹۳ کے اختیار ملنے سے وزارتی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی ہے۔

اور انہیں خوف ہے۔ کہ مغربی پنجاب میں آئین معطل ہو جائے گا۔
میں نے ۱۷ جون کے اخبار میں مغربی پنجاب کے آئینی حالات کا جائزہ لے کر یہ لکھا تھا۔ کہ اگلے دو تین مہینے کے اندر اندر مغربی پنجاب میں آئین معطل کر دیا جائے گا۔ اور گورنر وزارت کو برخاست کر کے اپنے مشیر مقرر کریگا۔
اب اس بات کا امکان پہلے سے کہیں بڑھ گیا ہے۔ آئین معطل کرنے کے اختیار ملنے کے موقع پر کراچی میں خان ممدوٹ کی موجودگی اس امکان کو زیادہ تقویت دیتی ہے۔
اس وقت وزراتی حلقوں میں مغربی پنجاب میں دفعہ ۹۳ کے نفاذ کے بارے میں بہت چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اور وزراکو اپنی پوزیشن کے بارے میں بہت خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔
خان ممدوٹ کی نئی "عوامی" وزارت کو بنے ڈیڑھ مہینہ گزر گیا۔ لیکن نہ مہاجرین کی حالت بہتر ہوئی نہ صوبے کا نظم و نسق درست ہوا۔ اور نہ یہ امکان ہے۔ کہ آئندہ ڈیڑھ دو مہینے میں بہتری کی کوئی صورت پیدا ہو۔

"شہادت"

مجھے قابلِ اعتماد حلقوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ خان ممدوٹ برخاست ہونے سے پہلے "شہید" بننے کی کوشش کریں گے۔ اور مہاجرین کی ضلع وار آبادکاری کے سوال پر مرکزی حکومت سے بھڑ جائیں گے۔ تاکہ اس سوال پر وہ مستعفی ہو جائیں۔ اور برخاست ہونے سے بچ جائیں۔

"آلودہ اور غیر آلودہ" حضرات

ایم۔ ایل۔ اے حضرات ہیں جن کا دامن ناجائز الاٹمنٹ کے داغ سے پاک ہے۔ ان کی رائے یہی ہے۔ کہ اگرچہ مرکز کو عام صوبائی امور میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے لیکن جب حالات ناقابل برداشت حد تک پہنچ جائیں تو آئین معطل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

جن لوگوں کا دامن الاٹمنٹ سے آلودہ ہے۔ وہ تعطل کے امکان پر بہت بھنا رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں خوف ہے۔ کہ اگر اختیارات گورنر کے ہاتھ آ گئے۔ تو ہضم کی ہوئی چیزیں اگلنی پڑیں گی۔

بہرحال مستقبل میں بہت سی دلچسپیوں کا انکشاف ہوگا۔

(روزنامہ انقلاب لاہور ۱۱ جولائی ۱۹۴۸ء)

قیوم وزارت اور سامراج

مردان۔ ۱۱ر جولائی۔ سیکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ، مردان مسٹر محمد افضل نے ذیل کا تار "سفینہ" کو بھیجا ہے۔

صوبہ سرحد کے مشہور مسلم لیگی لیڈر خان غلام محمد خاں کا لائسنس اسلحہ بغیر کسی وجہ بتائے حکومت سرحد نے ضبط کر لیا ہے۔ کسی عزت مند آدمی سے اسلحہ کا چھین جانا اس کی موت کے مترادف ہوتا ہے۔ کیا ایسے خیال سے قیوم وزارت انگریزی راج کے قابل مذمت کارناموں کی یاد تازہ نہیں کر رہی ہے۔ (سفینہ لاہور ۱۱ر جولائی ۱۹۴۸ء)

میانوالی میں لاقانونی

میں نے ضلع میانوالی کا حال ہی میں دورہ کیا ہے۔ وہاں کے حالات دیکھ کر حیرت ہوئی کہ افسران اعلیٰ کیا کر رہے ہیں۔ وہاں قانون کا احترام نام کو بھی نہیں ہے۔ میانوالی تحصیل میں، اور شہر میں دن دہاڑے گولیاں چلتی ہیں۔ قتل ہوتے ہیں۔ اغوا کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ کوئی بھی شریف انسان لمحہ بھر کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ رات کو ٹرینوں میں سفر کرنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ ہر ٹرین میں واردات ہوتی ہیں۔ پولیس کو اطلاعیں دی جاتی ہیں۔ مگر کوئی جوابی کاروائی نہیں کی جاتی۔ میانوالی کے مسلح ڈاکو تحصیل تلہ گنگ پر عام ڈاکے مارتے ہیں۔ بیل، اونٹ وغیرہ ہانک کرلے جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی ملتا ہے۔ چھین کرلے جاتے ہیں۔ ڈھک جو تحصیل تلہ گنگ

اور میانوالی کی سرحد پر ایک پہاڑی ہے۔ دن رات ڈاکوؤں کے مسلح گروہ کا اڈہ بنی رہتی ہے۔ پولیس دیکھتی ہے اور آنکھیں دوسری طرف پھیر دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب وہاں کوئی حکومت ہی نہیں ہے۔ پولیس اس قدر کمزور ہے کہ کسی بھی ڈاکو کو پکڑنے کی جرأت نہیں کرتی۔ ان حالات میں جو بالکل صحیح اور سنجیدہ اہم ہیں۔ کیا حکومت مغربی پنجاب فوری طور پر توجہ دے گی۔ اگر حکومت نے توجہ میں ذرہ بھی سستی کی تو اس کا اثر باقی تمام علاقہ میں پھیل جانے کا فوری خطرہ ہے کیونکہ اس تمام علاقہ میں تقریباً ہر شخص مسلح ہے۔ بعض بعض مکمل گاؤں کا تو پیشہ ہی ڈاکہ زنی ہے۔ ("آغاز" لاہور ۱۷ر جولائی ۱۹۴۸ء)

صوبہ سرحد اور قیوم وزارت

لاہور ملورینگ ہوٹل میں پریس کانفرنس کے سامنے بیان دیتے ہوئے صوبہ سرحد کے مشہور مسلم لیگی لیڈر خان غلام محمد خاں لوند خوڑ نے بتایا۔ کہ ہمارے صوبے کو فقیر ایپی سے کوئی خطرہ نہیں البتہ اگر خطرہ ہے تو وہ قیوم وزارت سے ہے۔ جس نے اپنی نااہلی، بے تدبیری، رشوت ستانی اور کنبہ پروری نے لوگوں کی جان عذاب میں کر رکھی ہے۔ اور جس شہری آزادی کو لوگوں نے سالہاسال کی قربانیوں کے بعد حاصل کیا تھا وہ اب فرنٹیر جرائم ریگولیشن اور سیفٹی آرڈی نینس نافذ کرکے چھین لی گئی ہے۔ خان موصوف نے اس امر کی صراحت فرمائی۔ کہ سرحد کے پٹھان پاکستان کے وفادار ہیں۔ اور عبدالقیوم خاں نے محض اپنے سیاسی مخالفوں اور

اپنی وزارت کے نکتہ چینیوں سے انتقام لینے کے لئے پٹھانستان کو ایک ہوّا بنا رکھا ہے۔

خان غلام محمد خاں نے صوبہ سرحد کی موجودہ صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس وقت صوبہ میں مکمل طور پر آرڈی ننس راج قائم ہے۔ اور جو شخص بھی وزارت کی غلط کاریوں کے متعلق زبان کھولنے کی جرأت کرتا ہے۔ خواہ کتنا ہی پرانا مسلم لیگی کیوں نہ ہو اور مسلم لیگ کو مستحکم کرنے میں اُس نے کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دی ہوں۔ قیوم وزارت اُسے پاکستان کا دشمن اور ففتھ کالم کہہ کر پکڑ لیتی ہے اور بغیر مقدمہ چلائے جیل میں ٹھونس دیتی ہے۔

آپ نے بتایا۔ کہ آجکل صوبہ سرحد میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ باہر کی دُنیا کو قصداً اس سے بے خبر رکھا گیا ہے۔ خود صوبے کے اندر اخبارات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور جو ایک آدھ اخبار ہے۔ اسے وہی کچھ کہنا پڑتا ہے۔ جو ڈائریکٹر انفرمیشن کی طرف سے انہیں دیا جاتا ہے۔ باہر خبریں بھیجنے پر سخت سنسر ہے اور اس کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے۔ کہ صوبے کی خبر باہر نہ نکل سکے۔

آپ نے شہری آبادی کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ سرحدی عوام نے کن مشکلات کے بعد شہری آزادی کو حاصل کیا تھا۔ ابھی ایک سال نہیں گذرا کہ ایسی آزادی کی خاطر پانچ ہزار آدمی جیلوں میں گئے اور تقریباً چالیس پچاس ہزار کے قریب کانگریس وزارت کے عہد میں پولیس سے لاٹھیاں کھائیں۔ لیکن یہ کتنا ظلم ہے کہ آج مسلم لیگ ہی کی نام لیوا وزارت اہل سرحد کو ایسی شہری آزادی سے محروم کر رہی ہے۔

سُرخ پوش اور پاکستان سے وفاداری

خان موصوف نے سُرخ پوشوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جہاں تک میں ان کو جانتا ہوں۔ میں یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ پاکستان کے خلاف نہیں۔ البتہ وہ وزارت کے خلاف ضرور ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ مسلم لیگ کی وزارت ہے بلکہ محض اس لئے کہ وزارت نااہل ہے اور اس کی بدعنوانیوں سے عوام پریشان ہیں اور اس کا ظلم قابلِ برداشت نہیں رہا۔ آپ نے بتایا کہ صرف سُرخ پوش ہی قیوم وزارت کے مخالف نہیں۔ بلکہ وہ بڑے بڑے مسلم لیگی کارکن جنہوں نے سالہا سال تک مسلم لیگ کے لئے کام کیا ہے وہ بھی وزارت کے خلاف ہیں۔

خان غلام محمد خاں نے انکشاف کیا۔ کہ اس وقت سیفٹی آرڈی نینس کے ماتحت جو لوگ گرفتار کئے جا رہے ہیں۔ اُن میں سے ۸۰ فیصدی مسلم لیگی وہ ہیں جو قیوم وزارت کی بدعنوانیوں سے بیزار ہیں اور اس کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں

ایم۔ ایل۔ اے حکومت

موصوف نے بتایا کہ صوبہ کی موجودہ وزارت پر عوام کو مطلق کوئی اعتماد نہیں ہے یہ دراصل ۲۲ ایم۔ ایل۔ اے حکومت ہے جنہیں عبدالقیوم خاں ہر قیمت پر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ انہیں ایم۔ ایل اے کو مطمئن کرنے کے لئے انہوں نے چھ ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپل کمیٹیوں کو معطل کر دیا ہے تاکہ ان کے ایگزیکٹو آفیسر ایم۔ ایل اے کو بنایا جاسکے اور اس طرح ان کے ووٹ وزارت کے حق میں حاصل کئے جائیں۔

سچ پوچھئے تو ان ایم۔ ایل اے کے فائدے کے لئے صوبے کو تباہ کیا جا

جمہوری اداروں کو تباہ کیا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ محض اس لئے کہ ہم نا ایم۔ ایل۔ اے وزارت کا ساتھ دیں اور عبدالقیوم خاں وزارت عظمیٰ کی مسند پر براجمان رہیں۔

مسلم لیگ کے حقیقی دشمن ۔ خان غلام محمد خاں نے بتایا کہ عبدالقیوم خاں نے محض اپنی مطلق العنانی کے لئے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے نظام کو ختم کرنے کی سازش کی۔ انہوں نے ہر جگہ باقاعدہ لیگ کے مقابلہ میں ایک بے قاعدہ لیگ بنوائی۔ اور اس طرح دونوں کو لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہا۔ عبدالقیوم خاں نے اس سلسلہ میں یہاں تک کیا کہ اگر ایک علاقہ میں ایک مسلم لیگی ہے۔ تو انہوں نے اس کے خلاف وہاں کے ایک اور آدمی کو کھڑا کر دیا۔ اور حکومت کی طرف سے اُس کی پشت پناہی کی اور اُسے مسلم لیگ کی مخالفت پر اُبھارا۔

الغرض کوئی فتنہ نہیں جو عبدالقیوم خاں نے اپنی وزارت کے لئے صوبہ سرحد میں نہ کھڑا کیا ہو اور بھائی کو بھائی سے لڑانے کی کوئی تدبیر نہیں جو انہوں نے نہ کی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ آج صوبہ میں سوائے چند افراد کے کوئی شخص بھی قیوم وزارت سے خوش نہیں۔

مکمل انتشار اور بدنظمی

آخر میں خان غلام محمد خاں نے فرمایا۔ کہ صوبہ سرحد کی حکومت کا کوئی محکمہ نہیں۔ جس میں بدنظمی اور انتشار آخری حد کو نہ پہنچ گیا ہو۔ آپ نے بتایا کہ پبلک سروس کمیشن کو عملاً معطل کر دیا گیا ہے اور پچھلے دنوں بیس کے قریب پی۔ سی۔ ایس کو براہِ راست حکومت نے نامزد کیا۔ اور یہ سارے کے سارے وہ لوگ تھے۔ جو قیوم وزارت کے حامی تھے اور انہیں اس حمایت کی یہ قیمت ادا کی گئی تھی۔

سول سپلائیز کی ابتری کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ کپڑا اور چینی آتی ہے۔ لیکن اندر ہی اندر غائب ہو جاتی ہے۔ اور کوئی بتا نہیں سکتا کہ وہ کہاں گئی۔

آپ نے بتایا کہ قیوم وزارت نے پناہ گزینوں کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا۔ کوئی سوا دو لاکھ غیر مسلم ترک وطن کر گئے ہیں یہ ۴۸ ہزار سکونتی مکان اور تقریباً ۱۲ ہزار دوکانیں چھوڑ گئے۔ اور ان کے مال و متاع کا تو ذکر نہ کیجئے۔ لیکن یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا۔ کہ اب تک سرحد میں صرف پانچ ہزار کے قریب پناہ گزین بحال کئے گئے ہیں۔

نئے انتخابات ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں خان غلام محمد خاں نے فرمایا کہ اس افراتفری اور بدنظمی کا صرف ایک ہی حل ہے کہ موجودہ اسمبلی کو برخاست کر دیا جائے۔ صوبے میں نئے انتخابات ہوں اور سرحد کے عوام کو موقعہ دیا جائے کہ وہ صحیح نمائندوں کو چُنیں۔

آخر میں آپ نے اخبار نویسوں سے اپیل کی۔ کہ وہ اپنے میں سے تین چار اخبار نویسوں کو منتخب کر کے صوبہ سرحد بھیجیں جو جا کر خود وہاں کے حالات کا مطالعہ کریں اور لوگوں کو صحیح صحیح خبریں دیں۔ (امروز)

ہمارے نامہ نگار سے

قہقہہ خان غلام محمد نے سرحدی وزارتی تاریخ بیان کرتے ہوئے جب یہ کہا۔ کہ صاحبزادہ عبدالقیوم کی وزارت کے بعد ڈاکٹر خان کی وزارت اور ڈاکٹر خان کی وزارت کے بعد سردار اورنگ زیب کی وزارت اور سردار اورنگ زیب کی وزارت

کے بعد ڈاکٹر خان کی وزارت اور ڈاکٹر خان کی وزارت کے بعد خواجہ عبدالقیوم کی وزارت۔ ۔ ۔ ۔

تو اخباری نمائندے متحیر ہو گئے۔ کہ یہ کون سی وزارت کا ذکر ہے۔ انہوں نے استفسار کیا۔ خان غلام محمد نے جواباً بتایا۔ کہ خواجہ عبدالقیوم کی وزارت سے جو آجکل ہم پر مسلط ہے۔

اورینٹ پریس کا نمائندہ

خان صاحب نے بتایا کہ خان عبدالقیوم نے اپنے حق میں پراپیگنڈا کرنے کا صلہ اورینٹ پریس کے نمائندے کو یہ دیا ہے۔ کہ اسے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنا دیا گیا ہے۔

قائداعظم سے درخواست

خان صاحب نے بتایا کہ صوبہ مسلم لیگ نے قائداعظم کے ورود سرحد کے موقع پر اس تمام داستان ظلم کو اُن کے سامنے پیش کیا تھا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ ایک آزاد ٹریبونل ہمارے پیش کردہ الزامات کی چھان بین کرے۔

(”آزاد“ لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

سرحد کی سرزمین بے آئین

سرحد کے مسلم لیگی رہنما اور پاکستان مسلم لیگ کے رکن خان غلام محمد خاں نے یونائیٹڈ پریس سے ایک انٹرویو کے دوران میں کہا۔ کہ پچھلے دس سال سے مجھے خان عبدالغفار خاں سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا۔ میرے اُن سے شدید

اختلافات رہے ہیں لیکن جہاں تک ان کی گرفتاری کا تعلق ہے۔ مجھے اس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے۔ کہ انہیں فرنٹیر جرائم ریگولیشن ایکٹ کے ماتحت پکڑا گیا ہے۔ جس کی تنسیخ کے لئے سرحدی عوام پچھلے ۴۵ سال سے جدوجہد کر رہے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ خان عبدالغفار خاں اور دوسروں پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے تاکہ عوام کو احساس ہو۔ کہ صوبہ سرحد میں قانون کا راج ہے۔

خان صاحب نے کہا۔ صوبہ سرحد کی عوامی شخصیتوں نے حکومت سرحد کے مفاد کے پیش نظر موجودہ وزارت کی اصلاح کی جتنی کوششیں کیں۔ وہ سب کی سب مٹی میں مل گئیں۔ آپ نے موجودہ وزارت کی رشوت ستانی۔ کنبہ پروری اور بدنظمی کا علاج یہ بتایا۔ کہ موجودہ اسمبلی توڑ کر نئے انتخابات کرائے جائیں۔

(انقلاب لاہور۔ ۱۶ جولائی ۱۹۴۸ء)

پولیس کی دراز دستی

قارئین کو معلوم ہے۔ کہ ۵ جولائی کو لاہور میں مسلم لیگی کارکنوں کا ایک اجتماع ہوا تھا۔ جس میں منجملہ اور باتوں کے اس صورت حال پر بھی غور کیا گیا تھا کہ

”ہمارے صوبے میں آج سینکڑوں مسلم لیگی اور دوسرے سیاسی کارکن جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند ہیں اور نہ صرف یہ کہ ہمارا صوبہ بلکہ پورا پاکستان بڑی تیزی سے پولیس ریاست بن رہا ہے۔“

مغربی پنجاب کے مسلم لیگی کارکنوں نے اس صورت حال پر سخت تشویش کا اظہار کیا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ شہری آزادی کو بحال کرے اور پولیس کی دراز دستیوں کو روکے۔

اس قرارداد کو منظور کئے ابھی دو دن ہی گذرے تھے۔ کہ خود مغربی پنجاب کے پایہ تخت میں عین مال روڈ پر اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا گیا۔ کہ ہمارا صوبہ کس تیزی سے پولیس ریاست بن رہا ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس جیسی ذمہ دار اور نیم سرکاری ایجنسی نے ۸ رجولائی کو یہ خبر دی ہے کہ کمرشل بلڈنگ کے سامنے مال روڈ کے ایک سپاہی اور سی۔ آئی۔ ڈی۔ کے ایک انسپکٹر نے کریک ٹیکیکل کالج کے ایک طالب علم عبدالحق کو بغیر کسی قصور کے پیٹتے پیٹتے ادھ موا کر دیا۔ طالب علم مذکور ہسپتال میں پڑا ہے اور اس کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔

خاص لاہور شہر میں عین مال روڈ پر اور وہ بھی دن دہاڑے۔ پولیس کی یہ جرأت کہ وہ بلا قصور ایک طالب علم کو مار مار کر ادھ موا کر دے۔ ایسا ظلم تو شاید حضری عہد میں بھی نہ ہوا ہوگا۔ جو آج مسلم لیگ کی حکومت میں پولیس کھلے بندوں کر رہی ہے ذرا اندازہ لگائیے۔ کہ جب لاہور جیسے شہر میں پولیس کی ستم رانی اس حد کو پہنچ گئی ہے تو دور افتادہ دیہات میں جہاں پولیس کے خلاف کوئی داد فریاد سننے والا نہیں ہوتا۔ وہاں پولیس کا کیا رویہ ہوتا ہوگا۔

ہمیں ایک عرصہ سے مختلف علاقوں سے پولیس کی زیادتیوں کے متعلق اطلاعات پہنچ رہی ہیں۔ لیکن لاہور کے اس واقعہ کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ہمارے ہاں کے غریب دیہاتیوں پر پولیس کے ہاتھوں کیسے گزری ہوگی۔ اور

اور عوام کی حکومت کی پولیس نے عوام کی زندگی کیسی تکلیف دہ بنا دی ہوگی۔

اس واقعہ کو آج تین روز ہو رہے ہیں۔ لیکن اب تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سلسلہ میں حکومت نے کیا قدم اٹھایا ہے اور پولیس کے سپاہی اور اس کے حمایتی سی۔ آئی۔ ڈی کے انسپکٹر کی اس نازیبا حرکت کے متعلق کیا کارروائی کی ہے کسی اور آزاد ملک میں اگر پولیس اس طرح کی زیادتی کرتی تو ملک میں کہرام مچ جاتا اور وزیر داخلہ کو یا تو مستعفی ہونا پڑتا۔ یا پولیس کے ایسے غیر ذمہ دار افراد کے خلاف تعزیری کارروائی کی جاتی۔ لیکن تعجب ہے کہ ہماری حکومت نے اس معاملے میں نوٹس تک نہیں لیا۔ اور وہ خاموش بیٹھی ہے۔

حکومت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس معاملے کی جلد سے جلد تحقیق کرائے۔ اور اگر پولیس کے ملازموں کا قصور ثابت ہو جائے تو انہیں سخت سے سخت سزا دے۔ آج اس عوامی دور میں یہ پولیس راج کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حکومت نے پولیس کو اسی طرح بے عنان چھوڑ دیا۔ تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا اور عوام کی حکومت سے بددلی جو پہلے بھی کچھ کم نہیں ہے اور زیادہ بڑھ جائے گی اور یہ مسئلہ لاعلاج حد تک پہنچ جائے گا۔

(امروز ۱۲ جولائی ۱۹۴۸ء)

محبان وطن کی گرفتاری

لاہور ۹ جولائی۔ مغربی پنجاب کی ڈیموکریٹک یوتھ لیگ کے صدر مسٹر

احمد سعید کرمانی نے پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت محبانِ وطن کی گرفتاریوں کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اس ایکٹ کو منسوخ کرے اور قیدیوں کو رہا کرے۔

آپ نے کہا۔ موجودہ قیادت حقائق سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ وہ ہر محب وطن کو جیل میں ٹھونس رہی ہے۔

جن نوجوان محبانِ وطن نے اپنے محبوب نصب العین پاکستان کے حصول کی جنگ میں قربانیاں دیں۔ آج وہی جیل کی سلاخوں میں سے انصاف کے لئے پکار پکار کر مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیا ہم ان نوجوانوں کی پکار کو نہیں سنیں گے؟ کیا ہم ایک جمہوری ترقی پسند اور خوشحال پاکستان کی تعمیر میں ان کی خدمات سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے؟

وقت آگیا ہے۔ کہ مغربی پنجاب کی حکومت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے۔ پبلک سیفٹی ایکٹ کو منسوخ کرے۔ محبانِ وطن کو رہا کرے اور اس طرح صوبے بھر میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو کم کرنے کی کوشش کرے۔

مسٹر احمد سعید کرمانی نے اپنے بیان کے آغاز میں کہا۔ مغربی پنجاب کی ہر دلعزیز وزارت ابھی تک پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتاریاں کر رہی ہے۔

سامراجی تسلط کے پرانے نشان

جس قانون سے عوام کو سخت نفرت تھی اور جس کی تنسیخ کے لئے عوام نے مسلم لیگ کی رہنمائی میں خضری نوکرشاہی سے ٹکر لی۔ آج اسی قانون کی تلوار مسلم لیگ کے بہترین اور دیانتدار کارکنوں کی گردن پر لٹک رہی ہے۔ اس

سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پاکستان تو بن گیا۔ لیکن سامراجی تسلط کے پرانے نشان ابھی تک نہیں مٹے۔

پاگل پن

مسٹر کرمانی نے کہا۔ یہ نوکر شاہی کا پاگل پن ہے۔ کہ وہ قوم کے ہر آزمودہ سپاہی کو ففتھ کالم گردانتی ہے۔ بھلا وہ لوگ پاکستان سے کیسے غداری کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے گذشتہ نظام کے ظلم سہے اور پھر جرأت سے کام لے کر اتحاد پارٹی کے سحر کو توڑ کر ان لوگوں کے لئے راستہ صاف کیا۔ جو آج ہمارے لیڈر بنے ہوئے ہیں۔ لیکن نوکر شاہی اس طرف دھیان نہیں دیتی۔ وہ نوجوانوں کو خدمتِ پاکستان کے مواقع سے محروم کر رہی ہے۔

مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں۔ کہ آج ہم ایک بحرانی دور سے گذر رہے ہیں لیکن عوام کو اس بحران سے نکالنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم ایک طرف اپنے مسائل کو جمہوری زاویۂ نگاہ سے حل کرنے کی سعی کریں۔ اور دوسری طرف برسرِ اقتدار گروپ کی پالیسی پر آزاد اور کھلی نکتہ چینی کریں۔

(انقلاب لاہور ۱۱ر جولائی ۱۹۴۸ء)

پاکستان اور قلات میں جنگ

قلات ۱۵ر جولائی سرکاری طور پر اس اطلاع کی تصدیق ہو گئی ہے۔ کہ خان آف قلات کے چھوٹے شہزادہ عبدالکریم سابق گورنر مکران کو کل صبح ہر بوئی (قلات

سے ۱۶ میل دُور) گرفتار کر لیا گیا - اس کے ساتھ اس کے ۱۶۰ ساتھی بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں - پاکستان کی فوج کو اطلاع ملی تھی کہ شہزادہ عبد الکریم اپنے ۵۰۰ مسلح ساتھیوں سمیت ریاست قلات میں داخل ہو گیا ہے - چنانچہ ۴۰۰ پاکستانی فوجیوں نے ہر بوئی میں اس کا محاصرہ کر لیا - اس جگہ پاکستان کی فوج اور شہزادہ عبد الکریم کے لشکر نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں - جس میں شہزادہ کے دو سپاہی ہلاک اور چند ایک مجروح ہوئے - لڑائی کی اثنا میں عبد الکریم کے ۵۰۰ مسلح نوجوانوں میں سے بہت سے بھاگ نکلے اور اس وقت تک روپوش ہیں - باقی ماندہ سپاہیوں کو عبد الکریم سمیت گرفتار کر کے کوئٹہ لایا گیا ہے - اور اب وہ جیل میں ہیں - یاد رہے - کہ جب گزشتہ اپریل میں ریاست مکران قلات سے علیحدہ ہو کر پاکستان میں شامل ہو گئی تھی - تو پاکستان گورنمنٹ نے عبد الکریم گورنر کو برطرف کر دیا تھا اور شہزادہ بھاگ کر افغانستان چلا گیا تھا جہاں سے اطلاع ملی تھی - کہ وہ بلوچستان میں فتنہ برپا کرنے کے لئے فوج تیار کر رہا ہے - ایک دفعہ خان قلات بھی اس کے پاس گئے تھے - تاکہ اسے واپس آنے کی ترغیب دیں - لیکن اس نے ایک نہ سُنی - قلات گورنمنٹ نے بعد میں ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس کی سرگرمیوں کی مذمت کر دی اور واضح کر دیا تھا - کہ اسکی سرگرمیاں حکومت قلات کی پالیسی کے منافی ہیں - (ا - پ)

(احسان لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

جمہوریت یا آمریت

حضرت قائداعظم کی خدمت میں ایک ضروری گذارش ہے اغاشیہ برداران بارگاہ گورنر جنرلی کا فرض ہے کہ اس گذارش کو سمع مبارک تک پہنچا دیں۔

حضور والا! ہم سالہا سال سے "جمہوریت جمہوریت" پکار رہے تھے اور اس نعمت عظمیٰ کے لیے اپنی جانیں تک قربان کرنے میں آمادہ تھے لیکن آج ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے جھک مارا! اگر جمہوریت اسی کا نام ہے جو ہمیں حاصل ہوئی ہے تو "ہزار لعنت بریں جمہوریت" اس سے ڈکٹیٹری ہزار درجہ بہتر ہے۔ اگر جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب کے ایم ایل اے، ڈپٹی کمشنروں، ججوں، مجسٹریٹوں، سیکرٹریٹ کے افسروں سے من مانے فیصلے کرا سکیں جس شریف انسان کو چاہیں۔ بازاروں میں بے عزت کر دیں، زدوکوب کریں، جیل خانے بھجوا دیں، خود رشوت لیں اور بعض افسروں کو رشوت دلائیں۔ کارخانوں اور زمینوں پر براہ راست بھی اور احباب کی وساطت سے بھی قابض ہو کر ٹکے کمائیں ——— اور جناب خان ممدوٹ کی خیر منائیں ؎

خیر نواب کی مناتے ہیں جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں

اگر جمہوریت یہی ہے کہ عبدالقیوم صاحب سرحدی وزیراعظم صدہا مسلمانوں کو اٹھا کر جیل بھیج دیں۔ جن میں بے شمار مسلم لیگی بھی ہیں۔ اگر جمہوریت یہی ہے۔ کہ مارنے اور زندہ کرنے کے سوا باقی تمام خدائی اختیارات آدمی نہیں

کی شکل میں عبدالقیوم کے حوالے کر دے جائیں ،

توہم اس جمہوریت سے باز آئے۔ کاش ہمارا صوبہ بھی بلوچستان ہوتا۔ جس میں اگرچہ نہ کوئی آئین ہے ، نہ آئین کا دعویٰ۔ نہ کوئی نمائندگی ہے ، نہ "ایم۔ ایل۔ اے" کی بیماری بلکہ براہ راست قائداعظم کی حکومت قائم ہے۔ وہاں نظم و نسق کی ظاہری صورت خواہ کیسی ہی رہے۔ لیکن یہ تو نہ ہوگا۔ کہ لوگوں کے جائز حقوق کو نقصان پہنچے ، کسی پر خواہ مخواہ سختی کی جائے اور باز پرس نہ ہو۔ پھر وہاں قول و فعل یکساں ہے۔ یہ نہیں کہ وزارت بھی ہے ، اسمبلی بھی ہے ، قانون بھی ہے اور آئین بھی ہے اور حقیقت میں خالص ڈکٹیٹری ہے

پنجاب ، صوبہ سرحد ، بلوچستان کے حالات آپ سن چکے ، سندھ میں بھی جمہوریت کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے۔ وہاں کے حالات کی تفصیل آپ کی خدمت میں بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کیونکہ آپ ان کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

اور کون نہیں جانتا کہ سندھ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ رائے عامہ کے خلاف ہو رہا ہے ،

پس ہماری گذارش کا خلاصہ یہ ہے کہ وزارتیں ، اسمبلیاں اور مسلم لیگیں سب کی سب توڑ دی جائیں اور حضور والا تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیں بخدا پاکستانیوں کو بڑا آرام ہو جائے گا۔ آپ جو حکم دیں گے۔ پاکستانی خوشی خوشی اس کی تعمیل کریں گے۔ پنجاب کے لوگ یوں تو اپنے بعض حرصی ٹٹو ، باغلبوش ، جاہل اور قابوچی ایم۔ ایل۔ اے حضرات کے احکام کی تعمیل میں بھی

کوتاہی نہیں کرتے اور پولیس کے ہر حکم کو بھی خدا کا حکم سمجھتے ہیں۔ لیکن اتنے زیادہ آقاؤں کی اطاعت بے حد مشکل ہے!

اور اگر بڑ انے کارکنوں کی دلداری مطلوب ہے۔ تو ان کے سفیر، قونصل، تجارتی کمشنر، ہائی کمشنر وغیرہ مقرر کر کے ملک سے باہر بھیج دیجئے اور جمہوریت کو بدنام ہونے سے تو بچا لیجئے۔

یہ چند سطریں دکھے ہوئے دل سے نکلی ہیں۔ ورنہ کون بدبخت ہوگا۔ جو صحیح قسم کی جمہوریت پر ڈکٹیٹری کو ترجیح دے۔

(آزاد لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

بلوچستان میں استبداد کا دور دورہ

بلوچستان یوں تو پاکستان کے ماتحت ہے لیکن وہاں پاکستان کے اور صوبوں کی طرح کوئی نمائندہ حکومت نہیں۔ برطانوی عہد کا نامزد کردہ ایک شاہی جرگہ ہے جسے قانون ساز اسمبلی کا قائم مقام سمجھنا چاہیئے۔ اس شاہی جرگہ میں چوّن سردار ہیں۔ جن کو سابقہ حکام نے اپنی مخصوص اغراض کے پیش نظر نامزد کر دیا تھا۔ ان سرداروں کو کسی جماعت نے منتخب نہیں کیا اور یہ کسی کے نمائندے نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ایک بار شاہی جرگہ کے رکن نامزد ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ اسے اپنا موروثی حق سمجھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ شاہی جرگے کی بجائے عوام کی منتخب کی ہوئی اسمبلی بنے۔

بلوچستان کے عوام اس شاہی جرگے سے بیزار ہیں اور وہ قائداعظم کی خدمت میں کئی بار عرض کر چکے ہیں۔ کہ برطانوی عہد کی اس نامبارک یادگار کو ختم کیا جائے اور بلوچستان کے عوام کو موقعہ ملے۔ کہ ان کے ہاں بھی پاکستان کے اور صوبوں کی طرح جمہوری نظام قائم ہو اور ان کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ذریعے ان پر حکومت کی جائے۔ اس سلسلے میں بلوچستان مسلم لیگ کے صدر نے کچھ عرصہ ہوا شاہی جرگہ کی دراز دستیوں کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا اور نام نہاد سرداروں نے بلوچستان میں جو اودھم مچا رکھا ہے اس کی طرف اہل پاکستان کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ بدقسمتی سے اب تک بلوچستان میں دستوری اصلاحات کے نفاذ کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ضرورت ہے کہ قائداعظم بلوچستان سے جلد سے جلد اس سردار گردی کو ختم کریں۔ اور جس آزادی کی نعمت سے پاکستان کے اور صوبے متمتع ہو رہے ہیں اہل بلوچستان کو اس نعمت سے محروم نہ رکھا جائے اور وہاں بھی ذمہ دار اسمبلی قائم کر دی جائے۔ بلوچستان قدرتی دولت سے مالامال ہے اور وہاں اگر آبپاشی کا مناسب انتظام ہو جائے تو وہ سندھ بن سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہاں ذمہ دار حکومت بنائی جائے۔ (امروز لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

پاکستانی فوج کا قلات میں داخلہ

کوئٹہ ۱۴ جولائی ۔ (ڈان کے نامہ نگار خصوصی سے) خان آف قلات کے بھائی

عبدالکریم جان اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اقدام کے لئے پاکستانی فوج قلات روانہ ہو گئی ہے۔

عبدالکریم جان افغانستان سے قلات واپس آ گیا ہے اُس نے ریاست قلات کی حدود کے اندر پہاڑیوں میں مورچے بنا لئے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ باغی شہزادے کی کوشش یہ ہے۔ کہ وہ پاکستان کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے چھاپہ مار دستوں کی مدد سے کارروائی کرے۔ ریاست کے بعض حکام اور بعض دوسری شخصیتیں اُسے نہ صرف رسد پہنچا رہی ہیں۔ بلکہ دوسرے طریقوں سے اس کی مدد کر رہی ہیں۔

پاکستان کے خلاف نعرے

کوئٹہ کا ایک تاجر حال ہی میں ریاست قلات کے ضلع جھلاوان سے آیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں کو کھلے بندوں پاکستان کے خلاف نعرے لگاتے دیکھا کچھ لوگ گڑبڑ پیدا کرنے کی نیت سے نامناسب سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ جس کے ذریعے سفر کرنے والے لوگوں پر ڈاکوں کی کئی وارداتیں ہو چکی ہیں۔

برطانوی ایجنٹ کی سازش

کوئٹہ کے سیاسی حلقوں میں حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کہ اگرچہ بلوچستان کے حکام کو ان شرارتوں سے باخبر کر دیا گیا تھا اور انہیں قلات کے برطانوی وزیر اعظم مسٹر ڈگلس فیل کی سرگرمیوں کی پوری اطلاع تھی۔ اس کے باوجود حالات کو خراب ہونے دیا گیا ہے۔ اس حیرت میں یوں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ کہ چھ ہفتے سے حضرت قائداعظم بلوچستان میں تشریف فرما ہیں۔ لیکن حالات میں کوئی

اصلاح نہیں ہو رہی - بلکہ حالات خراب ہو رہے ہیں -

(انقلاب لاہور ۱۶ر جولائی ۴۷ء)

ہزارہ میں کسانوں پر مظالم

ہمارے نامہ نگار نے راولپنڈی سے اطلاع دی ہے - کہ ان دنوں حکومت سرحد کی طرف سے پولیس کے مسلح دستوں کو اس کام پر لگایا گیا ہے - کہ وہ ضلع ہزارہ کے ان دو سو گاؤں کے کسانوں سے زبردستی بٹائی وصول کرائیں جنہوں نے زمینداروں کو بٹائی دینے سے انکار کر دیا ہے -

نامہ نگار موصوف لکھتے ہیں - کہ یہ مسلح دستے دیہات میں گھوم رہے ہیں اور بعض بعض جگہ کسانوں سے ان کی جھڑپیں بھی ہو جاتی ہیں - نامہ نگار کا بیان ہے کہ ابھی حال میں فریقین میں ایک جگہ جھڑپ ہوئی - جس میں چھ کسان مارے گئے اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے -

ضلع ہزارہ میں تقریباً پچاس ہزار کسانوں نے بٹائی دینے سے انکار کر دیا ہے - اس کے علاوہ سرحد کے بعض دوسرے اضلاع سے بھی کسانوں اور زمینداروں کے تصادم کی خبریں آ رہی ہیں - نیز ان ضلعوں سے مغربی پنجاب کے جو علاقے ملے ہوئے ہیں - ان میں بھی کسان بیدار ہو گئے ہیں - اور وہ زمینداروں کو بٹائی دینے سے انکار کر رہے ہیں -

اب ہونا تو یہ چاہیئے تھا - کہ صوبہ سرحد کی وزارت جو عوام کی منتخب کی ہوئی

وزارت ہے۔ کسانوں کے مطالبات کو سُنتی اور ان کو جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے۔ پورا کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن اس کے بجائے اب وہ یہ کر رہی ہے۔ کہ پولیس سے ان پر گولیاں چلواتی ہے اور سمجھتی ہے۔ کہ وہ اس طرح کسانوں کو دبا لے گی۔

یہ اگر اجنبی اور غیر ذمہ دار حکومت کے ہاتھوں ہوتا۔ تو چنداں تعجب کی بات نہ تھی۔ لیکن عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کی وزارت عوام پر اس طرح ظلم روا رکھنے لگے تو پھر عوام کا خدا ہی حافظ ہے۔

قیوم وزارت کا فرض ہے۔ کہ وہ ہزارہ کے پچاس ہزار کسانوں کو پولیس سے زیر کرنے کی بجائے ان کے مطالبات سن کر انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔ آج اس جمہوری دور میں کوئی وزارت پولیس کے ڈنڈوں اور آرڈی نینسوں کے ذریعے زیادہ دیر تک حکومت نہیں کر سکتی۔

پاکستان کے استحکام اور اُس کی ترقی کے لئے زمین کے مسئلے کو خوش اسلوبی سے حل کرنا بہت ضروری ہے۔ قومی وزارتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔ اور بجائے پولیس کے، اصلاحی تدابیر سے کسانوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ یہ بڑھتا ہوا فتنہ سیلاب بننے سے پہلے ہی ختم ہو جائے۔

(امروز لاہور ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء)

پاکستان سے بیزاری

(شمیم جاوید)

(حلقہ ادب اسلامی کی نشست میں پڑھی گئی)

الٰہی ایسے پاکستان میں جینے سے کیا حاصل

جہاں پر قوّتِ احساس مُردہ ہو جوانوں کی

جہاں بُہتات ہو سرمایہ داری کے فسانوں کی

جہاں پر سیم و زر کے آستاں پر خم ہو پیشانی

جہاں مفقود ہوں، معدوم ہوں آئینِ قرآنی

رعایا جس جگہ حاکم کی صورت کو ترستی ہو

جہاں پر دل کے اندیشے زباں بھی کہہ نہ سکتی ہو

جہاں "اخلاص" میں "لالچ کی دیوی" کارفرما ہو

جہاں پر اہلِ زر کے سامنے ہر فرد جھکتا ہو

جہاں "تحریکِ اسلامی" پہ طعنے پیش ہوتے ہوں

جہاں شیطانیت کے بھیس میں "درویش" ہوتے ہوں

جہاں پر کوئی رہبر ہو، نہ منزل ہو، نہ راہی ہو

جہاں "تہذیبِ حاضر" کی ہی مطلق سربراہی ہو

جہاں مظلوم کی فریاد کو کہتے ہوں "غداری"

جہاں "ایثار" کے ایوان میں ہو "زلزلہ" طاری

جہاں پر "عالمانِ دیں" کا خون بھی سرد ہو جائے

جہاں پر ولولوں کا "سُرخ چہرہ" زرد ہو جائے

"یہ غم کے گھونٹ" مجھ کو رات دن پینے سے کیا حاصل

الٰہی ایسے پاکستان میں جینے سے کیا حاصل

(روزنامہ تسنیم لاہور، ۷ اگست ۱۹۴۸ء)

سرحد میں قیوم گردی

سرحد کی تازہ ترین خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس وقت سات سو کے قریب کسان جیلوں میں سڑ رہے ہیں اور ان کے علاوہ سینکڑوں سرخپوش پکڑے جا چکے ہیں۔ اخبارات پر حکومت کا مکمل قبضہ ہے اور کوئی خبر حکومت کی مرضی کے بغیر نہیں چھپ سکتی۔ صوبہ کی خبروں پر سنسر ہے اور پاکستان اور صوبہ سرحد کے درمیان ایک سنگین دیوار کھڑی کر دی گئی ہے۔

ایسا کیوں ہے؟ اور قیوم وزارت فرانٹیر ریگولیشنز اور پبلک سیفٹی آرڈیننس کے ذریعہ حکومت کرنے پر کیوں مجبور ہے؟ بات یہ ہے کہ سرحد کی وزارت عوام کی جائز شکایات کو دور کرنے کی بجائے وہ انہیں سختی سے دبانے کے اصول پر چلنا چاہتی ہے۔ چنانچہ جو بھی زبان کھولتا ہے اسے گرفتار کر کے جیل میں ٹھونس دیا جاتا ہے خواہ وہ لیگی ہو یا غیر لیگی اور اسے بارگاہِ وزارت سے پاکستان کے دشمن ہونے کا خطاب مل جاتا ہے۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ جوں جوں گرفتاریاں ہو رہی ہیں لوگوں کی بے چینی اور بڑھتی جا رہی ہے۔

کوئی دن نہیں جاتا کہ سرحد کے وزیراعظم عبدالقیوم خاں اس بات کا اعلان نہ کرتے ہوں کہ سرحد کے عوام میرے ساتھ ہیں اور وہاں بالکل خیر خیریت ہے۔ لوگ میری وزارت سے مطمئن ہیں۔ البتہ چند سرپھرے ہیں۔ جو پٹھانستان کا نعرہ لگا رہے ہیں جن میں سے کچھ تو غیر حکومتوں کے تنخواہ یافتہ

ہیں۔ اور کچھ فقیر ایپی کے ایجنٹ۔ باقی سب پٹھان پاکستان کے وفادار ہیں اور میرے ہوا خواہ"!

پٹھانوں کی غالب اکثریت پاکستان کی وفادار ہے اور وہ دل سے پاکستان کا بھلا چاہتے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ سرحد کے عوام عبدالقیوم خاں سے خوش ہیں اور ان کے ساتھ ہیں یہ البتہ بالکل غلط ہے اور سرے سے بے بنیاد ہے۔ سرحد میں اس وقت سخت بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور صرف سُرخ پوش نہیں بلکہ مسلم لیگی عوام بھی قیوم وزارت کی نااہلی، بے تدبیری، احباب پروری اور رشوت ستانی سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور وہ دن رات دعائیں کرتے ہیں کہ خدا انہیں عبدالقیوم وزارت سے بچائے۔

خدانخواستہ اگر عبدالقیوم خاں کو مرکز نے اسی طرح بے عنان رہنے دیا تو ایک وقت آئے گا۔ کہ سوائے اُن کے اور اُن کے ساتھی وزیروں اور ایم ایل اے حضرات کے باقی سارے کے سارے پٹھان پاکستان کے دشمن قرار دیے جائیں گے اور عبدالقیوم خاں کی یہ کوشش ہوگی۔ کہ ان سب کو باڑ ماری جائے یا انہیں جیلوں میں بھر دیا جائے۔

خان غلام محمد خاں کی گرفتاری کا ذکر ان کالموں میں پہلے کیا جا چکا ہے تین دن ہوئے ڈاکٹر خان صاحب سابق وزیراعظم بھی نظر بند کر دیے گئے۔ آج کی خبر ہے سرحد میں کل جمعیت العلما کے صدر اور اُن کے تین ساتھی بھی گرفتار ہو گئے یہ تو بہر حال ممتاز سیاسی کارکن ہیں۔ جن کی گرفتاری کی اطلاع ہمیں مل جاتی ہے۔ لیکن معلوم نہیں اس کے علاوہ کتنے کسان اور غیر معروف سیاسی

کارکن روز پکڑے جا رہے ہیں۔
آخر مرکزی حکومت صوبہ سرحد کو کب تک قیوم گردی کا نشانہ بنائے گی؟
(روزنامہ امروز لاہور ۷ اگست ۱۹۴۸ء)

صوبہ سرحد میں جرائم گردی

صوبہ سرحد میں ایک سال کے اندر اندر جرائم کی اوسط تعداد میں دو ہزار سات سو اڑتالیس کا اضافہ ہوا ہے۔
جرائم میں اس غیر معمولی اضافے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ فرقہ وارانہ فسادات سے جان و مال میں بہت نقصان ہوا۔ معاشی انحطاط جاری ہے۔ زندگی کی ضروریات کا قحط بڑھ رہا ہے اور اسلحہ کے لائسنس زیادہ تعداد میں جاری کر دیئے گئے۔ چنانچہ پرانے قبائلی ہنگاموں اور لڑائیوں میں بھی اضافہ ہوا۔
اُمید کی جاتی ہے۔ کہ صوبے سے غیر مسلموں کے انخلاد کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اگلے چند مہینوں میں جرائم کی تعداد گھٹ جائے گی۔
(روزنامہ انقلاب لاہور ۷ فروری ۱۹۴۸ء)

مہاجرین کی جنگ

لاہور ۱۶ اگست۔ یونائیٹڈ پریس۔ یو مہاجرین کی ایک بڑی تعداد نے

والٹن کیمپ سے نکل کر ۱۴۔ اور ۱۵ اگست کی درمیانی رات کو لاہور کے قریب ایک گاؤں تارڑ پر اچانک ہلہ بول دیا۔ اور ایک لڑکی حنیفہ کو لے بھاگے۔ مقامی باشندوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بندوقوں، برچھیوں اور لاٹھیوں کی مدد سے کھلم کھلا جنگ ہوئی جس میں چار میو ہلاک ہو گئے۔ پولیس نے ۱۴۵ میوؤں کو گرفتار کر لیا۔

سٹی مجسٹریٹ چوہدری قادر بخش کا بیان ہے۔ کہ اب حالات پر پورا قابو پا لیا گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ میو مہاجرین کے جتھے نے اچانک حملہ کر دیا۔ اور دیہاتیوں نے بڑی بے جگری سے ان کا سخت مقابلہ کیا۔ یہ مقابلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ طرفین سے بار بار بندوقوں، برچھیوں اور لاٹھیوں سے ایک دوسرے پر حملے ہوتے رہے جس میں فریقین کے کئی لوگ زخمی ہوئے۔ جن میں سے بعض کی حالت نازک ہے۔

دیہاتیوں کے فائرنگ سے چار میو ہلاک ہو گئے۔ پولیس موقع پر پہنچی۔ اور ایک سو چون میو مہاجرین کو گرفتار کر لیا۔ انہیں چوہدری قادر بخش سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جنہوں نے دس دن کا ریمانڈ منظور کیا۔ مزید تحقیقات جاری ہے۔ (روزنامہ انقلاب لاہور ۱۸ اگست ۱۹۴۸ء)

قیوم وزارت بدنما دھبہ ہے

لاہور نامہ نگار انقلاب ۱۲ ستمبر آج سرحد اسمبلی کے ممبر پیر صاحب زکوڑی شریف نے ایک پریس کانفرنس میں قیوم وزارت کی پالیسی کو پاکستان کے خوبصورت نام پر ایک بدنما دھبے سے تعبیر کیا۔

آپ نے کہا۔ پاکستان مسلم لیگ کونسل کے ممبر اور سرحد کے مخلص رہنما خاں غلام محمد خاں کو وزیر اعظم سرحد نے محض ذاتی دشمنی کی بنا پر گرفتار کرا دیا۔

پیر صاحب نے خان عبدالقیوم کے تازہ بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ پیر صاحب مانکی شریف پر سرخ پوشوں کی امداد کا الزام غلط ہے۔ پیر صاحب مسلم لیگ اور پاکستان کے سچے خادم ہیں۔

پیر صاحب نے حصول پاکستان کی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب قیوم وزارت قائم ہوئی تو ہم نے سوچا اب حالات بہتر ہوں گے لیکن خان عبدالقیوم نے ایسا کانٹا بدلا۔ کہ پچھلے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ ہمیں قیوم سے ذاتی پرخاش نہیں۔ ہم صرف اس کی وزراتی پالیسی کے خلاف ہیں۔

پیر صاحب نے خان عبدالقیوم پر الزام لگایا کہ جو کانگرسی کل تک لیگ کو گالیاں دیتے تھے۔ اور پاکستان کے کٹر مخالف تھے۔ خان موصوف نے انہی سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اور آج وہی ان کی نظر میں وزرات کے وفادار ہیں۔ آپ نے نہ صرف انہیں اہم عہدوں پر مقرر کیا ہے۔ بلکہ مسلم لیگ کی قیادت بھی انہیں کو سونپ دی ہے۔

مسلم لیگ کے عہدیدار سرکاری افسر

اب صوبہ مسلم لیگ کی تنظیمی کمیٹی میں بھی انہی لوگوں کو بھر دیا گیا ہے۔ اور مسلم لیگ کے وفادار خادموں کو اور کارکنوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا تھا کہ کوئی سرکاری ملازم اس جماعت کا ممبر نہیں رہ سکتا لیکن آج یہ حال ہے۔ کہ حکومت کے بڑے بڑے عہدہ دار مسلم لیگ میں بھی عہدوں پہ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

نااہل اور بد دیانت عمال

ہمارا خیال تھا کہ وزارت مسلم لیگ کی ہو گی تو رشوت ستانی ختم ہو جائے گی لیکن تجربے نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وزارت اس میں ناکام رہی ہے۔

سرکاری محکموں کا یہ حال ہے۔ کہ نااہل اور بد دیانت لوگ بڑے بڑے عہدے سنبھالے بیٹھے ہیں۔ اور کئی قابل لوگ قوت لایموت کے لئے بے تاب بیٹھے ہیں۔

اسلامی نظام

پیر صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ آپ نے کہا فقیر ایپی جب یہ مطالبہ کرتا ہے۔ تو اس کا مطلب پاکستان سے دشمنی ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم ایسا مطالبہ کریں تو ظاہر ہے۔ وہ خلوص پر مبنی ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم نے پاکستان کے قیام کے لئے قربانیاں دیں اور صرف اس وجہ سے کہ یہاں اسلامی نظام قائم ہو گا۔

(روزانہ انقلاب لاہور ۴ ستمبر ۱۹۴۸ء)

مہتر چترال اور لیگ

پشاور ۱۴ اگست - نائب صدر چترال سٹیٹ مسلم لیگ نے ایک بیان میں
اس امر پر حیرت ظاہر کی ہے کہ چترال میں سٹیٹ مسلم لیگ کے قیام کی خبر
سُنتے ہی ہمارے مہتر صاحب کیوں برانگیختہ ہو رہے ہیں - آپ نے کہا ہے
کہ مناسب تو یہ تھا - کہ یہ نیک قدم آپ ہی اُٹھاتے اور ریاست میں
کارکنان لیگ سے تعاون کر کے ایک مثال بنتے - لیکن نہ معلوم مہتر صاحب
کو وہ کون سا خطرہ درپیش ہے جس کے پیش نظر وہ چترال میں مسلم لیگ کا
وجود برداشت نہیں کر سکتے -

قیام پاکستان کے بعد ہمارے مہتر صاحب مسلم لیگ کے اس قدر
شیدائی بن چکے تھے کہ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ خود اپنی
زیر سرپرستی مسلم لیگ قائم کریں گے اور خود اس کی قیادت فرمائیں گے -
لیکن مرکزی پاکستان ریاستی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں ذمہ دارانہ
حکومتوں کے قیام کی جو قرارداد پاس ہوئی - اس کے بعد ہمارے مہتر صاحب
لیگ سے اس قدر بددل ہو گئے ہیں کہ ریاست کے حدود میں مسلم لیگ کی
تنظیم تو کجا مسلم لیگ کا نام تک لینا بھی گناہ شمار کیا جاتا ہے - ریاست
میں اس وقت ہمارے جو کارکن ہیں - ان کو نظر بند و بعض کو سنگین
طور پر پابند ضمانت رکھا ہے تاکہ وہ ریاست میں کسی قسم کی تنظیم نہ کریں -
اور نہ ہی ریاست کی حدود سے باہر جائیں -

بیرونی دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے مہتر صاحب کے حواری باقاعدہ سٹیٹ مسلم لیگ کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں۔ اور طرح طرح کے ناپاک و رکیک الزامات کارکنانِ لیگ پر لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ مہتر صاحب کے کوتاہ اندیش ایجنٹ یہ نہیں سمجھتے کہ حقیقت کو زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔

بیان جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ آج ہمارے ایک سو کارکن مہتر صاحب کے جیلوں میں ہیں اور اُن سے وہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ جس پر انسانیت کو بھی شرم آتی ہے۔ محض اس لئے کہ ریاست میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شخصیت کا دَور دورہ ہے۔ نیز مہتر صاحب نے کچھ درخواستیں لکھی ہیں۔ جن پر جعلی و فرضی دستخط کرا کے حکومت پاکستان کو یہ دھوکا دینے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ کہ چترال کے عوام مہتری نظام سے خوش ہیں۔ اور ریاست کی حالت پُرامن و تسلی بخش ہے۔ یہاں پر کسی ذمہ دارانہ حکومت کی ضرورت نہیں اور جو لوگ سٹیٹ مسلم لیگ کے کارکن ہیں وہ کانگریسی ہیں۔ حالانکہ یہ صریح دھوکا دینے کی کوشش کی گئی ہے اکابرین حکومت پاکستان خصوصاً محکمہ خارجہ ریاست چترال کے حالات سے ناواقف نہیں ہو سکتا۔

چترال سٹیٹ مسلم لیگ مہتر صاحب کو دعوت دیتی ہے کہ اگر وہ اپنے دعوؤں میں حق بجانب ہے تو پھر چترال کے عوام سے اپنے متعلق رائے عامہ معلوم کرے۔ تاکہ آنجناب کی یہ خوش فہمی دور ہو۔ مہتر صاحب

کا الزام کانگریسیت بھی عجیب تر ہے۔ کیا ایسے الزام تراشنے سے وہ یا وہ واقعات نظر انداز کر دے گی جو مہتر صاحب کے اعمال نامے میں درج ہیں۔

کیا صوبہ سرحد کی متعدد اسلامی ریاستوں کو چھوڑ کر مہتر صاحب نے راجہ ہری سنگھ والئے کشمیر کی سرپرستی کو قبول نہ کیا تھا اور پھر اپنے فرزند ارجمند کی ولی عہدی کے لئے مہتر صاحب نے ڈوگرہ مہاراجہ کی خدمات حاصل نہ کی تھیں جو مہاراجہ نے بطریق احسن سرانجام دیں۔ کیا برہان الدین آزاد ہند فوج کا ایک سرگرم کارکن نہ تھا۔

کیا اس نے آج تک پاکستان کی حمایت میں ایک لفظ بھی منہ سے نکالا ہے اور پھر کیا آج وہ شخص ریاست چترال کے افواج کا حکمران اعلیٰ نہیں کیا اس کو ریاست میں سب سے زیادہ وسیع اختیارات نہیں دے گئے۔ یہ تمام حقائق ہیں۔ جن پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسی طرح دیگر رازہائے سربستہ کا بھی انکشاف کریں۔ جو مہتر صاحب کی لیگ دوستی کے زریں نمونے ہیں۔ کیونکہ ہمارا مقصد اصلاح ہے۔ ہم مہتر صاحب اور ان کے حواریوں کی طرح الزام تراشی نہیں کرتے۔ ہم ان مطالبات کو تسلیم کرانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جن پر ہمارے مہتر صاحب کے دستخط تسلیم ثبت ہیں اور جن کی اس کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔ لیکن دستخط کرنے کے بعد ان کو عملی طور پر تسلیم کرنے سے مہتر صاحب اور ان کی حکومت قاصر رہی۔ آج بھی ہم اپنے ان مطالبات کو دہرا رہے ہیں کہ ریاست میں ذمہ دارانہ حکومت قائم کی جائے۔ جو عوامی نمایندوں پر مشتمل ہو۔ ریاست میں استصواب

رائے لیا جائے۔ کارکنان لیگ و علمائے کرام کو رہا کیا جائے۔ ضمانتیں واپس کی جائیں۔ ضبط شدہ جائیدادیں واپس کی جائیں۔ جلاوطنوں کو اپنے وطن عزیز آنے دیا جائے۔

چترال مسلم لیگ کا پہلا اور آخری یہی مقصد ہے۔

(سفینہ لاہور ۱۶ اگست ۱۹۴۸ء)

قیوم وزارت اور پیر مانکی شریف

لاہور ۱۰ ستمبر آج پیر مانکی شریف نے ایک پریس کانفرنس میں انکشاف کیا۔ کہ صوبہ سرحد کے لیگ کے ان ممبروں کو گرفتار کیا جا رہا ہے جو پاکستان میں شرعی نظام کے علمبردار ہیں اور وزارت پر جائز نکتہ چینی کرتے ہیں۔ خان غلام محمد خاں انہی میں سے ایک ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا۔ کہ شریعت کے حامی ڈیرہ اسمٰعیل خاں، نوشہرہ اور رسی جا میں پکڑے گئے ہیں۔

پیر مانکی شریف نے کہا۔ اب مجھ پر غلط اور گمراہ کن الزامات لگا کر گرفتاری کے لئے بہانے تراشے جا رہے ہیں۔ تا کہ مسلم لیگ کے انتخاب میں نہ کوئی شریعت کا نام لیوا آ سکے نہ وزارت پر نکتہ چینی کرنے والا۔

قیوم وزارت کے عناصر ترکیبی کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے بتایا۔ کہ ایوان کے ممبروں کی تعداد اس وقت ۲۵ ہے۔ ان میں سے تین

وزیر ہیں۔ اور بارہ کے قریب ممبروں کو مختلف قسم کے کاموں سے لئے باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے۔ اور باقی محض خوف یا مراعات کے لئے ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

آزاد ٹربیونل :۔

خان عبدالقیوم نے جو الزام لگایا تھا۔ کہ پیرمانکی کے ایجنٹوں نے چارسدہ کی گڑبڑ میں سرخپوشوں کا ساتھ دیا۔ اس کے جواب میں پیر صاحب نے کہا۔ حکومت پاکستان ایک آزاد ٹریبونل مقرر کرکے میرے خلاف الزامات کی چھان بین کرے۔ اگر میرا جرم ثابت ہو جائے۔ تو مجھے گولی سے اڑا دیا جائے۔

پیرمانکی نے خان عبدالقیوم پر "جہادِ کشمیر" کو نقصان عظیم پہنچانے کا الزام بھی لگایا۔

شرائط :۔

مسلم لیگ کے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ چودھری خلیق الزماں نے بڑی بے انصافی سے کام لے کر اس طرح کے انتظامات کئے ہیں۔ کہ جمہوری انتخاب نہ ہو سکے۔ آپ نے اس خطرے کو دور کرنے کے لئے یہ شرائط پیش کیں۔

(۱) انتخاب کی نگرانی باہر کے لیگی حضرات کی ایک کمیٹی کرے اور اپیلوں کی سماعت بھی کوئی ایسا بیرونی ٹریبونل کرے۔ جس پر فریقین کو اعتماد ہو۔

(۲) رکنیت کے فارم کسی بیرونی مسلم لیگی کارکن کے ذریعہ تقسیم ہوں - اور پنجاب کی طرح پچاس فارموں کی کاپی کے چھ آنے وصول کئے جائیں - تاکہ ہر امیر و غریب فارم لے سکے -

(۳) مسلم لیگ کے جلسوں پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو - نہ ہی کسی لیگی کارکن کو دوران انتخاب گرفتار کیا جائے -

(۴) سول حکام اور پولیس افسر انتخاب میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں - اور نہ کسی پر ناجائز رعب یا دباؤ ڈالیں -

شریعت

پیر صاحب نے کہا میں نے جب سے شرعی نظام کا نعرہ بلند کیا ہے - خان عبدالقیوم مجھے اپنے نوابی اقتدار کا مخالف سمجھنے لگے ہیں - حالانکہ اگر میں ایسا نعرہ بلند نہ کرتا تو شریعت کے نام پر قربانیاں دینے والے عوام حکومت کے مخالف عناصر سے مل جاتے -

(١) قائداعظم فنڈ کی جبری وصولی

(٢) ڈپٹی سپیکر اور غلہ

(٣) چرمی کا مال غبن

(٤) قائداعظم کی سالانہ تنخواہ

(٥) آزاد کشمیر کے لیڈروں کی لوٹ

(٦) چھاپے خانوں کی الاٹمنٹ

قائد اعظم فنڈ کی جبری وصولی

آج ملک فیروز خاں نون نے حکومت پر الزام لگایا کہ اس کے کارندے قائد اعظم ریلیف فنڈ کے لئے جبراً چندہ فراہم کرتے ہیں۔ سید نوبہار شاہ نے کہا اس کے لئے چار آنے فی روپیہ مالیہ پر ناجائز ٹیکس لگایا گیا ہے۔ چودھری عاشق حسین نے بتایا ضلع منٹگمری کے بعض دیہات میں پولیس والے جبراً چندہ لیتے ہیں اور رسید بھی نہیں دیتے۔ اس پر وزیر اعظم نے کہا کہ ہم سارے معاملات کی چھان بین کریں گے۔ (انقلاب لاہور) ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء)

ڈپٹی سپیکر اور غلہ

صوبہ سرحد میں اناج کے حصول کی مہم زور شور سے جاری ہے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے حکام نے نواب آف ٹانک کے مکان سے تقریباً ۹۰ سو من غلہ برآمد کیا جس پر قبضہ کر لیا گیا۔ نواب ٹانک سرحد اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر ہیں (ا ی پ)

چوری کے مال کا غبن؟

تھانیدار نور بادشاہ اور مہاجر رحمت علی۔ ان دو بزرگوں کو چوری کا مال غبن کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں ذمہ دار

افسروں سے مل کر غیر مسلموں کا چوری کا مال ہضم کر جاتے تھے۔ پولیس سرگرمی
سے تفتیش کر رہی ہے۔ (انقلاب لاہور — ۹ جولائی)

قائداعظم کی سالانہ تنخواہ

پاکستان پارلیمنٹ کے گذشتہ بجٹ سیشن میں مسٹر محمد ہاشم گزدر
کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر مالیات مسٹر غلام محمد نے بتایا کہ قائداعظم
گورنر جنرل پاکستان کی تنخواہ الاؤنس اور دوسرے خرچ کی منظور شدہ رقم برائے
سال ۴۸-۱۹۴۷ء کل ایک لاکھ ۶۲ ہزار دو سو روپیہ اور برائے سال ۴۹-۱۹۴۸ء
کل منظور شدہ رقم ۲ لاکھ ۵۷ ہزار روپیہ ہے اس کل رقم میں سالانہ تنخواہ سالانہ
الاؤنس اور سالانہ دوسرا خرچ مجموعی طور پر شامل کیا گیا ہے

(مغربی پاکستان لاہور ۱۴ مارچ)

آزاد کشمیر کے لیڈروں کی لوٹ

ڈاکٹر ہرمز جنرل سیکرٹری آل جموں کشمیر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے
سیالکوٹ سے مندرجہ ذیل بیان اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔

"آل جموں و کشمیر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی تنظیم جدید کو نو ماہ کا طویل
عرصہ ہو چکا ہے اس عرصہ میں فیڈریشن نے طلباء ریاست کے لئے
جو تعلیمی آسانیاں فراہم کی ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اراکین فیڈریشن

کی پالیسی کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔

فیڈریشن طلبائے ریاست کی ایک واحد نمائندہ جماعت ہے جو طلبا تک محدود ہے اور اس کا مقصد محض طلبائے کشمیر کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنا ہے۔

فیڈریشن طلبائے ریاست کے لئے ہر طرح سے تعلیمی آسانیاں فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہے متعلمین طلبا اور طالبات کو مختلف سکولوں کالجوں میں داخل کرانا۔ ان کی فیس معاف کرانا۔ ان کے لئے کتابیں اور دیگر ضروریات حاصل کرنا اور سب سے اہم ان کے لئے ایمرجینسی ڈگریوں کے لئے جد و جہد کرنا۔

ریاست کشمیر کا الحاق ہر ممکن طریق سے پاکستان کے ساتھ کروانے کے لئے ان تھک کوشش کرنا خواہ ریفرنڈم سے ہو یا تلوار کے بل بوتے۔

فیڈریشن کی تمام تر ہمدردیاں ریاست کی واحد نمائندہ جماعت مسلم کانفرنس کے اراکین کے ہاتھوں میں کھیلنا کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کر سکتی اور اپنی جائز تنقید اور نکتہ چینی کو اپنا فرض اور حق سمجھتی ہے۔ چنانچہ چودھری عبداللہ اور پروفیسر اسحاق کی تقرریوں پر اظہار تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ (یعنی چودھری عبداللہ کو استصواب بورڈ کا پریذیڈنٹ اور پروفیسر صاحب کو سیکرٹری مقرر کرنا) کیونکہ یہ وہ اصحاب ہیں جو کہ فسادات جموں سے بہت پہلے یہاں آئے تھے

جو کہ مسلمانانِ کشمیر کی حفاظت کے لئے ممبر تھا۔ ان سے انہوں نے فروخت کر دیا۔ اس کے بعد بخشی غلام محمد نائب وزیر کشمیر نے دسمبر ۱۹۵۲ء میں سچیت گڑھ کئی پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں جن کے فیصلہ کے طور پر ۹۰۰ ہندوؤں سے ۳۰۰ مسلمانوں کا تبادلہ ہوا اور اس سلسلے میں پانچ لاریاں سٹیٹ سے حاصل کیں جن کی کمائی آج تک کھا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ کشمیری مسلمانوں کا اعتماد کھو چکے ہیں۔"

چوہدری غلام عباس، صدر مسلم کانفرنس نے حال ہی میں لاہور بیرون موچی دروازہ ہفتہ کشمیر کے افتتاح کے موقع پر فرمایا کہ ہم کشمیر آزاد کرا لینا چاہیے جب تک کہ کشمیر کا مورچہ سر نہیں ہو جاتا سوشلزم اور دستور شرعی کو بالائے طاق رکھنا چاہیے کیونکہ ان مسائل سے جہاد کشمیر کے لئے مساعی پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ چوہدری صاحب کی اس دلیل نے مجھ میں ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں میں ایک ہیجان اور بیزاری پیدا کر دی ہے۔

چوہدری صاحب اگر سوچیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ جذبہ جہاد و شہادت صرف مذہب نے ہی پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے حکومت بغیر کچھ خرچ کئے ½ حصہ کشمیر فتح کر چکی ہے۔

پچھلے چند ماہ سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سیکرٹریٹ کیمپ کے جملہ اراکین اور عہدیدار معقول تنخواہیں لے رہے ہیں۔ جو مسلم کانفرنس کے آئین اور اصول کے خلاف ہے۔ (آغاز لاہور ۱۱ اگست ۱۹۵۲ء)

چھاپے خانوں کی الاٹمنٹ کمیٹی

اس مضمون کی سرکاری اطلاع بڑے طمطراق سے اخبارات میں شائع کرائی گئی ہے کہ چھاپے خانوں کو الاٹ کرنے والی کمیٹی یکم اگست کو اپنا اجلاس منعقد کرے گی اور نئی درخواستوں اور اپیلوں کا فیصلہ کر دے گی۔

معلوم نہیں یہ الاٹمنٹ کمیٹی وہی ہے جس کے ارکان نے اچھے اچھے پریس اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے نام ناحق طور پر الاٹ کرائے تھے۔ یا کوئی نئی کمیٹی ہے اگر وہی کمیٹی ہے۔ تو اس سے نئی درخواستیں اور اپیلیں کرنے والے حضرات کو بھلائی کی کیا امید ہو سکتی ہے چھاپے خانے الاٹ کرنے والی کمیٹی کے غیر سرکاری ارکان میں سے جو لوگ سطبع والے ہو گئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جناب حمید نظامی ایڈیٹر "نوائے وقت" الاٹی امرت الیکٹرک پریس۔ لاہور۔

(۲) جناب حمید علی صاحب آف ممتاز علی اینڈ سنز دار الاشاعت پنجاب، الاٹی پنجاب آرٹس پریس

(۳) ڈاکٹر محمد دین تاثیر الاٹی پائینیر پرنٹنگ پریس

(۴) مولانا اختر علی خاں ایڈیٹر "زمیندار" الاٹی "ویر ملاپ" پریس۔

دیگر غیر سرکاری ارکان ملک نور الہی مالک روزنامہ "احسان" اور ڈاکٹر وحید آف فیروز سنز نے لاہور کی بجائے پشاور اور کراچی میں فوائد حاصل

کرنے کو ترجیح دی ۔

یہ حضرات سب کے سب مقامی "مہاجر" ہیں۔ اور غریب و محتاج کبھی نہ تھے کہ ان کی دستگیری کے لئے خاص توجہ مبذول کی جاتی ان کے علاوہ اور کئی چند مقامی ہستیاں ہیں جو بدون استحقاق چھاپے خانوں سے نوازی گئیں مثلاً

(۱) عطاء اللہ بٹ الاٹی نامی پریس

(۲) مولانا غلام مرشد دہرلتا فروٹ سیلر (مولوی محمد بخش مسلم۔ الاٹیز پنجاب نیشنل پریس (دیوان مہ سیم)

ان کے مقابلہ میں بعض ایسے مہاجر پیش کیے جا سکتے ہیں جو مشرقی پنجاب میں اچھے سے اچھے چھاپے خانوں کے مالک تھے لیکن اس الاٹمنٹ کمیٹی نے وہ بھیڑوں کے گلے کا نگہبان بھیڑیا" ہونے کی ضرب المثل سچ کر دکھائی۔ ان کو ہندی گورمکھی وغیرہ کے ٹوٹے پھوٹے پریس الاٹ کرکے ٹرخا دیا گیا جیسا اب تک اس الاٹمنٹ کمیٹی کی جان کو رو رہے ہیں ان میں سے حسب ذیل تین اشخاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

(۱) آغا محمد حفیظ اللہ مالک جنرل برقی پریس جالندھر شہر (۲) کنور لوائن علی خاں منیجر مسلم راجپوت پریس رہتک ۔ (۳) مولوی سراج الدین مالک اخبار "الفقیہ" امرتسر ۔

جس ملک میں چور لٹیروں اور سینہ زوریوں کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہو کہ لاکھوں روپے کے چھاپہ خانے ڈکار لئے بغیر ہضم ہو رہے ہیں اور کسی کو احساس تک نہیں کہ یہ بہت بڑی اخلاقی برائی ہے اس کے بغیر بہتری اور اصلاح حال کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے ؟ ۔

مغربی پاکستان ۳۱ جولائی

پاکستان اور مہاجرین

(۱) مہاجرین اور قانون کی خلاف ورزی

(۲) مہاجرین اور پولیس میں تصادم

(۳) مہاجروں کی دردناک حالت

(۴) ممدوٹ وزارت کو مہاجرین کی للکار

(۵) کشمیر کے مہاجرین

(۶) مہاجر اور پولیس

(۷) مجاہدین پاکستان اور پولیس

(۸) کشمیری مہاجرین اور حکام

(۹) لاوارث عورتوں اور نوجوان بچیوں کی دُرگت

(۱۰) والٹن کیمپ میں

(۱۱) جموں کے بدبخت مہاجر

(۱۲) کشمیری مہاجروں کی زبوں حالی

(۱۳) سات لاکھ مہاجرین کی حالت

(۱۴) مہاجرین اور لاٹھی چارج

(۱۵) مہاجرین پر آتش باری

(۱۶) تصویر کا دُوسرا رُخ

(۱۷) پناہگیروں پر پولیس نے گولی چلادی

(۱۸) مہاجرین کی بغاوت

مہاجرین اور قانون کی خلاف ورزی

منٹگمری ۔ کے کوئی دس لاکھ کے قریب رانگڑ راجپوت مہاجروں کے مسئلے نے ایک دفعہ پھر نازک صورت اختیار کرلی ہے ۔ چنانچہ منٹگمری سے آمدہ تازہ اطلاعات مظہر ہیں ۔ کہ وہاں ان مہاجروں نے صرف کیمپوں کو خالی کرنے سے انکار کر رکھا ہے ۔ بلکہ وہ ڈسٹرکٹ حکام کے کسی قسم کے احکام کی تعمیل کرنے کو تیار نظر نہیں آتے منٹگمری کے ڈپٹی کمشنر راجہ حسن اختر نے صورت حالات کو قابو سے باہر ہوتا دیکھ کر حکومت مغربی پنجاب سے امداد کی فوری درخواست کی ہے ۔ چنانچہ معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے ۔ کہ حکومت نے ان مہاجروں کے مسئلے سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوآپریٹو سوسائیٹیز کے رجسٹرار خان بہادر شیخ فضل الٰہی نو ملتان کا ایڈیشنل کمشنر مقرر کر دیا ہے ۔ اور شیخ صاحب حکومت کے احکام کے مطابق کل صبح ہی منٹگمری روانہ ہو رہے ہیں ۔ تاکہ موقع پر پہنچ کر اس نازک معاملے میں مقامی حکام کی مدد کر سکیں ۔ نمائندہ احسان کو مہاجروں اور ڈسٹرکٹ حکام کے جھگڑے کے سلسلے میں تحقیقات کرنے پر پتہ چلا ہے ۔ کہ حال ہی میں مہاجرین کے کیمپ سے ڈپٹی کمشنر کے حکم کے مطابق سرکاری راشن بلیک مارکیٹ فروخت کرنے کے الزام میں دو رانگڑ راجپوت گرفتار کر لئے گئے تھے ۔ اس واقعہ نے ان غیر مطمئن مہاجروں میں جو منٹگمری اور ضلع میں ایک ہی جگہ بسنا چاہتے ہیں ۔ فوری طور پر اشتعال پیدا کر دیا

اور انہوں نے ان مہاجروں کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ایک بہت بڑا جلوس نکالا۔ اور شہر بھر میں زبردست مظاہرے کئے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس واقعہ کے بعد مہاجروں نے کھُلم کھُلا قانون شکنی شروع کر دی۔ چنانچہ معاملے کی نزاکت کو دیکھ کر ڈپٹی کمشنر منٹگمری نے لاہور آ کر ذاتی طور پر فنانشل کمشنر مغربی پنجاب سے ملاقات کی جنہوں نے اب اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے خان بہادر شیخ فضل الٰہی کو ایڈیشنل کمشنر ملتان مقرر کر دیا ہے۔ ملتان ڈویژن کے کمشنر مسٹر ہادی حسین چند روز کے لئے ڈیرہ غازیخاں گئے تھے۔ اور وہ دریائے سندھ کی طغیانی کی وجہ سے وہیں رک گئے ہیں۔ یہ وہی راجگر اچھوت ہیں۔ جنہوں نے موسم سرما میں حکومت کے احکام کی خلاف ورزی کی تھی۔ اور جس پر حکومت کو ان کا راشن بند کرنا پڑا تھا۔

مہاجرین اور پولیس میں تصادم

چوہدری محمد شریف مجسٹریٹ لاہور نے ریاست پٹیالہ کے چھ مہاجرین کو چھ چھ ماہ قید سخت کی سزا دی ہے۔ دو چھوٹی عمر کے ملزمان سے ایک ایک ہزار روپے کی ضمانت نیک چلنی طلب کی گئی۔ ان سب پر خلاف قانون مجمع بنا کر فسادات پھیلانے کا الزام ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ملزمان ماڈل ٹاؤن شاہراہ کے سایہ دار درختوں کو کاٹ رہے تھے۔ کہ اچانک پولیس کی ایک جمعیت موقعہ پر پہنچ گئی اور انہیں منع کیا مگر انہوں نے سرکاری حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ مہاجرین کی ایک بہت

بڑی تعداد نے پولیس کی مختصر جمعیت پر حملہ کر دیا۔ پولیس نے مجمع پر دو گولیاں چلائیں۔ جس سے حبیب اور رفیق دونوں چھوٹی عمر کے ملزمان مجروح ہو گئے پولیس نے موقعہ پر ہر چھ ملزمان کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے قبضہ سے تیز دھار آلات چھین لیے۔

(آغاز لاہور۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء)

مہاجروں کی دردناک حالت

صوفی عبدالحمید خاں نے ۲۵ر جولائی کے بیان میں بادلی کیمپ کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کا مدعا ہمارے نزدیک محض یہ تھا کہ کیمپ کے منتظموں اور بالادست افسروں کو بہتر اور زیادہ مناسب طریقے اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ لیکن متعلقہ آدمیوں نے اس بیان کو بالکل غیر مناسب اور بے تعلق بحث کا موضوع بنا لیا۔ صوفی صاحب کے بیان میں مندرجہ ذیل دو شکایتیں تھیں۔

۱۔ جو لوگ ابتداء سے کیمپ میں بیٹھے ہیں۔ اور راشن لیتے رہے ہیں ان کے تعلق میں گذشتہ دو ہفتے سے یہ طریقہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ کہ نہایت ہی کمزور اور بودی وجوہ کی بنا پر راشن نہیں دیا جاتا۔

۲۔ جو لوگ دیہات میں مناسب طریق پر آباد نہیں ہو سکے۔ اور وہ مجبور ہو کر واپس آتے ہیں تو انہیں کیمپ میں داخل نہیں کیا جاتا"

ان دو شکایتوں کا یہ کون سا جواب ہے۔ کہ مہاجروں کا ایک حصہ جعلی راشن کارڈوں پر دوہرا راشن لے رہا ہے۔ اور وہ لوگ مردم شماری سے گریزاں

ہیں؟ کوئی جماعت اور کوئی گروہ غلط اور اخلاق باختہ آدمیوں سے بالکل پاک ہونے کا ہرگز دعوے نہیں کرسکتا۔ مہاجروں میں بھی ایسے آدمی یقیناً موجود ہوں گے۔ لیکن ان کی وجہ سے ان لوگوں کو کیوں پریشانیوں کا تختہ مشق بنایا جائے۔ جنہوں نے ایسا کوئی گناہ نہیں کیا؟ راشن کے سلسلے میں بددیانتی کے ہر دروازے کو بند کرنے کی ذمہ داری منتظموں پر ہے۔ لیکن یہ کون سی صورت ہے۔ کہ جن لوگوں نے کوئی بددیانتی نہیں کی۔ اور واقعی مصیبت زدہ ہیں۔ وہ دوسروں کے گناہوں کی سزا بھگتیں؟

یہاں بعض اصحاب نے کئی مرتبہ یہ شکایت کی کہ بعض مہاجر آرام طلب ہو گئے ہیں۔ وہ کیمپوں میں بیٹھ گئے ہیں۔ کھانا انہیں مل رہا ہے۔ اور وہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتے۔

ممکن ہے بعض حالتوں میں یہ درست ہو۔ لیکن کیمپوں کی جو حالت ہم نے دیکھی ہے۔ اور مہاجرین میں سے اکثر کی طبیعتوں کا ہمیں جو علم ہے۔ اس کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ شاید پانچ فیصدی ایسے آدمی بھی نہیں ملیں گے جو محض کام کاج سے بچنے کے لئے کیمپوں میں بیٹھے رہنا پسند کریں۔ اس کے برعکس ہمیں کئی ایسے کنبوں کا علم ہے۔ جن کی زمینیں مشرقی پنجاب میں زیادہ تھیں۔ اب انہیں صرف چھ چھ ایکڑ زمینیں ملی ہیں۔ اس لئے کام بہت گھٹ گیا ہے۔ اور انہیں خاصا وقت بیکاری میں گذارنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ سخت آزردہ ہیں۔

ہم جانتے ہیں۔ کہ مہاجروں کے خلاف اس قسم کی شکایتیں پیش کرنے والے

لوگ وہی ہیں۔ جو کہ نہ تو مہاجر ہیں۔ نہ مہاجرت کے مصائب کا انہیں کوئی اندازہ ہے نہ حقیقی مہاجروں سے مل کر انہوں نے صحیح حالات معلوم کرنے کی اب تک کوئی کوشش کی۔ خود غیر مہاجر ہونے کے باوجود غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی قیمتی چیزیں سنبھال لیں۔ اور ان کا تمامتر معلومات صرف اسی قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ جو بلا استحقاق مختلف جائدادوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ موجودہ بے ترتیبی ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔ تاکہ ان کی منفعت اندوزی پر کوئی اثر نہ پڑے۔ یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ جن مہاجروں نے مردم شماری سے انکار کیا حکومت انہیں واہ کیمپ میں بھیجنے کے لئے تیار تھی۔

اول یہ ظاہر ہے۔ کہ جن لوگوں نے مردم شماری سے انکار کیا۔ ان کو واہ کیمپ میں بھیج کر حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ مردم شماری لازم تھی۔ اور لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کتنے لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کتنے لوگوں کو آباد کرنا باقی ہے۔ واہ کیمپ میں کون سی خوبی ہے۔ جہاں پہنچ کر مردم شماری سے انکار کا معاملہ ختم ہو سکتا تھا؟ دوسرے واہ کیمپ میں کیوں بھیجا جائے۔ جہاں عام اطلاع کے مطابق غلہ کمیاب ہے۔ نیز جہاں مہاجروں کو پہنچانا گراں بہا خرچ کا موجب ہوگا۔ اور وہاں سے انہیں آبادکاری کے مقامات پر بھیجنے میں بھی سخت مشکلات پیش آئیں گی۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ واہ کیمپ کے آس پاس کوئی زمین نہیں زمینیں زیادہ تر گوجرانوالہ، لائلپور، منٹگمری، سرگودھا، ملتان اور شیخوپورہ میں ہیں۔ پھر واہ کیمپ کو کیوں اس غرض کے لئے منتخب کیا گیا؟

حکومت کا بیان ہے۔ کہ جو لوگ آباد ہو چکے ہیں۔ انہیں کیمپوں میں آنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر انہیں کوئی مشکلات پیش آئیں۔ تو چاہیئے۔ کہ ڈپٹی کمشنروں کے پاس شکایت کریں۔

یہ درست ہے۔ کہ آباد شدہ آدمیوں کو کیمپوں میں نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن حکومت کے دل میں یہ احساس کیوں پیدا نہیں ہوتا۔ کہ جن لوگوں کو رہنے کے لئے گھر اور کھیتی باڑی کے لئے زمین مل جائے وہ قیامت تک کیمپوں کا رُخ نہیں کر سکتے کیمپوں میں صرف وہی لوگ آتے ہیں۔ جن کو حکومت اگرچہ آباد شدہ قرار دے لیتی ہے۔ لیکن حقیقتاً ان کی آبادی کا کوئی مناسب انتظام نہیں ہوتا۔ اگر مکان ملتا ہے تو زمین کے لئے در بدر انہیں پھرنا پڑتا ہے۔ اگر زمین ملتی ہے۔ تو مکان نہیں ملتا۔ یا سرکاری کاغذات میں زمین ان کے نام لگ جاتی ہے۔ لیکن موقعہ پر قبضہ نہیں دیا جاتا۔ اور وہ افسروں کے پاس پھر پھر کر مصیبتوں کے ازالہ سے بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔

حکومت کے پاس اگر خفیہ پولیس کے چند دیانتدار کارکن ہوں۔ اور انہیں مختلف اضلاع میں یہ کام دے دیا جائے۔ کہ دیکھیں افسر بالعموم مہاجروں سے کیسا سلوک کرتے ہیں۔ تو ہمیں یقین ہے۔ کہ ان کی رپورٹیں نہایت ہی دردناک اور عبرت افزا ہوں گی۔ اگر ڈپٹی کمشنر نے کوئی حکم دے دیا۔ تو افسر آبادی اسے لٹکا لے گا۔ افسر آبادی راضی ہوا۔ تو تحصیلدار، گرداور اور پٹواری روڑے اٹکا دیں گے۔ صوفی عبدالحمید خاں نے بالکل درست فرمایا ہے۔ کہ:۔

"مہاجروں کے کیمپ بہشت زار نہیں ہیں۔ کہ انہیں الاٹ کی ہوئی

زمینوں اور مکانوں پر ترجیح دی جائے۔ سرکاری بیان میں کہا گیا ہے۔ کہ مہاجروں کی غیر منظم گردش نے ان کے مسئلے کو نازک بنایا ہے یہ غلط ہے۔ اس مسئلے کو نازک بنانے کی ذمہ داری آبادکاری کے سٹاف کی نالائقی پر عائد ہوتی ہے"

یہ ساری چیزیں محسوس کرنے اور سوچنے کی ہیں۔ لیکن افسوس کہ صحیح احساس اور صحیح غور و فکر کی متاع ہمارے ہاں بہت ہی کم ہے۔ اور وہ لوگ دل و دماغ پر سیاہ پردے تاننے میں سرگرم ہیں۔ جو نہ مہاجر تھے۔ نہ کسی چیز کے حقدار تھے لیکن لاکھوں مہاجروں سے بدرجہا بڑھ کر غیر مسلموں کی متروکہ جائدادوں سے مستفید ہوئے اور اب اس استفادہ کو دوام کی شکل دینے کے درپے ہیں۔ اس لئے اصلاح کی ہر سعی کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں

وہ لوگ بدرجہا زیادہ رحم و ہمدردی کے مستحق ہیں۔ جو سب کچھ لٹا کر یہاں پہنچے۔ اور یقیناً ان کی قربانیاں اس لئے نہ تھیں۔ کہ یہاں غیر مستحق مقامی لوگوں یا بعض ذی وسائل مہاجروں کے لئے ناجائز فوائد کے دروازے کھل جائیں۔

حکومت اگر ان بدیہی بنیادی چیزوں کا بھی اندازہ نہیں کر سکتی۔ تو پھر ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس پر اور مہاجروں پر رحم کرے۔ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔ (روزنامہ انقلاب لاہور ۵ ر اگست ۱۹۴۸ء)

ممدوٹ وزارت کو مہاجرین کی للکار

کل صوفی عبدالحمید خاں ایم ۔ ایل ۔ اے نے ایک بیان میں کہا ۔ کہ جس طریقے سے لاہور کے ریفیوجی کیمپوں کو توڑا جا رہا ہے ۔ وہ حد درجہ ذلت آمیز اور قابل اعتراض ہے آپ نے کہا ۔ کہ جب سے بادلی کیمپ کے مہاجرین مشرقی پنجاب سے آئے ہیں ۔ ان کا راشن چھوٹی چھوٹی باتوں پر بند کر دیا جاتا ہے ۔ گذشتہ ۱۵ دن سے اکثر لوگ بھوکے مر رہے ہیں ۔ لیکن حکام نے ان کی درخواستوں پر غور تک نہیں کیا ہے ۔

صوفی عبدالحمید خاں کا خیال ہے ۔ کہ یہ کمینہ چال حکومت نے اس لئے چلی ہے ۔ کہ مہاجرین خود بخود کیمپ چھوڑ کر چلے جائیں ۔ لیکن وہ کہتے ہیں ۔ کہ حکومت کو اس کا خمیازہ بھی بھگتنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے ۔

صوفی صاحب نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے ۔ کہ ہزاروں لوگوں کو اطمینان بخش طریقے سے آباد نہیں کیا گیا ۔ اس لئے وہ لاہور کے کیمپوں میں واپس آ گئے ہیں ۔ اگر ان کو زمین الاٹ ہوئی ہے ۔ تو مکان نہیں ملا ۔ اور اگر مکان ملا ہے ۔ تو راشن نہیں دیا جاتا ۔

آخیر میں صوفی عبدالحمید خاں نے حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ اگر مہاجرین کے ساتھ یہی سلوک رہا ۔ تو اس کے نتائج بہت بُرے ہوں گے ۔

(" مغربی پاکستان " ۲۰ جولائی ۱۹۴۸ء)

کشمیر کے مہاجرین

لاہور شہر میں پناہگزینان ریاست جموں و کشمیر و پونچھ ۔ گلگت ۔ لداخ ۔ میرپور مظفر آباد ۔ بھدرواہ ۔ کشتواڑ وغیرہ کے لوگ کافی تعداد میں پہنچے ہیں ۔ اور لاہور میں بھوکے مر رہے ہیں ۔ اگر لاہور کے حکام بالا نے ایسے مساکین اور پناہگزینوں کے راشن کا کوئی بہتر انتظام نہ کیا ۔ تو فاقہ کشی کی وجہ سے یہ لوگ یقیناً مر جائیں گے ۔ حالانکہ پیشتر اس کے اخبارات کے ذریعے کئی دفعہ پاکستان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ۔

صدہا کی تعداد میں روزانہ کشمیر مسلم کانفرنس برانچ لاہور کے دفتر میں بھی پناہگزینان ریاست جموں و کشمیر لاہور پہنچتے ہیں ۔ جہاں حکومت پاکستان نے سیالکوٹ ، راولپنڈی میں راشن کا انتظام کر رکھا ہے ۔ وہاں لاہور میں بھی انتظام کیا جائے ۔ (اسسٹنٹ پبلسٹی آفیسر کشمیر گورنمنٹ)

(زمیندار ۲۸ جولائی ۱۹۴۸ء)

مہاجر اور پولیس

باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے ۔ کہ گورداسپور اور امرتسر وغیرہ کے مہاجرین گذشتہ ستمبر میں شہزادہ تھانہ کانا نو ضلع لاہور میں آباد ہو گئے تھے ۔ اور انہوں نے وہاں آباد ہونے کے لئے چودھری غلام رسول نائب تحصیلدار سے باقاعدہ طور

پر پرمٹ بھی حاصل کر لئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے خرچ پر جلے ہوئے منہدم مکانات کی مرمت کی۔ اور غیر مسلموں کی متروکہ اراضی میں جسے وہ تباہ کرکے چلے گئے تھے۔ خود ہی اپنے وسایل کے مطابق بغیر کسی مالی امداد کئے کاشت کی۔ نیز اس زمانہ میں جب کہ اس علاقہ میں پانی کی قلت تھی۔ انہوں نے ان سب مشکلات کا سامنا کیا۔ صرف اس فصل خریف، کو پانی ہونے کی وجہ سے وہ کسی قدر بہتر طور پر کاشت کر سکے ہیں۔ ان لوگوں کے آباد ہونے کے بعد تال افسر نے موضع شہزادہ کی پڑتال بھی کی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ جو لوگ آباد ہو چکے ہیں۔ انہیں یہیں رہنے دیا جائے۔ اور باقی ماندہ زمین پر میودں کو بسا دیا جائے۔ ان سب باتوں کے باوجود نئے نائب تحصیلدار نے ان پہلے سے آباد شدہ مہاجرین کو پھر سے بے خانماں کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اور بغیر اجازت افسران بالا ان کے پرمٹ منسوخ کر کے انہیں وہاں سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ درآنحالیکہ ان پہلے سے آباد شدہ مہاجرین کے پاس ہر قسم کا ثبوت موجود ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ کئی مرتبہ پولیس ان لوگوں کو وہاں سے بالجبر نکالنے کے لئے جا چکی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ مہاجرین اپنے جائز حق کے پیش نظر یہ فیصلہ کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنی زمینیں اور مکان نہیں چھوڑیں گے۔ اور روز روز کی بے عزتی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ (نامہ نگار)

(روزنامہ "احسان" لاہور۔ ۲۸ جولائی ۱۹۴۸ء)

مجاہدینِ پاکستان اور پولیس

جنابِ مکرم۔ آج صبح پولیس کے کئی آدمی گارڈن ٹاؤن کے کوارٹروں میں پہنچے۔ یہاں میو اور راجپوت پناہ گزین خالی کوٹھڑیوں۔ ٹوٹے پھوٹے برآمدوں اور گھوڑے، اونٹ کے اصطبلوں میں کافی عرصے سے مقیم تھے۔ یہ بے چارے اس انتظار میں تھے۔ کہ کہیں حکومت بسائے گی تو اُٹھ کر چلے جائیں گے۔ ان میں سے اکثر جگہیں انسانوں کے رہنے کے قابل نہیں۔ پولیس والے آج یہ سخت حکم لے کر پہنچے۔ کہ ان کوٹھیوں سے نکل جاؤ۔ ان کا دیہ بہت سخت گیرانہ تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کے لیے کیا گزشتہ تلخیاں کافی نہیں۔ جو یہ مزید چرکے مسلمانوں کی زبانوں سے ان کے دلوں پہ لگائے جاتے ہیں۔ بھلا غور کیجئے۔ کہ آج کل یا تو چلچلاتی دھوپ ہوتی ہے۔ یا پھر موسلا دھار بارش۔ یہ بے چارے لوگ جائیں تو کہاں۔ بیماری ان کو بھی ستاتی ہے۔ بلکہ اب تو بیماری کا خاص شکار یہی ہوتے ہیں۔ کیمپوں میں اتنی جگہ نہیں۔ کہ یہ موسم کے حملوں سے بچ سکیں۔ کیا اربابِ حکومت یہ چاہتے ہیں۔ کہ یہ بدنصیب انسان (جو آج سے ایک سال پہلے سب کی نگاہوں میں مجاہدینِ اسلام تھے) بھٹک بھٹک کر مر جائیں۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر کون غیر ذمہ دار لوگ ایسی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کاش یہ سطریں ذمہ دار لوگوں کو انسانی ہمدردی اور انصاف کی راہ دکھائیں۔

ماڈل ٹاؤن ۱۹ر جولائی — راؤ فرزند علی خاں کلانوری "ڈان" لاہور ۲۳ر جولائی ۱۹۴۸ء

کشمیری مہاجرین اور حکام

پچھلے دنوں جموں و کشمیر کے مسلم طلبا کا ایک وفد حکام تعلیم سے ملا تھا۔ جنہوں نے طلبا کو یقین دلایا تھا۔ کہ ڈگریاں تقسیم کرنے میں حکومت جموں و کشمیر کے طلبا سے خاص مراعات کرے گی۔ ان طلبا کے ایک نمایندے کا کہنا ہے۔ کہ ابھی تک حکومت نے ان طلبا کو ڈگریاں تقسیم کرنے کے متعلق اپنی کسی پالیسی کا اعلان نہیں کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ حکومت کے طریق کار اور رویہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جموں و کشمیر کے مہاجر طلبا کا مستقبل نہایت تاریک ہے۔

مفتی ضیا الدین صدر لاہور جموں و کشمیر مسلم کانفرنس نے حکومت پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ وہ کشمیر کے مہاجرین کو روٹی مہیا کرنے میں ناکام رہی۔ آپ نے افسوس ظاہر کیا۔ کہ کشمیریوں پر کیمپوں کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ (سفینہ لاہور ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء)

لاوارث عورتوں اور نوجوان بچیوں کی درگت

بیگم سلمیٰ تصدق ایم۔ ایل۔ اے نے آج ایک بیان میں حکومت اور سوسائٹی کے طرز عمل پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔

آپ نے کہا کہ لاوارث عورتیں اور نوجوان بچیاں در بدر ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ ان کے پاس پیسہ نہیں۔ کہ رشوت دے سکیں اور حکومت

کے بلند ایوانوں تک ان کی رسائی نہیں۔

میں اپنی مصیبت زدہ بہنوں کے حالات معلوم کرنے کی غرض سے شہر کے مختلف علاقوں اور صوبہ کے مختلف اضلاع کا نہایت توجہ کے ساتھ دورہ کر رہی ہوں۔ مجھے بہت سے امدادی مرکز اور قیام گاہیں دیکھ کر دلی صدمہ ہوا ہے کہ مظلوم عورت ہر جگہ مصیبت کا شکار نظر آتی ہے۔ اور مصیبت سے بچانے کے لئے نہ سوسائٹی کی طرف سے اور نہ حکومت کی طرف سے کوئی ایسا معقول انتظام ہے۔ جس سے اس کی بے پناہ تکالیف کو رفع کیا جائے۔ بلکہ صورت حالات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ حکومت اور سوسائٹی دونوں میں کوئی ایسی خواہش بھی نہیں پائی جاتی۔ کہ وہ اپنی توجہ اس طرف مبذول کرے۔

مشرقی پنجاب کی آفت رسیدہ بیوگان اور ستم ہائے روزگار کی ستائی ہوئی لاوارث عورتیں اور بچیاں در بدر ٹھوکریں کھا رہی ہیں۔ اور ان کے زخموں پر مرہم لگانے کے لئے کوئی چارہ گر تک نظر نہیں آتا۔ وہ اپنی لاعلمی اور حکومت اور سوسائٹی کی عدم توجہی کے باعث صحیح لوگوں تک بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ کم سے کم حکومت کا اتنا فرض تو ضرور تھا۔ کہ وہ ایک ایسا ادارہ قائم کرتی جہاں یہ اپنی فریاد لے کر پہنچ جاتیں۔ اور ان کے مصائب کا مداوا کیا جاتا۔ پہلے تو وہ اس خیال کے ماتحت وقت گذارتی رہیں۔ کہ اس ہنگامی دور کے بعد حالات بدل جائیں گے۔ لیکن اب انہیں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آ رہی ہے۔ اور موجودہ تکلیفات کا احساس ان کے لئے ایک بھیانک مستقبل کو واضح طور پر نمایاں کر رہا ہے۔ وہ اندر ہی اندر گھلی جا رہی ہیں۔ ان کے پاس پیسہ نہیں۔ کہ رشوت دے سکیں۔

ان کے پاس راہنما نہیں۔ کہ ان کو راستہ دکھا سکیں۔ ان کی حکومت کے بلند ایوانوں تک رسائی نہیں۔ سیکرٹریٹ کے دروازہ پر پولیس کا زبردست پہرہ ہے۔ تاکہ کوئی فریادی اندر نہ جا سکے۔

اور اگر رسائی کی کوئی صورت ہو بھی جائے۔ تو شنوائی کسے نصیب ہوتی ہے۔ غرضیکہ ان بدنصیبوں کی زندگی بے بسی اور بے کسی کا ایک بے مثال نمونہ ہے اور ان کے دکھ اور شکایات مرض لاعلاج کی طرح بڑھ رہے ہیں۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ میرے پاس ہر روز پچیسیوں عورتیں دور دراز سے پیدل سفر کر کے اس کڑکتی دھوپ میں دودھ ریکھے ہوئے ننھے بچوں کو سینہ سے لگائے پسینہ میں شرابور اپنی بے بسی کی کہانیاں سنانے آتی ہیں۔ اور امداد کی طالب ہوتی ہیں۔ میں اپنی بہنوں کی ہر وقت، ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں حکومت کی خدمت میں ایک درخواست کروں گی۔ کہ وہ ان کے حقوق کا تحفظ کرے۔ اور ان کے لئے مناسب سہولتیں بہم پہنچائے۔ اور ان پر مصائب کے جو پہاڑ گر رہے ہیں ان کو دور ہٹا کر ان بدنصیبوں کے لئے زندہ رہنے کا سامان مہیا کرے۔

(انقلاب لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء)

والٹن کیمپ میں

اب ہم لوگ کیمپ کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ ہر طرف فوجی لاریاں بیشمار کھڑی تھیں۔ اور سارے کیمپ میں ہزاروں کی تعداد میں مسلح پولیس پہرہ دے رہی

تھی۔ جس جگہ رات کو ہنگامہ ہوا تھا۔ اس بلاک کے مہاجرین ابھی تک باقاعدہ
طور پر مورچے لگا کر بیٹھے تھے۔ اور پولیس کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کو
تیار نہ تھے۔ جب فوج نے دیکھا کہ یہ لوگ مورچہ بندی نہیں توڑ رہے۔ تو فوج
نے اپنی رائفلوں میں گولیاں بھر لیں۔ فوج کی اس کارروائی کو دیکھ کر مہاجرین نے
بھی اپنی بندوقیں تان لیں۔ ہم تمام لوگ حالات کو مخدوش دیکھ کر شش و پنج میں
پڑے ہوئے تھے۔ اور سوچتے تھے۔ کہ خدا جانے اب کیسی صورتِ حال پیدا ہو
گی۔ ہر طرف کیمپ کے ملازموں کے چہروں پر موت کی سی زردنی چھائی ہوئی تھی۔
کیمپ کمانڈر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے تھے۔ انہوں نے بھی رات کیمپ سے
بھاگ کر باہر ہی گذاری تھی۔ بہر حال اب ہم لوگ دونوں طرف بندوقیں تنی ہوئی دیکھ
کر ایک طرف ہو گئے۔ کہ کہیں ہم تماشہ دیکھتے دیکھتے خود ہی تماشہ نہ بن جائیں۔
خیر اسی وقت ایک کار بڑی تیزی کے ساتھ کیمپ میں داخل ہوتی نظر آئی۔ تمام لوگ
اس کار کی طرف دیکھنے لگے۔ کار اب ہمارے پاس آ کر رک گئی۔ اس میں سے ایک
مولوی صاحب نکلے۔ ان مولوی صاحب کو دیکھ کر مہاجرین نے زور زور سے
نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ہمارے پاس دو تین آدمی آپس میں باتیں کر رہے
تھے۔ ایک ان میں سے بولا۔ کہ یہ جو صاحب آئے ہیں۔ مہاجرین کے لیڈر
ہیں۔ بہر حال وہ صاحب کار سے اُتر کر کیمپ کے مختلف حصوں سے ہو کر
تھوڑی دیر کے بعد مہاجرین کے پاس گئے۔ جہاں وہ لوگ مورچہ لگا کر بیٹھے
تھے۔ اور اپنی طرف کسی کو آنے نہیں دیتے تھے۔ جب یہ مولوی صاحب
ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے مہاجرین میں سے پندرہ بیس عمر رسیدہ بزرگوں

کو چُنا۔ اور ایک خفیہ میٹنگ کی۔ جس میں خدا جانے ان لوگوں نے کیا کچھ طے کیا۔ بہرحال جب وُہ میٹنگ ختم ہُوئی۔ تو مہاجرین کے لیڈر نے مہاجرین کے جمِ غفیر میں ایک مختصر اور موثر تقریر کی۔ جس میں کہا کہ مجھے سب کچھ بخوبی علم ہے۔ جو جو کچھ کیمپ کے حکام آپ کے ساتھ اور آپ کی بہو بیٹیوں کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں۔ آپ لوگ کسی قسم کا فکر نہ کریں۔ میں ابھی جا کر سب معاملہ ٹھیک کر دیتا ہُوں آپ لوگ اس وقت منتشر ہو جائیں۔ مہاجرین کے دلوں پر اس لیڈر کی تقریر کا کافی اثر ہُوا۔ اور وہ منتشر ہو گئے۔

اب وہ لیڈر کیمپ کے حکام اور تفتیش کرنے والی پولیس سے ملا۔ اور موجودہ صورتِ حال پر کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ پولیس والوں نے سب سے پہلے یہ مطالبہ کیا۔ کہ مہاجرین نے ہماری پولیس کے آدمی کی جو رائیفل اور گولیاں چھینی ہیں۔ وہ ہمیں برآمد کرا دیجئے۔ پھر کسی طویل گفتگو کا آغاز کیجئے۔ خیر وہ لیڈر مہاجرین کے پاس گیا۔ اور ان سے کہا کہ سپاہی سے چھینی ہُوئی رائیفل اور گولیاں واپس کر دو۔ پہلے تو مہاجرین نے اس مطالبے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر دو گھنٹے کی دماغ سوزی کے بعد مہاجرین رائیفل اور گولیاں واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب چونکہ حالات کافی حد تک اعتدال پر آ چکے تھے۔ اس لئے پولیس نے مہاجرین کے لیڈر کی وساطت سے مہاجرین کے بلاک کا معائنہ کرنے اور معاملے کی تحقیق کی اجازت مانگی۔ مہاجرین بمشکل رضامند ہُوئے اور تفتیش شروع ہُوئی۔۔

ادھر بے چارے سپاہی کی حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر جواب

دے چکے تھے۔ کہ اس کا بچنا محال ہے۔ اگر اس کی قسمت بہت ہی اچھی ہوئی۔ تو بچ جائے گا۔ ورنہ حالات اس کے بالکل برعکس ہیں۔

سپاہی کے معصوم بچے اور اس کی بیوی (جس کی شادی ہوئے بمشکل دو سال کا عرصہ ہوا ہو گا) ہسپتال کے دروازے کے ساتھ برآمدے میں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پولیس نے اس بلاک کا محاصرہ کر لیا۔ اور چند مہاجرین کو تفتیش کے بعد گرفتار کر کے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں محبوس کر دیا گیا۔ کچھ لوگ جنہوں نے اس کام میں نمایاں طور پر حصہ لیا تھا راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ جو قسمت کے مارے پولیس کے ہاتھ آ گئے تھے۔ ان کو بری طرح پیٹا جاتا تھا۔ جس وقت پولیس نے مہاجرین کو گرفتار کرنا چاہا۔ تو اس کے لئے بڑی ہوشیاری سے کام لیا گیا۔ ان کو یہ کہہ کر قیدیوں کی لاری میں بٹھا لیا گیا۔ کہ ہمیں تم سے چند اہم باتیں معلوم کرنی ہیں۔ مہاجرین کے لیڈر نے انہیں بچانے کے بے کافی ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر طوطی کی آواز نقار خانے میں کون سنتا ہے۔ میرا دل اس سارے واقعہ کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ میں دل ہی دل میں سوچتا تھا۔ کہ ایک تو پہلے ہی انہیں فاقوں پر فاقے آ رہے ہیں۔ ان کو سر چھپانے کے لئے جگہ بھی نہیں ملی۔ ان کی نوجوان بہو بیٹیوں کو امن کا سانس لینا میسر نہیں۔ پھر جب معاملہ طول پکڑ جاتا ہے۔ تو الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا معاملہ ہوتا ہے۔

میرا دل اس وقت عجیب قسم کے خیالات میں الجھا ہوا تھا۔ کبھی میرا دل کہتا کہ جب دنیا میں قباحتیں روز بروز فروغ پا رہی ہیں۔ تو زمین کیوں نہیں پھٹ

جاتی۔ آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا۔ سورج اور چاند کیوں نہیں آپس میں ٹکرا جاتے
فرعون مزاج انسان اپنی خطاؤں پر دوسرے بیگناہوں کو تعزیر و احتساب کے شکنجے
میں جکڑ لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تو کیا خدا بھی ایسے لوگوں کو بیگناہوں کے
خون سے ہاتھ رنگنے سے نہیں ہٹا سکتا۔ مگر مجھے یہ بھی بخوبی علم ہے۔ کہ وہ ظالم
کی رسی دراز کرتا ہے۔ اور اس کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ جب انتقام لینے پر
آتا ہے۔ تو دنیا کے بڑے بڑے فرعون مزاج انسانوں کی گردنیں ایک پل
میں توڑ ڈالتا ہے۔ اور کمخواب کے بستروں پر دراز ہونے والوں کو ننگی زمین
پر لا بٹھاتا ہے۔

اس واقعہ کے دو تین روز بعد ایک دن میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ
کیمپ کی گراؤنڈ میں بیٹھا تھا۔ کہ میرے پاس چند عمر رسیدہ مہاجر آئے۔
جن کے کچھ نوجوان لڑکے بھی اس سلسلہ میں پولیس نے دھر لئے تھے۔ ان
میں سے ایک مہاجر بزرگ مجھ سے آبدیدہ ہو کر کہنے لگا: "بابو جی۔
اس سے تو ہماری حکومت ہمیں ایک جگہ اکٹھا ہونے کا حکم دے دے
اور ایک ہی وار میں ہم سب کا کام تمام کر ڈالے۔ اگر ہماری حکومت کا منشا ہمیں
تباہ کرنا ہی ہے۔ تو اس طریقے پر کیوں عمل نہیں کرتی؟ ہم اپنے بال بچوں
سمیت ایک وسیع میدان میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اڑا دیا جائے۔ ہم
سے اب یہ سب کچھ نہیں دیکھا جاتا۔

ان عمر رسیدہ مہاجر بزرگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کا بے پناہ سیلاب
امڈا چلا آ رہا تھا۔ ان کی لمبی لمبی سفید داڑھیاں آنسوؤں سے بھیگ چکی تھیں۔

ان لوگوں کی زبوں حالی اور بے بسی دیکھ کر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ میرا سر چکرانے لگا۔ مجھے ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آنے لگا۔ میں اسی پریشانی کے عالم میں کیمپ کی گراؤنڈ میں مہاجرین کی دردبھری باتیں سن رہا تھا۔ کہ میرے چند ایک دوست شہر سے مجھے ملنے آئے۔ اور جب وہ میرے پاس پہنچے تو ان مہاجر بزرگوں کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر دیکھ کر وہ مجھ سے اس کی وجہ پوچھنے لگے۔ میں ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا۔ کہ ان مہاجر بزرگوں میں سے ایک نے پھر کہنا شروع کیا۔ اگر ہماری حکومت ہمیں گولی مارنے سے بھی ہچکچاتی ہے تو ہمیں رتی رتی بھر زہر ہی دیدے۔ ہم سے اپنے معصوم بچوں کا بلکنا۔ اور اپنی دوشیزاؤں کی عصمتوں کے فانوس گل ہوتے نہیں دیکھے جاتے۔ ہمارے ڈھور ڈنگر جو کبھی منوں کے حساب بوجھ اٹھا کر ہزاروں میلوں کا سفر کر سکتے تھے۔ آج چار قدم چلنے سے لاچار ہیں۔ کیونکہ ان بے چارے بیلوں کو ایک ایک ماہ تک چارہ نہیں دیا جاتا۔

جب ہم اپنے بیلوں کو نحیف و ناتواں ہوتے اور بھوک کی شدت سے نڈھال ہوتے دیکھ کر ان کو بیچنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور یہ سوچتے ہیں۔ کہ یہ بیچارے ہمارے ساتھ کیوں دکھ اٹھائیں۔ اور کسی گاہک کو ڈھونڈ کر بیل بیچنے لگتے ہیں تو کیمپ کے حکام پولیس کے ذریعہ خریدار کو اور بیچنے والے کو زدوکوب کرتے ہیں اور ان دونوں کا منہ کالا کر کے کیمپ میں عبرت کے طور پر گھماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دیکھو آیندہ کوئی آدمی بیل بیچنے کی جرأت نہ کرے۔ ورنہ اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔

وہ مہاجر بزرگ اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے پھر کہنے لگا۔ "بابوجی! آپ لوگ ہی بتائیں کہ ہم ان بے زبانوں کو بھوکا مرتے دیکھ کر انہیں بیچیں نہ تو کیا کریں؟ اگر ہماری حکومت نے ہم پر یہ پابندی ہی عائد کر دی ہے۔ کہ کوئی مہاجر اپنے بیل نہ بیچے تو پھر ان بے چارے بیلوں کے لیے ایک ایک ماہ تک چارہ کیوں نہیں دیتی؟

جب اس مہاجر بزرگ نے اپنی دکھ بھری کہانی ختم کی۔ تو میں نے اپنے ایک شریف دوست کی آنکھوں کو دیکھا۔ ایک واقعہ جس کا مجھے بھی تھوڑی دیر کے بعد پتہ چل گیا تھا۔ ان بزرگوں کو سنانا شروع کیا۔ یاد رہے کہ میرے اس شریف دوست کا نام محمد سلیم تھا۔ میں نے ان بزرگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ایک روز ایک پانچ وقت کا نمازی مہاجر جس کی پیشانی پر نشان سجدہ تھا کیمپ میں آیا۔ اور اس نے کیمپ کے ایک ہندو اچھوت مہاجر سے کہا کہ بھائی دیکھو ان بیلوں کی بھوک سے ان کی جان نکلی آ رہی ہے۔ ان کو چارہ ملے ہوئے بھی بیس پچیس روز ہو گئے ہوں گے۔ اگر تم برا نہ مانو تو یہ بیل میرے پاس مناسب قیمت پر بیچ ڈالو۔ غریب وہ اچھوت مہاجر اپنے بیل بیچنے پر آمادہ ہو گیا۔ اب ذرا اس خریدار بزرگ کی سادگی اور شرافت ملاحظہ ہو کہ اس نے بجائے اس کے کہ اس کو پیسے دے کر بیل لے جاتا ایک پولیس افسر کے سامنے جا کر ان بیلوں کے دام ادا کرنے چاہے۔ تاکہ بعد میں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔ جب اس خریدار مہاجر نے پولیس والوں سے کہا کہ آپ اس معاملہ میں گواہ بن جائیے کہ اس شخص نے اتنے روپیوں میں میرے پاس یہ بیل بیچے ہیں۔ ابھی وہ مہاجر بزرگ اپنے فقرے کو مکمل نہ کرنے پایا تھا۔ کہ دو پولیس افسر اس پر یوں ٹوٹے

کو ٹھیکہ کیا ہوا۔ اپنی افسری کے زعم میں اٹھا اور اپنی لمبی لمبی مونچھوں کو تاؤ دیکر کہنے لگا کہ آج تو ایک شکار دانہ ڈالنے کے بغیر ہی پھنس گیا ہے۔ اس پولیس افسر نے دو سپاہیوں کو حکم دے دیا۔ کہ وہ روٹیاں پکانے والا توا لائیں۔ اور اس سے بیمار مہاجر کا منہ کالا کریں۔ جب اس مہاجر نے پولیس والوں کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے سنے۔ تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ عاجزی کے لہجہ میں کہنے لگا چوہدری صاحب میرا قصور کیا ہے۔ جو آپ میرے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگے ہیں۔ اس پولیس افسر نے اس مہاجر بزرگ کی سفید داڑھی کو پکڑ کر کہا۔ او بڈھے جب تیرے پوتڑوں پر ہمارے جوتے لگیں گے۔ اور تیری داڑھی کے بالوں کو نوچا جائے گا۔ تب تجھے اس وجہ کا پتہ چلے گا۔ اس مہاجر بزرگ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ اور وہ گھبرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ کہ چوہدری صاحب خدا کے لئے میری عزت کا اور میری دراز ریش کا لحاظ کیجئے۔ مگر اس پولیس افسر نے پہلے سے بھی زیادہ دشنام طرازی شروع کر دی۔ اور اس بوڑھے مہاجر کے کان پکڑوا کر اس کی پیٹھ پر زور سے لات ماری وہ بیچارہ مہاجر بزرگ جو پانچ وقت کا نمازی تھا۔ منہ کے بل زمین پر گرا۔ اور گرتے ہی اس کے دانتوں پر چوٹ آئی۔ اس کے منہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اس پولیس افسر نے پولیس والوں سے غصہ کے لہجہ میں کہا۔ کہ ابھی تک توا کیوں نہیں آیا۔ خیر پولیس والے توا لے آئے۔ اور اس مہاجر بزرگ کا منہ کالا کرنے لگے۔ اس مہاجر بزرگ نے بہتری منت سماجت کی۔ کہ میں بے گناہ ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ

کبھی بھی اس کیمپ میں نہیں آؤں گا۔ وہ پولیس افسر کہنے لگا۔ کہ او بڈھے! تم کیمپ میں لیا اپنی بیٹی کا رشتہ ڈھونڈنے آیا تھا۔ دیکھ لیا۔ تم کو کیمپ میں آنے کا کیا مزہ مل رہا ہے؟

سلیم کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے اس پولیس افسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ او بد اندیش انسان۔ تجھے انسان کہنا ہی انسانیت کی توہین ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو اس بوڑھے کے ماتھے کے محراب کا ہی خیال کر اور اس کو اب بھی باعزت طور پر چھوڑ دے۔ اور اس غریب کی دعائیں لے۔ وہ پولیس افسر سلیم سے کہنے لگا کہ آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہیں۔ یہ لوگ مہاجرین کو ورغلا کر ان کے بیل چند پیسوں میں خرید کر لے جاتے ہیں۔ جو مہاجرین کے لئے کسی صورت میں بھی مفید نہیں۔

سلیم نے پھر اس پولیس افسر سے کہا۔ کہ حکومت ان بیلوں کے لئے چارہ کیوں نہیں دیتی۔ اور ان بے زبانوں کو کیوں لے بھوکا مار رہی ہے۔ پولیس افسر کہنے لگا۔ کہ ہمیں کیا۔ ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ ہمیں جو کچھ سرکار نے کہنا ہے۔ وہی کرنا ہے۔ خواہ اس سلسلے میں کوئی یتیم ہو یا مہاجر۔ ہم تو اسے نہیں چھوڑ سکتے۔

بوڑھا بہت زار و قطار رو رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ میرا ایک جوان سال بیٹا جو امرتسر کے فسادات میں جام شہادت نوش کر چکا ہے۔ اس کی بیوی اور اس کے معصوم بچے گھر پر میرا بے تابی کے ساتھ انتظار کر رہے ہوں گے۔ کہ ابی بابا جی کہاں چلے گئے۔ کیا وہ نہیں آئیں گے۔ رات ہو چلی ہے۔ بابا جی نہیں آئے۔ خدا جانے کہاں چلے گئے۔ اگر آپ مجھ پر نہیں تو کم از کم ان معصوموں کا خیال کیجئے۔

اور مجھے اس مصیبت سے رہا کیجئے۔

جب اس پولیس افسر کو پتہ چلا۔ کہ یہ بابا" امرتسری ہے۔ تو وہ اور غصہ میں آگیا۔ اور امرتسریوں کو گالیاں نکال کر کہنے لگا۔ کہ ان حرامیوں۔ نے پاکستان میں آ کر وہ اودھم مچایا ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔

میرا بس ہو تو میں تمام امرتسریوں کو کالے پانی بھیج دوں۔ اور ان کو طرح طرح سے اذیتیں پہنچاؤں۔

جب سلیم نے اس پولیس افسر کو زہر چکانی کرتے دیکھا۔ تو وہ بھی غصہ میں آ گیا۔ سلیم کو غصہ میں آتے دیکھ کر وہ پولیس افسر ٹھٹکا سا گیا۔ اس کے کان میں کسی نے کہہ دیا۔ کہ یہ لڑکا امرتسری ہے۔ اس لئے امرتسریوں کے نام پر اتنی تلخی سے کام لے رہا ہے۔ خیر وہ پولیس افسر سلیم سے کہنے لگا۔ کہ آپ خواہ مخواہ تیز ہو رہے ہیں میرا اشارہ سارے امرتسریوں کی طرف نہیں۔ بلکہ ہر شہر ہر گاؤں اور ہر قصبے میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں۔ پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ ابھی جھگڑا جاری تھا۔ کہ سلیم نے ایک آدمی میری طرف بھیجا۔ اور اس سے کہا۔ کہ افتخار کو بلا دو میں اپنے کمرے میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ وہ آدمی میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ سلیم صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں نے جلدی جلدی کھانا کھایا۔ اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں اس نے مجھ سے سارا قصہ بیان کر دیا۔ جب میں موقعہ پر پہنچا تو اس مہاجر بزرگ کی حالت دیکھ کر مجھے بہت رنج پہنچا۔ میرے جانے سے پیشتر ان لوگوں نے اس مہاجر کا منہ دھو چھوڑا تھا۔ مگر اس بزرگ کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اس پولیس افسر کو کافی سخت سست کہا۔ اور کہا۔ کہ

میں تجھے عنقریب اس کا انجام دکھاؤں گا۔ پھر تجھے پتہ چلے گا وہ پولیس افسر
اب مجھ سے چکنی چپڑی باتیں کرنے لگا۔ کہ میں نے اس کو کچھ نہیں کہا صرف رعب
ہی دیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ دیکھو اگر تم اس مہاجر بزرگ سے معافی مانگ لو
تو بہت اچھا ہو گا۔ ورنہ پھر میں خود دیکھ لوں گا۔ کہ تم بھی اسی عہدے پر رہتے
ہو۔ یا نہیں؟

وہ پولیس افسر مجھ سے محض اس لئے گھبرا رہا تھا۔ کہ یہ اخبارات میں میرے
خلاف جا کر شور نہ مچا دے۔ بہرحال وہ پولیس افسر اس مہاجر بزرگ سے معافی مانگنے
پر آمادہ ہو گیا۔ اور بڑی عاجزی کے ساتھ اس مہاجر بزرگ سے کہنے لگا۔ کہ "بابا"
میں اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ وہ مہاجر بزرگ کہنے لگا۔ کہ
میری تو نے جتنی بھی بے عزتی کرنی تھی کر لی۔ اب اس معافی مانگنے سے تو میرے
دل کے گہرے زخم نہیں بھر سکتے۔ خیر میرے کہنے پر اس مہاجر بزرگ نے اس پولیس
افسر کو معاف کر دیا۔ پولیس افسر نے بھی ہم سب سے وعدہ کیا۔ کہ وہ آئندہ کبھی
بھی کسی مہاجر سے ایسا مذموم رویہ اختیار نہیں کرے گا۔

اب قارئین خود ہی اندازہ لگا لیں۔ کہ ہمارے کیمپوں میں جو مہاجرین مقیم ہیں
ان کے ساتھ کس قدر بہیمانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اور ان بے چاروں کی معصوم
دوشیزاؤں کی عصمتوں کو لوٹنے کے لئے کیمپ کے ملازمین کیسی کیسی طرح پر تولتے
رہتے ہیں۔ اور اگر ان کے خلاف کوئی آواز اٹھانی چاہے۔ تو اس کی زبان کاٹ لی
جاتی ہے۔ اور اسے طرح طرح کی گیدڑ بھبکیوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کی
جاتی ہے۔ مثال کے طور پر روزنامہ آغاز ہی کو لیجئے۔ جو مہاجرین کی ترجمانی کرتے

ہوتے بے خوفی سے کام لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ آغاز کے ادارہ کی طرف سے ایک استجابی شذرہ سپرد قلم کیا گیا تھا جس میں مہاجر دوشیزاؤں کی عصمتوں کے لٹنے کے واقعات کو منظر عام پر لا کر کیمپ کے حکام کو اصلاح کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جب یہ شذرہ چھپا تو ہمارے کیمپ کے حکام زخم خوردہ شیر کی طرح بپھرے بپھرے پھرتے تھے۔ اور آغاز اخبار والوں کو طرح طرح سے مرعوب کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کبھی کہتے تھے۔ کہ آغاز ایک ماہ کے لئے انہیں ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے گا۔ کیونکہ آپ لوگ کیمپ میں مہاجر دوشیزاؤں پر ہونے والے مظالم کا تذکرہ چھیڑ کر ہماری رسوائی کا سامان مہیا کرتے رہتے ہیں۔ روزنامہ آغاز نے ان گیدڑ بھبکیوں پر ذرا نظر نہ کی۔ اور کیمپ کے حالات سے عوام کو آگاہ کرتا رہا۔ (روزنامہ آغاز ۲۰ر جولائی ۱۹۴۸ء۔ لاہور)

جموں کے بدبخت مہاجر

مہاجرین ریاست جموں و کشمیر کو انجمن مہاجرین جموں و کشمیر مسلم کانفرنس سیالکوٹ انتہائی مصیبتوں اور کوششوں سے سر چھپانے کے لئے مکانات دلوانے میں کامیاب ہوئی تھی تاکہ اس شدت کی سردی میں بچا کھچا ریاستی مسلمان جاڑے کی نذر نہ ہو جائے۔ چنانچہ جیسے کیسے ٹوٹے پھوٹے جلے اُجڑے مکانات دستیاب ہو سکے۔ ان میں مہاجرین کو بسا دیا گیا۔ مگر اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ ہندو جاتا جاتا بجلی اور پانی کا بقایا چھوڑ گیا ہے۔ جس سے بار کا ابڑا ہوا ریاستی مہاجر تھی

نہیں ہو سکتا۔ اس پر محکمہ کی ستم ظریفی دیکھئے۔ کہ بجلی اور پانی کا استعمال تو کر گیا مند و
مگر بقایا ادا کرے مہاجر۔ ذرا ان بھلے آدمیوں سے کہئے۔ کہ کرے کوئی بھرے کوئی
اس آہنی زمانہ میں کیسے روا رکھا جا سکتا ہے۔ بھائی یہ تو لٹے ہوئے اور اجڑے
ہوئے لوگ ہیں۔ اگر ان کے پاس پیسے ہوتے تو مفت نور آگ لے کر بار پاکستان
حکومت کا کیوں اٹھاتے۔ اس کے علاوہ پچھلے بقائے کس اصول کے تحت
ادا کریں۔ اور کہاں سے؟
(روزنامہ انقلاب لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۴۸ء)

کشمیری مہاجروں کی زبوں حالی

مسٹر ڈنکن (سابق پولیٹکل ایجنٹ ساوتھ وزیرستان کی بیوہ) ولایت واپس
جانے سے چند روز بیشتر آزاد کشمیر ریلیف آفس میں تشریف لائیں۔ اور کشمیری مہاجرین و
مہاجرات کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان کی حسب خواہش ایک گائیڈ ان کے
ہمراہ کر دیا گیا۔ مسز عطا اللہ جان سیکرٹری پاکستان ریمپر والنیٹرس (صوبہ سرحد
بھی موصوفہ کے ہمراہ تھیں۔ مسز ڈنکن نے کشمیری مہاجر عورتوں اور بچوں بوڑھوں
کو ان کے گھروں پر جا کر دیکھا۔ کہ وہ نہایت نحیف و لاغر اور بھوک سے نڈھال
پڑے ہوئے تھے۔ بدن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ اور مختلف بیماریوں میں
مبتلا تھے۔

(امروز ۱۴ جولائی ۱۹۴۸ء۔ لاہور)

سات لاکھ مہاجرین کی حالت

تجدید کابینہ کے وقت خان ممدوٹ نے کابینہ کے طرز عمل میں اصلاح کے بڑے بڑے وعدے کئے اور پھر اس بات میں سکوت کو اپنا شعار نہیں بنایا بلکہ اپنی کم گوئی کی شہرت کو قربان کرتے ہوئے بارہا ان وعدوں کی تجدید کی۔ مگر عوام کی سیہ بختی دیکھئے کہ وزیر اعظم کے اظہار عزم پر جامہ عمل راست نہ آسکا۔ امید بندھائی گئی تھی۔ کہ مغربی پنجاب کے باشندوں کو ہجوم مصائب سے رستگاری دلا کر راحت و آسائش سے ہمکنار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ لیکن یہ امید کب صحیح ثابت ہوئی؟ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ شہری رسد کی خرابیاں دور کر کے ہر بھوکے پیٹ کو بھرنے اور ہر ننگے بدن کو ڈھانپنے کا اہتمام کیا جائے گا۔ لیکن کیا یہ وعدہ پورا ہوا؟ یقین دلایا گیا تھا۔ کہ مہاجرین کی بحالی کو فرض اولین سمجھا جائے گا۔ لیکن اس فرض سے کون عہدہ برآ ہوا؟ کیا یہ غلط ہے۔ کہ راحت و آسائش آج بھی انہی کا حصہ ہے۔ جنہیں راست بازی سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اور بد قسمت عوام اپنی [illegible] اخلاقی قدروں کی وقعت رکھنے کی پاداش میں آماجگاہ تیر حوادث و غم روزگار بنے ہوئے ہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ شہری رسد میں خرابیاں دور ہونے کے بجائے زیادہ سرعت کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہیں۔ اور یہ اندیشہ تقویت پکڑتا جا رہا ہے۔ کہ ان کا ازالہ نہ ہوا۔ تو صوبہ کی تمام آبادی کو قحط کے آلام سے دوچار ہونا پڑے گا؟ کیا اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے۔ کہ مہاجرین کی بحالی کا مسئلہ پہلے سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے؟ ضلع وار آبادکاری سے قطع نظر

کر لیجئے۔ وہ اتنی جلدی ممکن نہ سہی۔ لیکن اس حقیقت سے آنکھیں کیونکر بند کر لیجئے۔
کہ کیمپوں میں پڑے ہوئے مہاجروں کی تعداد میں اس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ کہ
۱۰ ر جولائی سے ۱۷ ر جولائی تک کے عرصے میں مزید ساٹھ ہزار خانماں برباد ان میں
پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اور اس وقت صوبے کے تینتیس کیمپوں میں چھ لاکھ
اکتالیس ہزار چار سو بدنصیب جن کے جسموں کی راحت و آسائش اور دلوں کے
سکون و طمانیت کا تمام تر انحصار بحالی اور آباد کاری پر تھا۔ خان ممدوٹ کے
اعلان کو جو سات ہفتے قبل ان کے لئے فردوس گوش بنا تھا۔ فضا کی پہنائیوں
میں تحلیل ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اور حرماں نصیبی کے ماتم کے سوا کچھ نہیں کر سکتے
وہ خان ممدوٹ کو کس طرح یاد دلائیں۔ کہ سات ہفتے قبل جب ان کی قسمتوں کے
مالک کو تجدید وزارت کے سلسلے میں رائے عامہ کی تائید مطلوب تھی۔ تو اس نے
اپنی آواز کو گویا صداقت کا لہجہ عطا کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اس صوبے کا اہم اور اولین مسئلہ مہاجرین کی آباد کاری کا ہے
اور ہم اس مسئلہ کو ذیل کے نہج پر حل کریں گے :-

"ہم معینہ اصولوں کے مطابق اراضی اور دوسری معاشی املاک
کی الاٹمنٹوں میں ہونے والی غلطیوں کو دور کرنے کے لئے فوری قدم
اٹھائیں گے۔ اور کوشش کا کوئی پہلو نہیں چھوڑیں گے۔

"اگرچہ اس وقت صحت اور یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ الاٹمنٹوں
میں کس قدر غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور الاٹ شدہ جائدادیں سے کس
قدر مہاجروں کو دلانے کے لئے غیر مستحق افراد سے واپس لی جا سکتی

ہے۔ تاہم مجھے امید واثق ہے کہ ہم غیر آباد اشخاص کی تعداد کو بڑی حد تک کم کر سکیں گے۔ اور جو لوگ کیمپوں میں رہ جائیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انہیں کم از کم اتنی آسائشیں مہیا کی جائیں گی۔ جتنی انسانیت تقاضہ کرتی ہے؛

ہاں خان محمد وٹو نے مہاجرین اور ان کی حالت زار پر کڑھنے والے دردمند انسانوں کا دل ہاتھ میں لینے کے لئے اس شیریں بیانی کو اسی وقت نہیں بعد میں بھی بارہا وسیلہ بنایا۔ اس موقعہ پر انہوں نے اس کام کو سر انجام دینے کے لئے تین سے چھ ماہ تک کی مہلت مانگی تھی لیکن کچھ دیر بعد خود ہی اس مہلت میں کمی کر کے دو مہینے کے اندر اندر کیمپوں میں پڑے ہوئے تمام مہاجرین کو آباد کرنے کا وعدہ کر دیا لیکن یہ مہلت ختم ہونے کو آئی اور ایفائے عہد کے لئے کوئی قدم اٹھا ہے۔ تو رجعت قہقہری کے ساتھ کیمپ پھر بھرتے جا رہے ہیں۔ اور نتیجہ مصارف حکومت اور زبوں حالی مہاجرین کی دوگونہ خرابی کو لئے ہوئے ظاہر ہو رہا ہے۔ حکومت بیس لاکھ روپیہ ماہانہ ان مہاجرین کو فاقوں سے بچانے کے لئے صرف کر رہی ہے۔ مگر وہ انہیں صرف فاقوں ہی سے بچا سکی ہے۔ اور اس بیس لاکھ روپیہ ماہانہ، تقریباً ڈھائی کروڑ سالانہ۔ قوم کی یہ کمائی پیدا آور کاموں میں صرف ہوتی تو قومی دولت میں کتنا اضافہ کر سکتی تھی۔ مگر اب یہ ڈھائی کروڑ روپیہ سالانہ نہیں۔ بلکہ صرف چھ پیسہ روزانہ کی خیرات ہے۔ جو نہ جانے کتنے بد دیانت تقسیم کرنے والوں کی حرص و آز کا محصول ادا کرنے کے بعد غریب و بے چارہ مہاجر کو فاقہ زدگی سے بچانے کے لئے دی جاتی ہے۔ جس کا ماحصل اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ فاقہ کشی کے صدمے

اٹھانے کے لئے اس بدنصیب مہاجر کو چند روز اور کشاکش مرگ و زیست میں
رہنے دیا جائے۔

کاش کہ دِل خوش کُن وعدہ کرکے بھول جانے والے ارباب حکومت
ان اسباب پر غور کرنے کی زحمت گوارا کرتے جو کیمپ [illegible] میں اضافہ کرنے
کا موجب بن رہے ہیں۔ مکانوں کے [illegible] اور زمینوں کا چھ ماہ کا لگان وصول
کرنے کا حکم جاری [illegible] سے قبل کس نے سوچا کہ لٹ کر آنے والے مہاجرین پر
اس [illegible] کا اثر کیا ہوگا۔ کیا یہ غلطی [illegible] حکومت ہی کی نہیں۔ کہ اس نے مہاجرین
[illegible] پہلے [illegible] خلاف [illegible] رہی تھی [illegible]
ادا کرنے کی [illegible] کیا گیا اور ناجائز الاٹمنٹوں کی تنسیخ کے بہانہ بعض اوقات
[illegible] حقداروں کو بھی محروم کرکے شہروں اور گاؤں سے نکل کر کیمپوں میں پناہ لینے
پر مجبور کیا۔ اور اس طرح ملت کے اس سرمایہ عزیز کے لئے جو آزادی اور عزت
کی روزی کما کر اجتماعی دولت میں اضافہ کر رہا تھا۔ محاصل کی گرانباری کے باعث
غیر مفید عنصر بننے کے سوا چارہ کار نہ چھوڑا۔

پھر کیا وزیر اعظم کا سات ہفتے قبل کا وعدہ محض ایک کھلونا تھا۔
جسے دے کر مہاجروں کو بہلانے کی کوشش کی گئی۔ آبادکاری [illegible] کیا۔ اس
ظلم و ستم کا نام ہے [illegible] برباد شدہ لوگوں کے لئے کچھ ایسے حالات پیدا کر دیئے
جائیں۔ کہ ان [illegible] کیمپوں کے اندر داخل ہونے پر انہیں [illegible]
بے ہمتی کے طعنے دیئے جائیں۔

وزیر اعظم نے اس سلسلے میں فوری اقدام اور ہر ممکن سعی کرنے کا وعدہ

کیا تھا۔ اور یقین دلایا تھا۔ کہ دو مہینے کے اندر اندر کیمپوں کو مہاجرین سے خالی کر دیا جائے گا۔ لیکن وزارت کی بدتدبیری کا یہی عالم رہا۔ تو ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ اس عرصے میں کیمپ خالی ہونے کے بجائے پھر ایک بار بھر جائیں گے۔

ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ یہاں کی چھ پیسے روزانہ کی خوراک جس کی مقدار مہاجر کے رشتۂ جان و تن کو ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے کے لئے اب بھی بمشکل کافی ثابت ہوتی ہے۔ مزید مہاجرین کی آمد سے اور بھی کم ہو کر انصار کرم کے ان بے بس مہمانوں کو غم [illegible] [illegible] نجات دلانے کی غرض سے [illegible] کے آغوش میں سلا دے۔

(سفینہ لاہور۔ ۳۱ جولائی ۱۹۴۸ء)

مہاجرین اور لاٹھی چارج

راؤ خورشید خاں ایم۔ ایل۔ اے دمٹر لشیر صاحب ایک برقیہ کے ذریعہ رقمطراز ہیں۔ کہ ملتان کیمپ کے پناہگزینوں کا ایک بہت بڑا جلوس نکلا۔ جس پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ جس وقت یہ جلوس واپس آ رہا تھا۔ اس پر مسلح پولیس نے حملہ کر دیا۔ ۱۴ پناہگزیں شہید اور سینکڑوں مجروح ہوئے۔ دو زخمیوں کو ہسپتال داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ حکام کے رویّہ کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

(مغربی پاکستان لاہور۔ ۱۸ اگست ۱۹۴۸ء)

مہاجرین پر آتشبازی

منٹگمری میں مہاجرین پر پولیس کی آتشبازی کے متعلق مغربی پنجاب اسمبلی کے

مہاجر ارکان کی مقرر کردہ تحقیقاتی کمیٹی نے اپنی رپورٹ تیار کر لی۔ کمیٹی نے اپنی

رپورٹ میں کہا ہے۔ کہ پولیس کی آتشبازی سے گذشتہ پیر کو منٹگمری میں ۲۲ مہاجر

ہلاک اور ۱۵۰ زخمی ہوئے۔ مزید ۸۰ مہاجر لاپتہ ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی

ہلاک ہو گئے۔ کمیٹی چار ارکان پر مشتمل تھی۔ اور اس نے اپنی رپورٹ چودھری محمد حسن

کو پیش کر دی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے۔ کہ پولیس کی آتشبازی بالکل غیر ضروری

تھی۔ اور اس سے احتراز کیا جا سکتا تھا۔ حکومت نے اصل واقعہ کو توڑ مروڑ کر

بیان کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جن مہاجرین پر پولیس نے آتشبازی کی۔ وہ

بالکل نہتے تھے۔ ان کا قوت اور طاقت کے استعمال سے اور خورشید علی خاں ایم

ایل۔ اے کو ہلاک کرنے کا بھی ارادہ نہ تھا۔ اگر ان کا ایسا ارادہ ہوتا۔ تو وہ موقعہ

واردات پر اپنے دس ہمراہیوں کو کوشش اور سکون کے ساتھ گرفتار نہ

ہونے دیتے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں مہاجر ارکان اسمبلی کا ایک وفد حضرت

قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان سے ملاقات کرنے کے لئے

کوئٹہ جانے والا ہے۔ رپورٹ کو مغربی پنجاب اسمبلی کے مہاجر ارکان کے سامنے

پیش کیا جائے گا۔ اور اس کی نقول قائد اعظم۔ وزیر اعظم پاکستان۔ گورنر مغربی

پنجاب۔ وزیر مہاجرین پاکستان اور مغربی پنجاب کے وزیر اعظم اور تمام وزیروں

کو بھیج جائیں گی۔

یہ خیال کیا گیا ہے۔ کہ منٹگمری میں راؤ خورشید علی خاں کی گرفتاری غیر مناسب تھی۔ حسب کہ حکومت اس امر سے باخبر تھی۔ کہ کیمپ میں ان کے ہزاروں سرخ موجود ہیں۔ اس وقت کثیر تعداد میں پولیس اور فوج کی موجودگی۔ اور ڈپٹی کمشنر ایڈیشنل۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ریونیو اسسٹنٹ۔ کولونی اسسٹنٹ۔ غرضیکہ تمام اعلیٰ حکام کا صدر مقام سے غیر حاضر ہونا اس امر کا یہ بھی ثبوت ہے۔ کہ یہ سب کچھ پہلے سے سوچے سمجھے ہوئے منصوبہ کے مطابق ہوا۔

اس المناک واقعہ کے باوجود ہم مہاجرین کے جذبہ حب وطن کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ ہم نے ان میں پاکستان یا قائداعظم محمد علی جناح کی ذات گرامی کے خلاف کوئی جذبہ نہیں پایا۔ رپورٹ پر چودھری علی اکبر ایم۔ ایل۔ اے۔ میاں باغ علی ایم۔ ایل۔ اے۔ چودھری ولی محمد گوہر ایم۔ ایل۔ اے اور میاں [illegible] ایم۔ ایل۔ اے نے دستخط کئے۔ (زمیندار لاہور ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء)

تصویر کا دوسرا رُخ

ہم اپنی گذشتہ اشاعت میں منٹگمری کے حادثہ فاجعہ کے متعلق اس تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع کر چکے ہیں۔ جو اسمبلی کے چار ارکان پر مشتمل تھی۔ اور جسے اسمبلی کے مہاجر گروپ نے مقرر کیا تھا۔ یہ رپورٹ تصویر کا دوسرا رُخ پیش کرتی ہے۔ جو پہلے رُخ سے جسے سرکاری حلقوں نے پیش کیا تھا

سامنے پیش کیا گیا یکسر مختلف ہے۔ سرکاری حلقوں کے بیانات میں پہلے مہاجرین
کے جانی نقصانات پانچ ہلاک کی تعداد میں ظاہر کئے گئے تھے۔ جن پر اگلے دن چھ کا
اضافہ کر دیا گیا۔ ارکان اسمبلی کی کمیٹی کی رپورٹ ظاہر کرتی ہے۔ کہ بائیس مہاجر
شہید ہوئے۔ ڈیڑھ سو کے قریب زخمی ہو گئے اور اسّی مفقود الخبر ہیں۔ یہ اعداد
شمار فائرنگ کی شدت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ جو حکام نے بے کس و بے بس
مہاجرین کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے اختیار فرمایا۔

سرکاری بیانات میں ظاہر کیا گیا تھا کہ مہاجرین کا مشتعل جلوس
پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھا اور لاٹھیوں اور بھالوں اور بندوقوں سے مسلح
تھا۔ وہ راؤ خورشید علی خاں کو زبردستی چھڑا لینے کے لئے صدر کے تھانے پر حملہ آور
ہوا۔ جہاں سے اس کو لاٹھی چارج کے ذریعہ پسپا کر دیا گیا۔ لیکن نالے پر جا کر
حاضرین کے انہوں نے مورچہ لے لیا۔ اور پولیس پر گولیاں چلائیں۔ اس لئے مجسٹریٹ
نے فائرنگ کا حکم دیدیا۔ اور چار کارتوس چلانے کے بعد بند کروائی۔

تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ بتا رہی ہے۔ کہ جلوس کی تعداد بہت کم تھی۔ وہ
راؤ خورشید علی خاں کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ بہ غرض احتجاج نعرے لگا رہا
تھا۔ مہاجرین نہتے تھے۔ اس بیان کے ثبوت میں وہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ کہ
جلوس کے دس آدمیوں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ اگر وہ
مرنے مارنے کے لئے آئے ہوتے۔ جیسا کہ سرکاری بیانات میں ظاہر کیا گیا ہے
تو ان کے لیڈر پر امن طریق سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے کیوں پیش کرتے؟
جلوس والوں کے غیر مسلح ہونے کے متعلق بھی تحقیقاتی کمیٹی کی یہ دلیل بہت وزنی

ہے۔ کہ پولیس ہجوم سے ایک لاٹھی تک نہ چھین سکی۔ جسے وہ ثبوت کے طور پر پیش کرتی۔ نہ بھاگتے ہوئے ہجوم نے کوئی نیزہ بھالا یا کوئی اور ہتھیار پیچھے چھوڑا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پولیس کو کیمپ کی تلاشی پر بھی خطرناک قسم کا کوئی اسلحہ نہ مل سکا۔ جس کے متعلق کئی دن پہلے سے اخبارات میں لکھا جا رہا تھا۔ کہ منٹگمری کیمپ کے مہاجرین نے اپنی حکومت سے لڑنے کے لئے اتنا اسلحہ فراہم کر لیا ہے جو کشمیر کی فتح کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے۔

سرکاری بیان میں گولی چلانے کا جواز ثابت کرنے یا مظلوم مہاجرین سے پبلک کی ہمدردیاں زائل کرنے کے لئے یہ بتایا گیا تھا۔ کہ مہاجرین کا مشتعل ہجوم "پاکستان مردہ باد" اور "قائد اعظم مردہ باد" کے نعرے لگا رہا تھا۔ تحقیقاتی کمیٹی کی روداد میں ایک امریکن پادری کی شہادت کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ وہ "پاکستان زندہ باد" "قائد اعظم زندہ باد" اور "ہمارے لیڈر کو چھوڑ دو" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

سرکاری بیانات میں مہاجرین پر یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ مہاجرین نے پولیس کے ساتھ متصادم ہونے اور گولیاں کھا کر شہید ہو جانے کا پروگرام پہلے سے بنا رکھا تھا۔ اس الزام کی تردید ہم پہلے بھی درایت کی بنا پر کر چکے ہیں۔ اور لکھ چکے ہیں۔ کہ اگر وہ پولیس کے ساتھ لڑنے کی تیاری کے ساتھ نکلے ہوتے۔ اور ان کے پاس اسلحہ بھی ہوتا۔ جیسا کہ سرکاری حلقے ظاہر کر رہے ہیں۔ تو ہمیں گیارہ۔ سولہ یا بائیس مہاجرین کے ساتھ پولیس کے چند افراد کا بھی ماتم کرنا پڑتا۔ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ نے اس نکتہ پر یکسر دوسری روشنی ڈالی ہے۔

اور مہاجرین پر گولی چلانے کی تیاری کا الزام مقامی حکام پر عائد کیا ہے دلیل یہ ہے کہ حادثہ کی رات جب کہ راؤ خورشید علی خاں کو گرفتار کرنا تھا ضلع کے تمام ذمہ دار حکام اعلے منٹگمری سے غایب ہو گئے۔ حالانکہ خود اپنے دعوے کے مطابق انہیں اندیشہ تھا کہ راؤ خورشید علی خاں کی گرفتاری پر کیمپ کے مہاجرین ضرور کسی نہ کسی نوعیت کا مظاہرہ کریں گے۔

تصویر کے یہ دونوں رُخ جو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے لئے گئے ہیں جمہور کے سامنے آ گئے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ اگر پاکستان کی دنیا سے عدل و انصاف کی حس یکسر اٹھ نہیں گئی۔ تو مغربی پنجاب کی حکومت کا فرض ہے۔ کہ وہ اس حادثہ فاجعہ کی پوری پوری تحقیقات کرائے۔ تاکہ منٹگمری کے حکام کے طرزِ عمل کی چھان بین ہو سکے۔ لیکن اگر حکومت کا رویہ یہ ہے۔ کہ بے کس و بے بس مہاجرین کو حکام کے اندازے کی غلطیوں پر کسی قسم کے رد و کد میں محسوس کئے بغیر قربان کیا جا سکتا ہے۔ تو اور بات ہے۔ بے گناہ مہاجرین کا خون اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں فریادی ہوگا۔ جو سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے۔

(ایڈیٹوریل) "مغربی پاکستان" لاہور۔ ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء)

پناہگزینوں پر پولیس نے گولی چلادی

منٹگمری کے کیمپ کے راجپوت پناہگزینوں پر کل رات پولیس نے گولی چلادی۔ جس سے پانچ آدمی مارے گئے اور سات زخمی ہوئے ہیں۔

بتایا جاتا ہے۔ کہ چونکہ ان کے لیڈر اور مغربی پنجاب کی مجلس قانون ساز کے ممبر راؤ خورشید علی خاں کو پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس لئے ان میں بڑا غم و غصہ پھیل گیا۔ اور حالات نے نازک صورت اختیار کر لی۔

مغربی پنجاب اسمبلی کے مہاجر ممبروں کا آج ایک جلسہ ہوا۔ جس میں اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی گئی ہے جو چودھری علی اکبر خاں۔ مولوی احمد جان اور چودھری ولی محمد گوہر پر مشتمل ہے۔ یہ حضرات کل سہ پہر منٹگمری روانہ ہو جائیں گے۔

حکومت مغربی پنجاب نے سرکاری اعلان میں بتایا ہے۔ کہ منٹگمری میں کل رات پچاس ہزار راجپوت پناہ گزینوں کے مشتعل ہجوم نے پولیس پر حملہ بول دیا۔ وہ سب مرنے اور مارنے کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ کچھ دیر مقابلے کے بعد مشتعل ہجوم کو قابو میں لانے کے لئے پولیس کو گولی چلانا پڑی۔ اس ہنگامے میں پانچ اشخاص مارے گئے۔ اور کئی زخمی ہوئے۔ زخمیوں میں پولیس کے سپاہی بھی تھے۔

راؤ خورشید علی خاں کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت ۲۳ اگست کو رات کے ساڑھے دس بجے گرفتار کیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد پچاس ہزار رنگھڑ پناہ گزینوں نے ریس کورس کیمپ سے آدھی رات کے وقت ایک جلوس نکالا اور پنجاب سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۱۳ کی خلاف ورزی کی۔ جلوس میں شامل ہونے والے لاٹھیوں۔ نیزوں اور بندوقوں سے مسلح تھے۔ اور شدید اشتعال کی حالت میں تھے۔

انہوں نے صدر پولیس سٹیشن پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر مغربی پنجاب کی کنسٹیبلری نے جو کافی تعداد میں تھی۔ انہیں روکا۔ اس پر ہجوم نے پولیس پر ہلہ بول دیا۔ اور ایک سپاہی کو زخمی کر کے اس کی ۳۰۳ بور کی رائفل معہ دس کارتوس کے چھین لی۔

ارشاد حسین شاہ مجسٹریٹ سکیشن ۳۰ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ موقعہ پر موجود تھے۔ چنانچہ ان کے حکم سے لاٹھی چارج کیا گیا۔ اور بڑی مشکل سے مجمع کو تھوڑی دور پیچھے ہٹایا گیا۔ ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے اشک آور گیس بھی استعمال کی گئی تھی۔ لیکن چونکہ ہوا مخالف سمت میں چل رہی تھی۔ اس وجہ سے اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جلوس کے کچھ لوگوں نے نشانہ لے کر گولی چلائی۔ اس پر مجسٹریٹ کے حکم سے تھوڑی دیر کے بعد چار فائر کئے گئے۔ مگر اس سے بھی ہجوم تتر بتر نہ ہوا۔ جلوس والوں نے اور گولیاں چلائیں۔ اور ایک گولی سے ایک سپاہی کی بندوق کی نالی پھٹ گئی۔ اور سپاہی کو دائیں کہنی میں گولی لگی اور ایک سپاہی کو منہ پر گولی لگنے سے زخم آیا۔

(روزنامہ "امروز" لاہور۔ ۲۶ راگست ۱۹۴۸ء)

مہاجرین کی بغاوت

لاہور - ۱۶ اگست - اورینٹ پریس کے ایک پیغام میں بتایا گیا ہے - آج صبح جب سینکڑوں مہاجر آہ و بکا کرتے ہوئے ان آٹھ عورتوں اور بچوں کے جنازے قبرستان کی طرف لے کر چلے جو گذشتہ شب وچھووالی (اندرون شاہ عالمی دروازہ) میں ایک مکان گر جانے کی وجہ سے دب کر مر گئے تھے - تو دیکھنے والوں کے دل ہل گئے - بیان کیا جاتا ہے - مکان گرنے سے دہلی کے ایک مہاجر خاندان کے گیارہ افراد لقمہ اجل ہو گئے - مرنے والوں میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے -

جنازوں کا یہ جلوس جوں جوں گلیوں سے گذرا سینکڑوں مہاجر اس جلوس میں شامل ہوتے گئے - جلوس جب کسی سرکاری دفتر کے سامنے گذرا - بے قابو ہو گیا - حکومت مغربی پنجاب کے صدر دفتر کے سامنے جلوس پہنچا - تو اہل جلوس نے دفاتر پر اینٹیں اور پتھر برسائے - سیکرٹریٹ کا صدر دروازہ فوراً بند کر دیا گیا اور اس طرح گڑبڑ مزید پھیلنے سے رک گئی - متعدد سرکاری دفاتر کے دروازوں اور کھڑکیوں پر خشت باری کی گئی - جس سے دروازوں کے شیشے ٹوٹ گئے - حکام نے کسی موقعہ پر بھی جلوس کی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کی -

گذشتہ ہفتہ کی بارشوں سے نصف جلے ہوئے اور غیر مرمت شدہ مکانات میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں - مگر سینکڑوں مہاجرین اب بھی ان مکانوں میں رہنے پر مجبور ہیں - کیونکہ ان کے پاس سر چھپانے کے لئے اور کوئی

جگہ نہیں۔ اس ضمن میں ایسوسی ایٹڈ پریس کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ گذشتہ شب وچھووالی میں مکان گر جانے سے ۱۳ اشخاص جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں جان بحق ہوگئے۔ مرنے والے دہلی کے تین مہاجر خاندانوں سے متعلق تھے۔ جن کے صرف تین فرد کھڑکیوں سے کود کر بہزار دقت اپنی جان بچا سکے۔

گذشتہ شب مکان گرنے سے جو لوگ ہلاک ہوئے۔ ان کی آج تجہیز د تکفین اور تدفین عمل میں لائی گئی۔ قبرستان جاتے ہوئے جب یہ ماتمی جلوس کارپوریشن کے دفتر کے سامنے پہنچا۔ تو جلوس نے کارپوریشن کے دفتر پر خشت باری کی۔ جس سے دروازوں کے کچھ کچھ شیشے اور ٹائپ کی مشینیں ٹوٹ گئیں۔ ایک موٹر کار کو بھی جو کارپوریشن کے باہر کھڑی تھی نقصان پہونچایا گیا جلوس نے سیکرٹریٹ عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر دروازے کے بند ہونے کی وجہ سے یہ کوشش ناکام رہی اور دروازے کے باہر تقریباً بیس منٹ تک مخالفانہ مظاہرہ کیا گیا۔ جس میں وزارت کے خلاف نعرے لگائے گئے۔ اس مظاہرے کے بعد ماتمی جلوس قبرستان کی جانب روانہ ہوگیا۔

شاہی مسجد کے المناک سانحہ کے فوراً بعد اس رنجیدہ واقعہ کا عوام پر گہرا اثر ہوا۔ بالخصوص مہاجرین میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ گلی کوچوں میں اس واقعہ کا چرچا ہے اور ان مہاجرین کے متعلق تشویش اور فکر کا اظہار کیا جارہا ہے جو ابھی تک جلے ہوئے مکانات میں پڑے ہوئے ہیں۔ بارش کی کثرت مہاجرین کی دقتوں اور دشواریوں میں اضافہ کا باعث ہو رہی ہے۔

(روزانہ زمیندار لاہور ۱۸ اگست ۱۹۴۸ء)

پاکستان کی شہری آزادی

(۱) مولانا فضل الٰہی کی گرفتاری

(۲) پاکستانی پولیس کا کارنامہ

(۳) مخدوم شاہ نوری کی گرفتاری

(۴) وزیر اعظم پاکستان اور عبدالصمد خان

(۵) سرحد میں آرڈیننس راج

(۶) سیفٹی ایکٹ کو منسوخ کرو

(۷) پولیس کا ناجائز رویّہ

(۸) مزدور کارکنوں پر تشدّد

(۹) پولیس کی درازدستی

(۱۰) مطلق العنان جمہوریت کی لعنت

(۱۱) خبروں پر سنسر

(۱۲) پبلک سیفٹی ایکٹ

(۱۳) کوثر و تسنیم کی بندش

(۱۴) اخبارات پر عتاب

(۱۵) غلام محمد خاں

(۱۶) سویرا، ادبِ لطیف اور نقوش

مولانا فضل الٰہی کی گرفتاری

وزیر آباد سے مشہور انقلابی لیڈر امیر المجاہدین حضرت مولانا فضل الٰہی صاحب وزیر آبادی کی گرفتاری اور بعد میں ان کی ضمانت پر رہائی کی خبر ملی ہے۔

اطلاع میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مولانا کو جن کی عمر اسی سال کی ہے۔ اور جو ۲۸ سال کی جلاوطنی کے بعد حال ہی میں علاقہ آزاد سے اپنے وطن پاکستان میں آئے ہیں، ایک ایسے مقدمہ کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ جو آج سے ۲۸/۲۹ سال پہلے ان کے خلاف وزیر آباد ہی میں رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔

حضرت مولانا مجاہدین چمرکنڈ کے امیر اور حضرت سید احمد شہید بریلوی کے تیسرے خلیفہ کے نام سے مشہور رہیں۔ آپ کو اپنی انقلابی سرگرمیوں کے باعث یکم جولائی ۱۹۲۰ء میں اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر علاقہ غیر میں جانا پڑا جہاں آپ نے علاقہ باجوڑ کے اندر قریہ چمرکنڈ میں اپنے ہیڈ کوارٹر قائم کئے اور ایک مدت تک انگریزوں کے خلاف مصروف جہاد رہے۔

قیام پاکستان کے بعد حکومت نے آپ کی نظربندی کے احکام منسوخ کر دیئے اور اس طرح آپ ۲۸ سالہ جلاوطنی کے بعد اپنے وطن میں تشریف لائے۔ یہاں آنے کے بعد آپ محاذ کشمیر میں برابر حصہ لے رہے تھے چند روز ہوئے اس سلسلے میں آپ کو کراچی جانا پڑا۔ کراچی سے واپس ہوتے پونچھ کے محاذ پر جاتے ہوئے کسی کام سے راستے میں وزیر آباد اتر گئے۔ جونہی آپ اپنے بھائی کے مکان پر پہنچے تو پولیس

افسروں نے آپ کو زیر حراست کر لیا۔ اور بعد میں ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے روبرو پیش کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۶ جولائی کا ہے۔ اگلے روز حضرت مولانا کو ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ جہاں سے آپ کو تین ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔

اس سلسلے میں جو اطلاعات ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ۱۹۲۰ء میں روپوش ہوئے تھے۔ اس وقت وزیر آباد کے قریبی گاؤں قاضی آباد سے کچھ اسلحہ برآمد ہوا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کی غیر حاضری میں پولیس کو بتایا گیا کہ اس اسلحہ کو چھپانے میں مولانا فضل الٰہی کا بھی ہاتھ ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا کے خلاف زیر دفعہ ۱۲۰ (ب) اور زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند ایک مقدمہ رجسٹر کر لیا گیا۔

اس طویل عرصے میں پولیس گاہے ماہے مولانا صاحب کے اعزہ و اقربا سے پوچھ گچھ کرتی رہی اور اب ۲۸ سال کے بعد مولانا صاحب وزیر آباد آئے تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ (احسان لاہور ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء)

مولانا فضل الٰہی کی گرفتاری (۲)

مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی امیر المجاہدین چمرقند کو ۲۲ جولائی کو ان وارنٹوں کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا جو ۱۹۲۰ء میں برطانوی حکومت نے ان کے خلاف جاری کئے تھے۔ گرفتار کرنے کے بعد آپ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ نے تین

ہزار کی ضمانت پر رہا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

مولانا فضل الہی سید احمد شہید اور حضرت اسمعیل شہید کے سلسلہ نسب سے ہیں۔ اور سرحد انتا زمین مسلمانوں کی تنظیم کرتے رہے ہیں پاکستان کے قیام کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے۔ اور ایک ماہ کراچی قیام فرما ہونے کے بعد وزیر آباد پہنچے جہاں سے آپ پونچھ کے محاذ پر جانا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال شیدائی سیکرٹری جنرل اسلامک ورلڈ ایسوسی ایشن نے مولانا موصوف کی گرفتاری پر اظہار تعجب کیا۔ اور اس امر کا اظہار کیا کہ یہ گرفتاری غلط فہمی کی بناء پر عمل میں لائی گئی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اگر یہ خبر صحیح ہوئی تو آپ شہری آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے سرگرم تحریک چلائیں گے۔

(مغربی پاکستان لاہور ۱۴ اگست ۴۸ء)

مولانا فضل الہی کی گرفتاری ۳

مولانا فضل الہی کی گرفتاری کے خلاف ہر طبقے کی طرف سے سخت احتجاج کیا جا رہا ہے۔ ایک ایسے مجاہد اسلام کو جس کی ساری عمر مسلمانوں کی خدمت کرتے گذری اور جو آزادی ملک و قوم کے لئے سالہا سال تک جلا وطنی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوا ہو ایک اسلامی حکومت کا گرفتار کرنا جس کے قیام میں خود اس کا بہت بڑا حصہ رہا ہو حد سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ مولانا موصوف ۱۹۱۵ء میں برطانوی ستمگیری سے تنگ آکر یاغستان چلے گئے تھے۔ اور وہاں وہ برابر برطانوی استعمار کے خلاف

نبرد آزما ہوتے رہے۔

چند سال ہوئے مولانا اپنے وطن واپس تشریف لے آئے تھے۔ یہاں آکر انہوں نے پاکستان کے قیام اور اس کے تحفظ کے سلسلے میں بڑی قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ سلہٹ کے ریفرنڈم کی کامیابی میں مولانا کی کوششوں کا بڑا دخل رہا۔ اس کے بعد سرحد کے ریفرنڈم کے موقعہ پر بھی مولانا کی ذات گرامی مسلم لیگ کے لئے غیر معمولی تقویت کا باعث بنی۔ آج کل مولانا کی توجہ کشمیر کے محاذ پر تھی۔ اور ان کی جماعت کے بہت سے لوگ وہاں لڑ رہے تھے۔

اس موقعہ پر ہمیں پچیس برس پہلے کے ایک وارنٹ کی بنا پر جو اجنبی حکومت نے ایک محب وطن کے خلاف کبھی جاری کیا تھا۔ پاکستان کی اسلامی حکومت کا مولانا کو گرفتار کرانا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ممکن ہے یہ مقامی افسروں کی کوئی ضابطے کی کارروائی ہو اور صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو اس کا علم نہ ہو۔ اگر واقعہ یہی ہے تو صوبائی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مولانا کی رہائی کا جلد سے جلد حکم صادر کرے۔ ورنہ بتلائے کہ مولانا کو کس بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ رائے عامہ بہت سختی سے اپنی حکومت سے یہ مطالبہ کرتی ہے (۲ مئی ۱۹۴۸ء)

پاکستانی پولیس کا کارنامہ

۸ جولائی کی دوپہر کو مال روڈ پر کمرشل بلڈنگ کے سامنے جو المناک واقعہ رونما ہوا ہے۔ یہ شہری ماحول میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل انوکھا اور نیا واقعہ

ہے۔ آج تک ہم یہ تو سنتے رہے ہیں کہ فلاں گاؤں، فلاں قصبہ یا فلاں بستی میں پولیس والوں نے ایک شخص کو الٹا لٹکا کر اس کی ناک میں سرخ مرچوں کا دھواں چڑھایا یا کسی کو پتھریلی زمین پر چت لٹا کر اوپر چارپائی رکھ دی اور چارپائی پر درجنوں سپاہی چڑھ کر کودنے لگے۔ ظاہر ہے کہ یہ دہشت و بربریت دیہات و قصبات میں تو کسی حد تک دبی رہ سکتی ہے مگر جب اس کا وجود شہری ماحول میں پایا جاتا ہے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج سے صدیوں پہلے کے تاریک دور سے گذر رہے ہیں تہذیب و شرافت نے ابھی ہمارے ہاں تخلیق ہی نہیں پائی۔ آئین کا احترام ابھی ہمارے لئے محض چیستاں ہے۔

کہا گیا ہے کہ ۸ رجولائی کی چلچلاتی دوپہر کو مال روڈ پر ایک ٹریفک والے سپاہی نے گریک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے طالبعلم مسٹر عبدالحق کے سامان سے لدے ہوئے تانگہ کو روک لیا۔ اور چالان کرنے کی بجائے شدید گرمی اور کڑکتی دھوپ میں ٹھہرے رہنے کو کہا ـــ بصورت دیگر اس کا مطالبہ رشوت تھا۔ اس پر مسٹر عبدالحق نے اکتا کر تانگہ سے سامان اتروا لینے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن کانسٹیبل کی طبع نازک پر یہ بات گراں گذری اور اس نے عبدالحق کو گالیاں دینی شروع کیں اور پیٹا یہاں تک کہ عبدالحق بے بس ہو کر گر پڑا۔ اسی اثنا میں سی آئی۔ ڈی پولیس کا کوئی انسپکٹر آیا اور اس نے بھی عبدالحق پر گھونسے اور لاتیں برسانا شروع کر دیں کہا گیا ہے کہ جب عبدالحق بالکل بے جان تھا اس وقت بھی سی آئی۔ ڈی کا انسپکٹر اس پر لاتیں برسا رہا تھا۔ ایسے موقع پر لوگوں کا اکٹھا ہو جانا بدیہی سی بات ہے۔ چنانچہ جب یہاں بھی ہجوم بڑھ گیا اور لوگوں میں کانسٹیبل اور پولیس افسر کے خلاف غم و غصہ پایا

جانے لگا تو یہ دونوں وحشی انسان بھاگ نکلے۔

لوگوں نے بے ہوش اور نیم مردہ عبدالحق کا جلوس نکالا۔ ممدوٹ ولا کے سامنے جا کر مطالبہ کیا گیا۔ ان دونوں سرکاری ملازموں کے اس ظلم عظیم کے خلاف تحقیقات کی جائے جلوس سول سیکرٹریٹ کی طرف سے بھی گیا۔ لیکن وہاں پولیس والوں نے اسے روک لیا۔ غرض ۸ جولائی کی دوپہر کو لاہور میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا کہ پولیس والوں سے متعلق جو بداعتمادی عام طور پر پائی جاتی تھی وہ یقین کی حد تک پختہ اور مستحکم ہو گئی ہے لوگوں میں پولیس کے نام سے بھی نفرت پائی جانے لگی ہے۔

ہم آجتک پولیس کے جائز اقدامات کی سختی کو مستحق قرار دیتے رہے ہیں آج تک ہم نے پولیس کے معاملات میں اعلیٰ حکام کی مداخلت پر کڑی نکتہ چینی کی ہے لیکن اس واقعہ کے بعد ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ پولیس اپنا اثر و اقتدار آج یا کل ضرور کھو دے گی۔ رشوت، ظلم اور سفاکی کے جتنے واقعات پولیس کے نامہ اعمال میں پائے جاتے ہیں اتنے حکومت کے کسی شعبہ کار سے متعلق نہیں ہیں حالانکہ پولیس کا کام ملکی نظم و نسق میں باعتدال بحال رکھنا ہے امن کو فروغ دینا ہے اور لوگوں میں اپنا اعتماد زیادہ کرنا ہے لیکن ہماری پولیس کے فرائض گویا بالکل مختلف اور برعکس ہیں۔

ہم پولیس کے اعلیٰ حکام اور وزیراعظم مغربی پنجاب سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ عبدالحق کے معاملہ کی فوراً تحقیقات کرائیں۔ اس سی آئی۔ ڈی انسپکٹر اور پولیس کنسٹیبل کو فوراً گرفتار کریں۔ واقعات کی روشنی میں ان دونوں کے جرم ثابت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اختیارات اور اپنے مرتبہ و مقام سے ناجائز

طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ عوام میں بے چینی پھیلائی ہے۔ اور ایک بے گناہ کو رشوت نہ دینے پر سکھا شاہی مظالم کا تختہ مشق بنایا ہے ایسے لوگ ہمارے نزدیک پاکستان اور مسلمانوں کی سلامتی کے بدترین دشمن ہیں۔ ان کے خلاف کوئی قدم اگر نہ اٹھایا گیا تو یہ حقیقت ہے کہ لوگوں میں پولیس کے خلاف غم و غصہ کے جذبات اس قدر فروغ پالیں گے کہ بالآخر کار حکومت کے لئے صورت حال کو معتدل بنانا دشوار ہو جائے گا۔ ہم ایک مرتبہ پھر پولیس کے اس ظلم عظیم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے خان ممدوٹ سے غیر جانبدار تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت آئندہ کے لئے ایسے واقعات کا فوراً انسداد کرے۔!

مغربی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا انچارج اور دوسری تعمیری سیاسی مجالس کا اضطراب یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر حکومت نے اس باب میں تغافل دکھایا ہے کام لیا اور عبدالحق پر ظلم توڑنے والوں کے خلاف کوئی شدید اور عبرتناک کاروائی نہ کی تو حالات ہولناک طور پر بگڑ جائیں گے۔ اس واقعہ سے لوگوں میں علم بے چینی پھیل رہی ہے۔ (روزنامہ آغاز لاہور، ۱۲ر جولائی ۱۹۴۸ء)

مخدوم شاہ نوری کی گرفتاری!

پاکستان مجلس احرار کے سیکرٹری سید مخدوم شاہ نوری آج یہاں گرفتار گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ آپ کی گرفتاری پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت عمل میں لائی گئی ہے۔

کوئی پانچ بجے دوپہر کے قریب ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سی آئی ڈی کے ایک انسپکٹر نے پولیس کی بھاری جمعیت کے ہمراہ یبرا ہوٹل میکلوڈ روڈ سے سید مخدوم شاہ بنوری کو حکومت مغربی پنجاب کے احکام کے ماتحت گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتاری کے وقت آپ اپنے کمرہ میں موجود تھے۔ اطلاع نہے اب آپ کو شاہی قلعہ لاہور نہیں لے جایا گیا ہے

سید مخدوم شاہ بنوری جو صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں ایک خاموش سیاسی و قومی کارکن ہیں۔ سب سے پہلے آپ کا نام مسلمانان بہار کے قتل عام کی ریلیف کے سلسلے میں سنا گیا۔ جہاں آپ گاندھی جی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو دوبارہ بسانے کا کام کرتے رہے۔ ہندو سکھ رہنماؤں کے ساتھ اپنے خوشگوار مراسم کی بنا پر آپ نے پچھلے سال مشرقی پنجاب سے زبردستی اٹھائی گئی مسلمان خواتین کی برآمدگی کے سلسلے میں بھی اپنی خدمات حکومت مغربی پنجاب کو پیش کی تھیں۔

صوبہ مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری آغا شورش کاشمیری نے سید مخدوم شاہ بنوری کی گرفتاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "ہم اس گرفتاری کو اپنے مستقبل کی تمہید سمجھتے ہیں اور ہماری انتہائی خواہش ہے کہ حکومت مجلس احرار سے متعلق سارے معاملے کی پوری طرح چھان بین کرے۔ تاکہ اس تحقیقات کے نتیجے میں دنیا کو اصلیت کا پتہ چل سکے۔

آغا شورش نے کہا "ہم اس گرفتاری کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ خوش ہیں کہ حکومت کو ہمارے خلاف مبینہ الزامات کی

تحقیقات کا موقعہ مل گیا ہے

(احسان لاہور ۱۷ جولائی ۴۸ء)

مخدوم شاہ بنوری کی گرفتاری ۲

آج ۵ بجے شام پنجاب کی سی آئی ڈی کے اعلیٰ افسروں نے سید مخدوم شاہ صاحب بنوری سیکرٹری مجلس احرار اسلام پاکستان کو پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے ماتحت گرفتار کر لیا، معلوم ہوا ہے کہ آپ کو لاہور کے شاہی قلعہ میں پہنچا دیا گیا ہے

اس اطلاع کے ملتے ہی ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری صدر مجلس مرکزیہ آغا شورش کاشمیری ایڈیٹر آزاد، چودھری ظہور الحق صاحب فاروق بی اے اسسٹنٹ ایڈیٹر آزاد، غازی محمد حسن صاحب سالار احرار، شاہ صاحب کی قیام گاہ پر پہنچ گئے، لیکن اس وقت آپ کو گرفتار کر کے لے جایا جا چکا تھا۔

صدر احرار نے نمائندہ "آزاد" سے انٹرویو کے دوران فرمایا کہ میں فی الحال اس گرفتاری پر کوئی بیان نہیں دینا چاہتا۔ البتہ اس کو جماعت کے مستقبل کی تمہید سمجھتے ہوئے ایک طرح کا آزمائشی مقدمہ سمجھتا ہوں۔

(آزاد لاہور ۱۷ جولائی ۱۹۴۸ء)

وزیر اعظم پاکستان اور عبدالصمد خان

بلوچستان کے سیاسی لیڈر خان عبدالصمد خاں اچک زئی نے وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں کو ایک خط بھیجا ہے جس میں اپنی نظر بندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے خان عبدالصمد خاں نے کہا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ہم نے پاکستان کو وطن مان لیا ہے اور اسی کے قیام، بقا اور اتحاد و مضبوطی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔

اس خط کی نقل قائد اعظم کو بھیجتے ہوئے خان عبدالصمد نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ خود ان کے معاملے پر غور کریں۔ آپ نے کہا تھا کہ اگر ۱۰ جون تک انہیں کوئی جواب نہ ملا تو خط و کتابت پریس کے حوالے کر دیں گے۔

مسٹر لیاقت علی کو اپنے خط میں خان عبدالصمد نے اپنی گرفتاری، رہائی اور اپنی جائے رہائش میں نظر بندی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے شکایت کی ہے کہ ان کے خلاف کوئی الزام نہیں لگایا گیا اور انہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس جرم کی پاداش میں ان سے یہ ذلت آمیز سلوک کیا گیا ہے۔ کہ ان کی شخصی آزادی چھین لی گئی ہے اور ان کی حرکات و سکنات پانچ میل کے حلقے کے اندر محدود کر دی گئی ہیں۔ خان عبدالصمد نے کہا ہے کہ اگر واقعی وہ مجرم ہیں تو ان پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔ تاکہ انہیں کم از کم اپنی صفائی کا موقعہ مل جائے اور یا پھر انہیں ترک وطن ہی کی اجازت دی جائے۔

خان عبدالصمد خان نے وزیر اعظم کو یقین دلایا ہے۔ کہ اگرچہ وہ قدیم پاکستان

کے مخالفین میں سے تھے مگر پاکستان بن جانے کے بعد اب وہ اسے اپنا وطن مانتے ہیں اور اس کی ترقی اور بہبودی کے خواہاں ہیں۔

(امروز لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۴۸ء)

سرحد میں آرڈی نینس راج

قیوم وزارت نے صوبہ سرحد میں پبلک سیفٹی آرڈی نینس جاری کر کے اس بات کا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ وہ عام پارلیمنٹری طریقے سے صوبے پر حکومت نہیں کر سکتی۔ اور اس کا یہ دعویٰ کہ سرحد کے عوام اس کے ساتھ ہیں اور یہ کہ وزارت کے مخالفین چند خود غرض افراد ہیں جن کا عوام پر کوئی اثر نہیں بالکل غلط ہے۔ سچ پوچھیے تو اس آرڈی نینس کا نفاذ مرادف ہے صوبہ سرحد کی موجودہ وزارت کے اعتراف شکست کا۔ خواہ عبدالقیوم خاں اس کو مانیں یا نہ مانیں۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستان کا کوئی بھی بہی خواہ خاں عبدالغفار خاں کی حمایت نہیں کر سکتا۔ موصوف نے ۱۵ اگست کے بعد جو روش اختیار کی اور جن حالات میں انہوں نے پٹھانستان کا نعرہ لگایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی یہ سرگرمیاں ٹھیک نہ تھیں اور ان سے پاکستان کے استحکام میں مشکلات کا پیدا ہونا یقینی تھا۔ لیکن قیوم وزارت نے خاں عبدالغفار خاں کی ان سرگرمیوں کا جو توڑ سوچا وہ ان سے بھی زیادہ خراب تھا۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج صوبہ

سرحد میں مسلم لیگ کی وہ عزت نہیں جو ۱۵ اگست سے قبل تھی۔ اور مسلم لیگ کی وزارت کو اپنے ابقا کے لئے عوام کی بجائے آرڈیننسوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس سیفٹی آرڈیننس کی رو سے جسے صوبے کے گورنر نے ۹ جولائی کو نافذ کیا ہے۔ حکومت کو اس بات کا اختیار دے دیا گیا ہے اگر اسے اطمینان ہو جائے کہ فلاں شخص نے کوئی مخالفانہ حرکت کی ہے۔ یا وہ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو وہ اسے بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتی ہے اور گرفتار کرنے کے بعد پاکستان کے کسی حصے میں خواہ جتنی مدت کے لئے چاہے اسے محبوس رکھ سکتی ہے اور پھر آرڈیننس میں مخالفانہ حرکت کی جو تشریح کی گئی ہے۔ وہ اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ حکومت اگر چاہے تو وہ ملک کے ہر شخص کو پکڑ کر جیل میں بند کر سکتی ہے۔ اور کسی عدالت میں اس کے متعلق داد فریاد نہیں کی جا سکتی

اس آرڈیننس میں حکومت کو اس امر کا بھی مجاز بنایا گیا ہے کہ جس سیاسی جماعت کے بارے میں اسے ثبوت مل جائے کہ اس کا تعلق کسی اجنبی طاقت سے ہے تو وہ اسے خلاف قانون قرار دے سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے یہ حق بھی دے دیا گیا ہے۔ کہ وہ جب چاہے جلسوں، جلوسوں اور اجتماعوں پر پابندی لگا دے اور تعلیمی درسگاہوں اور دوسرے اداروں کو اپنے قابو میں کر لے۔ اور جس شخص کی چاہے اور جب چاہے تلاشی لے لے۔ اور اگر ضرورت سمجھے تو اس کی جائداد اور نقدی ضبط کرنے کا حکم دے دے اور رقم بالا [illegible] تمام جب کہ آئینی [illegible] کے بعد اگر حکومت سے اس کی دبدبہ چھننے کی بات کی جائے تو وہ قانوناً اس کی ذمہ دار

نہیں ہوگی کہ وہ بتلائے کہ فلاں شخص کس بنا پر زیر عتاب ہے اور اس کو یہ سزا کس جرم میں مل رہی ہے۔

ان دفعات کے بعد بہتر تو یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی اسمبلی کو توڑ دیا جائے اور پارلیمنٹری نظام کو کالعدم مان لیا جائے اور عبدالقیوم خاں کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ وہ پولیس اور فوج کے ذریعے جیسا جی میں آئے حکومت کریں اور بزعم خود پاکستان کے استحکام کی خاطر پاکستان کو جس طرح چاہیں دبائیں۔ اور ان کی آزادی کو جیسے بھی ان کے دل میں آئے غصب کریں کیونکہ ان کو تو پاکستان بچانا ہے خواہ پاکستان کے رہنے والے سارے کے سارے جیلوں کی ہوا کھاتے پھریں اور ان کے لئے آزادی کا سانس لینا ناممکن ہو جائے۔

ہمارے خیال میں ۹ رجولائی کے اس سیفٹی آرڈی نینس کا یہی نتیجہ نکلے گا جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور صاف و صریح الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ صوبہ سرحد میں نمائندہ حکومت کا جنازہ نکل گیا اور عبدالقیوم خاں کے لئے سوائے اس کے کہ وہ فسطائیت کے ہتھکنڈوں سے صوبے میں اپنی وزارت قائم رکھیں اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ اگر عبدالقیوم خاں عوام کا نام زبان سے لینا چھوڑ دیں اور کھلے بندوں اس بات کا اعلان کر دیں کہ عوام کا اعتماد انہیں حاصل نہیں لیکن چونکہ انہیں ہر حال میں صوبے کا وزیراعظم رہنا ہے اس لئے وہ مجبور ہیں۔ کہ آرڈی نینس کا سہارا لیں۔

عبدالقیوم خاں کا اچھا خاصہ سیاسی تجربہ ہے۔ اور وہ پندرہ بیس سال سے سیاسی زندگی سے متعلق رہے ہیں۔ اس لئے انہیں یہ بتانے کی ضرورت

نہیں کہ اس طرح کے سیفٹی آرڈی نینسوں سے خدا خانہ سرگرمیاں کہاں تک رکا کرتی ہیں اور جس نظام کو بچانے کے لئے یہ آرڈی نینس نافذ ہوتے ہیں۔ اس نظام کا کیا حشر ہوا کرتا ہے اور اس کی زندگی کے دن کی ہوتی ہے ہم حیران ہیں کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود صوبہ سرحد کے وزیر اعظم نے یہ آرڈی نینس جاری کرکے اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارنا کیوں پسند کیا۔ کیا اس سے بہتر یہ نہیں تھا کہ وہ بجائے آرڈی نینس کے ذریعہ حکومت کرنے کے مستعفی ہو جاتے۔

ہم پہلے سے کہتے چلے آئے ہیں۔ کہ صوبہ سرحد کا مسئلہ پاکستان کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے بلکہ اسے مبالغہ نہ سمجھا جائے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ اس مسئلے کے صحیح و مناسب حل پر ہی پاکستان کے مستقبل کا بیشتر انحصار ہے۔ ضرورت تھی کہ ہمارے ارباب اختیار صوبہ سرحد کے مسئلے کی اہمیت کو محسوس کرتے اور اس کو حل کرنے کی کوئی تدبیر سوچتے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کارفرماؤں نے نہ تو صوبہ سرحد کی اہمیت کو سمجھا اور نہ اس کو حل کرنے کی کوئی مناسب راہ نکالی۔ انہوں نے بدقسمتی سے اسے وقتی تدبیروں اور سطحی چالوں سے سلجھانا چاہا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اور بھی الجھ گیا ہے۔ اس لئے اب آرڈی نینسوں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور عبدالقیوم خاں غلطی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جن پٹھانوں کو وہ حسن تدبیر سے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ وہ انہیں اب ڈنڈے کے زور سے مطیع کر سکیں گے۔ ظاہر ہے یہ ناممکن ہے! ور اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔

(امروز لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۴۸ء)

سیفٹی ایکٹ منسوخ کرو

پاکستان کے ہر صوبے کی طرح مغربی پنجاب میں بھی پبلک سیفٹی ایکٹ نافذ ہے اس ایکٹ کے ماتحت حکومت کو حق ہے کہ وہ جس شخص کو چاہے بغیر وجہ بتائے گرفتار کر سکتی ہے چنانچہ حکومت نے اس ایکٹ کے ذریعہ متعدد افراد کو گرفتار کر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں مغربی پنجاب ڈیموکریٹک یوتھ لیگ کے صدر مسٹر احمد سعید کرمانی نے ایک بیان دیا ہے۔

انہوں نے ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ مغربی پنجاب کی قومی وزارت آجکل اسی پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت کارکنوں کو گرفتار کر رہی ہے جس کے خلاف عوام نے نوکرشاہی کے زمانے میں زبردست جدوجہد کی تھی۔ اور اُس وقت جدوجہد کے لیڈر وہی لوگ تھے۔ جو آج وزارت کی گدیوں پر بیٹھے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ آج اس ایکٹ کا اطلاق ان لوگوں پر بھی ہو رہا ہے جو لیگ کے پُرجوش کارکن ہیں اور پاکستان بننے کے بعد اس قسم کی گرفتاریاں ہمارے دل میں برطانوی حکومت کی یاد تازہ کر رہی ہیں۔ مسٹر کرمانی نے کہا کہ قوم کے بے لوث اور تجربہ کار خادم کو پانچواں کالم کہہ دینا صرف نوکرشاہی کی گھبراہٹ اور پریشانی ظاہر کرتا ہے انہوں نے کہا کہ کس کو یقین آئے گا۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے کل تک پاکستان کے لئے قربانیاں دیں۔ اور حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ نوکرشاہی کا ظلم و تشدد برداشت کیا اور موجودہ لیڈر شپ

کے ہاتھ مضبوط کئے۔ آج وہ پاکستان کے خلاف ہو گئے۔

مسٹر کرمانی نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ ہمارا ملک ایک نازک دور سے گذر رہا ہے مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کی پالیسی پر نکتہ چینی نہ کریں۔ جو حکمران طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ جنھوں نے پاکستان کے لئے بے پناہ قربانیاں کی تھیں آج جیلوں میں بند ہیں۔ اور اس طرح جمہوریت اور انصاف کی جنگ کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں ان نوجوانوں کی تقلید کرنی چاہیئے اور ایک جمہوری ترقی پسند اور خوشحال پاکستان بنانے کے لئے جدوجہد شروع کرنی چاہیئے۔

انھوں نے آخر میں کہا کہ اس وقت مغربی پنجاب کی حکومت کو چاہیئے کہ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کو منسوخ کرے محبان وطن کو رہا کرے۔ اور اس طرح بڑھتی ہوئی بے چینی کو دور کرے۔

(آفرینشاد لاہور ۱۲ر جولائی ۱۹۵۰ء)

پولیس کا ناجائز رویہ

جمعرات کے دن مسٹر عبدالحق طالب علم کو پولیس کے ہاتھوں جو واقعہ پیش آیا۔ وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ افسوس ہے کہ قیام پاکستان کے باوجود ہمیں خطرناک دور کے واقعات سے سابقہ پڑ رہا ہے۔ افسوسناک سب سے زیادہ بات یہ ہے۔ کہ پولیس کی ذہنیت میں بالکل فرق نہیں پڑا۔ اور اس کے

ظلم و ستم اور زیادتیوں کا بالکل وہی حال ہے جو قیام پاکستان سے پیشتر انگریز کے راج میں ہوا کرتا تھا۔ پولیس کا یہ ناجائز رویہ عوام کو یہ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے کہ کیا ان کی شہری آزادی کے لئے تمام کوششیں بے کار چلی گئی ہیں۔ جس حکومت کو انہوں نے بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد عوام کی بہتری کے لئے مسلط کیا تھا۔ اور جو ان کی اپنی حکومت ہے کیا اس کے دور میں بھی عوام کو اسی طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے گا۔ اور پولیس والوں کو یہ اجازت حاصل ہوگی کہ وہ بلاقصور کسی شخص کو مار مار کر بے ہوش کر دے۔ جمعرات کے واقعے سے عوام میں بالعموم اور طلبا میں بالخصوص بہت زیادہ غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن نے فیصلہ کیا ہے کہ پولیس کے ظلم و ستم کے خلاف ۱۶ جولائی کو یوم احتجاج منایا جائے۔

ہم حکومت پنجاب کے ارباب اقتدار سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کی غیر جانبدارانہ اور غیر سرکاری طور پر تحقیقات کرائے اور قصور ثابت ہونے پر پولیس کے ملازموں کو عبرتناک سزا دے۔

(احسان لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۴۸ء)

مزدور کارکنوں پر تشدد

مرکزی ملازمین کی یونینوں کا ایک اجلاس ۱۱ جولائی بروز اتوار حالی ایم سی اے ہال میں منعقد ہوا جس میں حکومت کی طرف سے اعلان کردہ عارضی امداد

کو ناکافی بتایا گیا اور اس میں اضافہ کا مطالبہ کیا گیا۔
اجلاس نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ تشدد کی پالیسی فوراً ختم کر دی جائے گرفتار شدہ کارکنان کو رہا کیا جائے جن پر مقدمے چل رہے ہیں وہ واپس لے لئے جائیں اور پبلک سیفٹی ایکٹ کا خاتمہ کر دیا جائے۔
اجلاس کی صدارت پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے صدر مرزا ابراہیم نے کی۔ مندرجہ ذیل تجاویز متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

عارضی امداد ناکافی ہے

حکومت پاکستان نے جس عارضی امداد کا اعلان کیا ہے۔ وہ ضروریات زندگی کی موجودہ گرانی کے پیش نظر قطعی ناکافی ہے۔ یہ عارضی مدد ایک بھونڈا مذاق ہے اور مرکزی ملازمین کی معاشی بدحالی کے پیش نظر ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ حکومت نے ریلوے اور ڈاک خانے کے ملازمین کے متعلق جو امتیازی رویہ اختیار کیا ہے وہ قابل مذمت ہے اس قسم کی حرکتوں سے حکومت ملازمین کی صفوں میں انتشار اور پھوٹ پیدا کرنا چاہتی ہے یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے۔

(۱) تمام مرکزی ملازمین کو ایک جیسی امداد دی جائے
(۲) عارضی امداد پندرہ اگست ۱۹۴۸ء سے دی جائے
(۳) جس نسبت سے ضروریات زندگی کی قیمتیں بڑھی ہوئی ہیں اس نسبت سے عارضی مدد میں اضافہ کیا جائے۔

تشدد آمیز پالیسی کی مذمت

(۲) یہ جلسہ حکومت کی اس تشدد آمیز پالیسی کی مذمت کرتا ہے جس کے ماتحت تمام جائز ٹریڈ یونین سرگرمیوں کو کچلنے کی کوشش کی جا رہی ہے ٹریڈ یونین کے لیڈروں کو بند کیا جا رہا ہے۔ ٹریڈ یونینوں کے کارکنوں پر جھوٹے مقدمات چلائے جا رہے ہیں۔

شہری آزادی کو بحال کرو

یہ جلسہ مطالبہ کرتا ہے کہ شہری آزادی کو بحال کیا جائے اور قوانین تحفظ عامہ کو منسوخ کیا جائے۔ وہ تمام ٹریڈ یونین لیڈر جو جیلوں میں ہیں انہیں رہا کیا جائے خاص طور پر سندھ کے ٹریڈ یونین کے لیڈر چودھری اسلم شوکت علی اور این ڈبلیو آر ورکرز ٹریڈ یونین خانیوال کے سیکرٹری حشمت علی کو رہا کیا جائے۔

مقدمے واپس لو

یہ جلسہ حکومت سے مزید مطالبہ کرتا ہے کہ ٹریڈ یونین کے کارکنوں اور لیڈروں پر جو مقدمے چلائے جا رہے ہیں۔ وہ واپس لئے جائیں۔ مرزا محمد ابراہیم پر ابھی تک مقدمہ چل رہا ہے اسی طرح انجمن منٹ ملازمین کے عہدہ داروں اور انہیں دیگر کارکنوں پر جھوٹا مقدمہ پولیس نے کھڑا کیا ہے یہی حال ریلوے کا ہے جہاں اٹھارہ مزدوروں پر مقدمہ چل رہا ہے ان میں این۔ ڈبلیو۔ آر ورکرز ٹریڈ یونین (لاہور برانچ) کے عہدیدار بھی شامل ہیں۔ حکومت کی یہ تشدد آمیز پالیسی مزدوروں اور دیگر ملازمین میں غصہ پیدا کر رہی اور ان کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ حکومت کی اس پالیسی کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ (انقلاب لاہور ۵ جولائی ۱۹۵۰ء)

پولیس کی دراز دستی

قارئین کو معلوم ہے کہ ۵ جولائی کو لاہور میں مسلم لیگی کارکنوں کا اجتماع ہوا تھا۔
جس میں منجملہ اور باتوں کے اس صورت حال پر بھی غور کیا گیا تھا کہ
ہمارے صوبہ میں آج سینکڑوں مسلم لیگی اور دوسرے سیاسی کارکن جیل کی تنگ و
تاریک کوٹھڑیوں میں بند ہیں اور نہ صرف یہ کہ ہمارا صوبہ بلکہ پورا پاکستان بڑی تیزی
سے پولیس ریاست بن رہا ہے۔"

مغربی پنجاب کے مسلم لیگی کارکنوں نے اس صورت حال پر سخت تشویش کا
اظہار کیا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ شہری آزادی کو بحال کرے اور پولیس
کی دراز دستیوں کو روکے۔

اس قرارداد کو منظور کئے ابھی دو دن ہی گذرے تھے کہ خود مغربی پنجاب
کے پایہ تخت میں عین مال روڈ پر اس بات کا ثبوت فراہم کر دیا گیا کہ ہمارا صوبہ کس
تیزی سے پولیس ریاست بن رہا ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس جیسی ذمہ دار اور نیم سرکاری
ایجنسی نے ۸ جولائی کو یہ خبر دی ہے کہ کمرشل بلڈنگس کے سامنے مال روڈ کے
چوراہے پر پولیس کے ایک سپاہی اور سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک انسپکٹر نے کریک ٹیکنیکل
کالج کے ایک طالب علم عبدالحق کو بغیر کسی قصور کے پیٹتے پیٹتے ادھ موا کر دیا۔
طالب علم مذکور ہسپتال میں پڑا ہے۔ اور اس کی حالت نازک
بیان کی جاتی ہے۔

خاص لاہور شہر میں عین مال روڈ پر اور وہ بھی دن دہاڑے پولیس کی یہ جرأت کہ وہ بلا قصور ایک طالب علم کو مار مار کر ادھ موا کر دے ایسا ظلم تو شاید کبھی خضری عہد میں بھی نہ ہوا ہوگا جو آج مسلم لیگ کی حکومت میں پولیس کھلے بندوں کر رہی ہے۔ ذرا اندازہ لگائیے کہ جب لاہور جیسے شہر میں پولیس کی ستم رانی اس حد کو پہنچ گئی ہے تو دور افتادہ دیہات میں جہاں پولیس کے خلاف داد فریاد سننے والا تک نہیں ہوتا وہاں پولیس کا کیا رویہ ہوتا ہوگا۔

ہمیں ایک عرصہ سے مختلف علاقوں سے پولیس کی زیادتیوں کے متعلق اطلاعات پہنچ رہی ہیں بیکن لاہور کے اس واقعہ کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ہاں کے غریب دیہاتیوں پر پولیس کے ہاتھوں کیا گزرتی ہوگی اور عوام کی حکومت کی پولیس نے عوام کی زندگی کتنی تکلیف دہ بنا دی ہوگی۔

اس واقعہ کو آج تین روز ہو رہے ہیں لیکن اب تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس سلسلہ میں حکومت نے کیا قدم اٹھایا ہے اور پولیس کے [illegible] اور اس کے حامی سی آئی ڈی کے انسپکٹر کی اس نازیبا حرکت کے متعلق کیا کارروائی کی ہے۔

کسی اور آزاد ملک میں اگر پولیس اس طرح کی زیادتی کرتی تو ملک میں کہرام مچ جاتا اور وزیر داخلہ کو یا تو مستعفی ہونا پڑتا۔ یا پولیس کے ایسے غیر ذمہ دار افراد کے خلاف تعزیری کارروائی کی جاتی لیکن تعجب ہے کہ ہماری حکومت نے اس معاملہ میں نوٹس تک نہیں لیا۔ اور وہ خاموش بیٹھی ہے

حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس معاملے کی جلد سے جلد تحقیق کرائے اور اگر پولیس کے ملازموں کا قصور ثابت ہو جائے تو انہیں سخت سے سخت سزا دے

آج اس عوامی دور میں یہ پولیس راج کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اگر
حکومت نے پولیس کو اسی طرح بے عنان چھوڑ دیا تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔
اور عوام کی حکومت سے بد دلی جو پہلے بھی کچھ کم نہیں ہے اور زیادہ بڑھ جائیگی۔
اور یہ مسئلہ لا علاج حد تک پہنچ جائے گا

امروز لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء

پولیس کی دراز دستیاں ۶

سرکاری صنعتی تربیت گاہ کے ستر ہ سالہ طالب علم عبدالحق جسے پولیس کی طرف
سے متشددانہ زدوکوب کرنے کا واقعہ چند روز سے اخبارات میں شائع ہو رہا ہے
اور جس کے خلاف ٹریفک کانسٹیبل نے مقدمہ چلایا ہے اسے ہسپتال میں بار بار خوف زدہ
اور ہراساں کیا جا رہا ہے ہسپتال کی زعین بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ اسے جمعرات
کو ہتھکڑی لگا کر رکھا گیا۔ اس کی درخواست ضمانت اتوار کے روز منظور ہو گئی مگر پھر بھی
ہتھکڑی موجود تھی حتیٰ کہ پاخانہ جاتے وقت بھی دو پولیس کے سپاہی اس کی چارپائی کے
آس پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں جبکہ دو اور سپاہی دروازہ پر نگہبانی کرتے ہوتے
ہیں چند دیگر سپاہی ہسپتال کے میدان میں متعین ہوتے ہیں۔ جب اسے ہسپتال میں داخل
کیا گیا تین دن تک کسی کو بھی اس سے ملاقات کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ بالآخر والد
صاحب کو ملنے کا موقعہ ملا۔ وہ بھی تین گز کی دوری سے بات چیت کر سکے۔ جب اس
کا بیان قلمبند کیا گیا۔ تو اس کی عمر ۲۳ سال لکھا گیا۔ حالانکہ اس نے صاف

صاف کہا تھا۔ کہ اس کی عمر ۱۳ برس ہے

(آشان لاہور ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء)

پولیس کی دراز دستیاں ۳

ہفتہ وار الجلال کے مدیر پروفیسر محمد ابراہیم کو سرحد کے قانون تعزیرات کی دفعہ ۴۰ کے تحت گرفتار کر لیا گیا ہے ان کے خلاف الزام لگایا گیا ہے کہ ان کی سرگرمیاں پاکستان کے خلاف تھیں۔

(آزاد لاہور ۴ جولائی ۱۹۴۸ء)

پولیس کی دراز دستیاں ۴

کچھ دنوں کی بات ہے کہ دن دہاڑے عین مال روڈ ایک پولیس کانسٹیبل اور پولیس افسر نے ایک طالب علم کو بُری طرح زدوکوب کیا تھا آج کل طالب علم مذکور ہسپتال میں زیر علاج ہے اور واقعہ کی تحقیقات ہو رہی ہے

کل پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی طرف سے پولیس کی اس زیادتی کے خلاف یوم احتجاج منایا گیا اس ضمن میں فیڈریشن کے زیر اہتمام طلبہ لاہور کا ایک عام جلسہ ہوا جس میں پولیس کے اس عنصر کے خلاف احتجاج کیا گیا جس نے پاکستان کے قیام کے بعد پیدا ہوئے حالات کے مطابق اپنے طرز عمل کو نہیں بدلا اور ابھی تک اپنے آپ کو

برطانوی حکومت کے دور میں محسوس کرتا ہے

پولیس کی سینہ زوری سے آج ہر شخص شاکی نظر آتا ہے اور دیہات سے خاص طور پر جو خبریں آ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیس کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ جو اس کے جی میں آئے کرے اور لوگوں پر جو ظلم چاہے ڈھائے یا ہمارے وزیراعظم کا یہ فرض نہیں کہ وہ اس صورت حال کی جلد اصلاح کریں اور عوام کو آزادی کی نعمت سے صحیح طور پر بہرہ مند ہونے کا موقع دیں۔ ورنہ لوگ ان کی حکومت سے بددل ہو جائیں گے اور آزادی کو بدتر از غلامی سمجھنے لگیں گے۔

اس میں شک نہیں جیسا کہ فیڈریشن نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ ہماری پولیس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نیک دل اور ایماندار ہیں اور وہ انتہائی طور پر قومی جذبے سے سرشار ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ پولیس میں ایسے لوگ بہت کم ہیں اور اسی وجہ سے پولیس بدنام ہے اور لوگ اس سے نالاں ہیں ضرورت ہے کہ اس عنصر کو پولیس میں زیادہ کیا جائے اور پولیس کو صحیح معنوں میں قومی زندگی کا محافظ اور خادم بنایا جائے پنجاب پولیس اپنی بربریت کی وجہ سے عہد سابق میں بہت بدنام رہی ہے۔ کیا اچھا ہو اگر پاکستان بننے کے بعد ہماری پولیس بھی بدل جائے اور وہ اپنے آپ کو نئے زمانے کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لے۔

احسان لاہور ۱۹ جولائی ۱۹۴۸ء

پولیس کی دراز دستیاں ۵

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جھنگ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری مہر غلام فرید کیلانہ جنہیں ۳ رجولائی کو قانون امن عامہ کے تحت ایک ماہ کے لئے نظر بند کر دیا گیا تھا اور جن کی نظر بندی کے خلاف محترم مصطفےٰ ممتاز سالار مسلم نیشنل گارڈ جھنگ نے ہیبس کارپس کی درخواست پیش کی تھی۔ اس کی سماعت کل عدالت عالیہ لاہور کے جج ہمارنیلسن کریں گے۔ اور چوہدری ظہورالدین پال ایڈووکیٹ لاہور پیروی کریں گے معلوم ہوا ہے کہ کل جب پولیس مہر غلام فرید کو لاہور لانے کے لئے جھنگ اسٹیشن پر لائی تو مسلم لیگ کے کارکنوں کا ایک اجتماع ہو گیا۔ وہ چوہدری صاحب کے قریب آنا چاہتے تھے کہ پولیس نے زبردستی دھکیل کر پرے کر دیئے۔ مجمع نے غلام فرید زندہ باد کے نعرے لگائے اور یہ نعرے اس وقت تک جاری رہے تاوقتیکہ ریل گاڑی روانہ ہو گئی۔

(احسان لاہور ۲۰ رجولائی ۴۶ء)

مطلق العنان جمہوریت کی لعنت

مطلق العنان جمہوریت یقیناً آپ کو حیرت ہوگی اور آپ کہیں گے کہ اس اصطلاح میں تضاد فی الذات پایا جاتا ہے۔ ایک فرد واحد یا ایک مخصوص گروہ کا نظام راج مطلق العنانی کہلاتا ہے۔ اور جمہوریت ہوتی ہے عوام کی اپنی نمائندہ حکومت۔ بھلا ان دونوں

میں کیا تامل میں مطلق العنانی جمہوریت جیسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ کا اعتراض
بجا ہے واقعی اصولاً نہ کوئی ایسی حکومت ہو سکتی اور نہ ہونی چاہیئے لیکن عملاً ایسی حکومت
ہوئی ہے۔ ایسی ہے اور خود آپ کے صوبہ اور آپ کے ہمسایہ صوبہ سرحد میں آج کل
مطلق العنان جمہوریت ہی کا دور دورہ ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ کہ ان دونوں
صوبوں میں مکمل آرڈی نینس راج ہے۔ بس دوسرے الفاظ میں آرڈی نینس
راج کو مطلق العنان جمہوریت سمجھ لیجیئے گو آرڈی نینس کے لئے شاید یہ اصطلاح قدرے
نرم ہے۔ صاف گوئی کی اجازت ہو تو ٹھیٹھ اردو میں "گلا گھونٹ جمہوریت" کہنا
زیادہ موزوں ہوگا۔ کم و بیش کسی نہ کسی صورت میں ایسی نوعیت کی حکومت پاکستان
کے دوسرے صوبوں پر بھی مسلط ہے "ڈیفنس آف انڈیا رولز" کے شکنجہ میں اگر آپ کبھی
نہ آئے ہوں یا خضر جینکنز راج میں کبھی جیل کی ہوا نہ کھائی ہو اور پاکستان بن جانے
کے بعد ممدوٹ راج کے ہتھے نہ چڑھے ہوں تو سنیئے مطلق العنان جمہوریت کی
نمایاں برکات یہ ہیں کہ بغیر کسی وارنٹ کے پولیس کا ادنیٰ افسر آپ کو گرفتار کر سکتا
ہے اور ہتھکڑیاں پہنا کر سر بازار گھسیٹ سکتا ہے بغیر کسی عدالت کے اجازت نامہ کے
آپ کے گھر یا دفتر کی کسی وقت بھی تلاشی لی جا سکتی ہے اور بغیر کسی مقدمہ کے آپ
کو جتنے عرصہ بھی چاہے نظر بند کیا جا سکتا ہے حراست میں رکھا جا سکتا ہے اور جتنی
مدت کی مرضی ہو سزا دی جا سکتی ہے یا اگر مزاج انتشار میں آئے تو تمام اہل و عیال
سمیت کر کے صوبہ سے فوراً آپ کا اخراج کیا جا سکتا ہے بحیثیت ایک "آزاد" قوم
کے فرد کے آپ کن کن نوازشوں کے سزاوار ہیں وہ یہ ہے کہ کسی الزام کو ثابت کرنے
کی زحمت گوارا فرمائے بغیر حکومت تمام جلسے جلوسوں کو غیر قانونی قرار دے سکتی ہے

پانچ آدمیوں سے زائد کے اجتماع پر بھی پابندی لگا سکتی ہے لاٹھی لے کر چلنا یا عوام کے سامنے منہ کھولنا ممنوع قرار دے سکتی ہے اور جس سیاسی یا مذہبی جماعت کو چاہے، جتنی بے دردی سے کچل سکتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ہمیں معاف فرمایئے گا اگر آرڈی نینس راج کی مندرجہ بالا خوبیاں پڑھ کر آپ کو اپنی بے حسی پر غصہ آ گیا ہو یا اپنے ماحول سے نفرت ہو گئی ہو یقیناً ہر خود دار شخص ایسی شرمناک صورت حال سے جھلا اٹھے گا۔ لیکن ذرا ٹھہریئے ابھی آپ نے یہ تو سنا ہی نہیں کہ خصوصاً ہمارے صوبے میں ممدوٹ کی ناخدائی میں آرڈی نینس راج کی یہ "رحمتیں" کن اشخاص پر نازل ہوئی ہیں اخبارات اور دیگر ذرائع سے جو اطلاعات منظر عام پر آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آرڈی نینس کی بڑی کاری اور متواتر ضربیں مسلم لیگ کے پرانے کارکنوں پر پڑ رہی ہیں خصوصاً دیہاتوں میں تو بلا کسی وارنٹ یا مقدمہ کے اب تک سینکڑوں مسلم لیگی کارکنوں کو جیلوں میں ٹھونسا جا چکا ہے یہ کارکن تمام تر وہی ہیں جنہوں نے برسوں مسلم لیگ کے نصب العین کی خاطر دیہاتوں کی خاک چھانی ہے خضر جنکنز دور کا ظلم بھی جن کی کمر ہمت نہ توڑ سکا اور صرف جن کی بدولت ممدوٹ آج وہ ہیں جو وہ ہرگز نہ ہوتے اور جس کے وہ رتی برابر اہل ہیں نہ ذرہ برابر مستحق۔ قوم کے ان بدنصیب خادموں کا قصور لیس اتنا ہے کہ انہوں نے ممدوٹ کے آرڈی نینس راج کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ اور ممدوٹ وزارت کی مہلک کوتاہیوں کی طرف مظلوم عوام کی توجہ مبذول کرائی تھی یا دیہات میں پولیس کے اندھا دھند مظالم کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا تھا جہلم سے اٹک کے اس پار تک کے اضلاع میں پاکستان کمان کیچے ممدودوں کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے غریب دیہے لیس ہزاری بن

کی طرف سے ظالم و دولت مند خوانین یا سرمایہ داروں کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور پاکستان کے لاچار کسانوں کا جائز حق مانگا تھا۔ آرڈی نینس راج کا دوسرا منظور نظر طبقہ اصطلاح میں "کمیونسٹ" کہلاتا ہے یعنی ہر وہ شخص جو یہ کہے کہ ہماری قوم کے مزدوروں کو مناسب مزدوری ان کا پسینہ سوکھنے سے پہلے مل جانی چاہیئے۔ اور پاکستان کا اقتصادی نظام ایسا ہونا چاہیئے کہ مٹھی بھر امیروں کو لاکھوں روپیہ سالانہ بدہضمی کا علاج کرانے پر صرف کرنا نہ پڑے اور کروڑوں غریبوں کو دونوں وقت روٹی کے لیے ترسنا نہ پڑے تاکہ ہمارا پیارا وطن بہت جلد ایک مضبوط اور خوشحال ملک بن جائے ان "کمیونسٹوں" میں بیشتر وہ طالب علم یا فارغ التحصیل نوجوان شامل ہیں جنہوں نے گذشتہ انتخابات میں اپنی تعلیم و زندگی کے داؤ لگا کر مسلم لیگ کو ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے تک کانگرس جیسی منظم اور دولتمند جماعت کے مقابلہ میں لاثانی کامیابی دلائی تھی جنہوں نے دن رات کی جانفشانیوں کے بعد پاکستان کے تصور کو مسلم عوام کے دل و دماغ میں نقش کر دیا تھا۔ جن کی منظم کوششوں نے خضر کا تختہ اُلٹا تھا۔ سرحد و سلہٹ کا ریفرنڈم جیتا تھا! صرف جن کے بل بوتے پر کل کے زعمائے لیگ آج کے ارباب پاکستان بنے ہیں ظاہر ہے کہ نونہالان وطن کا یہ ہونہار طبقہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی ہی قوم کے اقتصادی حقوق اس بے دردی سے غصب ہوتے نہیں دیکھ سکتا لیکن اب تک ان میں سے جس نے بھی خدا کے لئے غریب کا حق مت چھینو" کی آواز اٹھائی ہے اسے "کمیونسٹ" کہہ کر جیل میں ٹھونس دیا گیا ہے مطلق العنان جمہوریت کا یہ کرم لیگی کارکنوں اور ترقی پسند طالب علموں تک ہی محدود نہیں ہے گو بے شک یہ دونوں خاص طور پر تختہ مشق بنے ہوئے ہیں

لیکن عوام بھی اس کی زد سے محفوظ نہیں ہیں۔ صوبہ کے کونے کونے سے اطلاعات آ رہی
ہیں کہ پبلک سیفٹی آرڈیننس کے نشے سے چور اعلیٰ و ادنیٰ افسران عموماً اور پولیس والے
خصوصاً دیہاتوں اور قصبوں میں من مانا راج کر رہے ہیں جس کی چاہتے ہیں پگڑی اچھال
دیتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں چور بنا دیتے ہیں بلا مبالغہ "سکھا شاہی" کا رنگ جما
ہوا ہے۔ اور تو اور اسی ہفتے کا واقعہ ہے کہ صوبے کے دار السلطنت "جنت نظیر"
لاہور میں دن دہاڑے اور کہیں بھی نہیں عین مال روڈ پر ایک کانسٹیبل اور ایک
انسپکٹر نے ایک نو عمر طالب علم کو معمولی سی بات پر مار مار کر ادھ موا کر دیا اور پولیس
کے ان درندوں "سورماؤں" کا ابھی تک بال بھی بیکا نہیں ہوا ہے۔ اضلاع کی خبروں
سے ظاہر ہوتا ہے کہ اتفاق سے اگر کوئی دیانت دار اور مخلص افسر صوبے کے عوام کو
آرڈیننس راج کی ان دولتوں سے مالا مال کرنے سے گریز کرتے ہیں تو ممدوٹ کے حواری
ایم ایل اے اس کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں ضلع سے اس کا تبادلہ کرا دیتے ہیں اور
کبھی کبھی تو سربازار مرمت بھی کر ڈالتے ہیں مطلق العنان جمہوریت کی ان ستم رانیوں
کا شعوری احساس اب کافی لوگوں کو ہو چکا ہے۔ ان کا تلخ تجربہ بہت سے محبانِ وطن
کو ہو چکا ہے اور دن بدن صوبہ کے عوام پر ان کی گرفت سخت سے سخت تر اور
سلوک ذلیل سے ذلیل تر ہوتا جا رہا ہے

آرڈیننس راج کے جواز میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ "پاکستان ابھی ایک
بہت نازک اور ہنگامی دور سے گذر رہا ہے۔ لہٰذا غداروں اور تخریب پسندوں کی سرکوبی
کے لئے حکومت کے پاس غیر معمولی اختیارات ہونے لازمی ہیں۔ جہاں تک ابھی ہمارے
ملک کے "ایک بہت نازک اور ہنگامی" دور میں ہونے کا تعلق ہے ہمیں چنداں اختلاف

ہیں۔ گو ہمارے اہل الرائے طبقہ کو قدرے شک ہو چلا ہے کہ موجودہ دور کی بہت تلک اور ہنگامی حالت کسی حد تک کہیں خود ارباب اقتدار کی اپنی اختراع تو نہیں ہے۔ تا کہ ملک کے نئے جمہوری آئین کی جلد تکمیل اور نئے انتخابات کا مطالبہ دبا دیا جائے جہاں تک "غداروں اور تخریب پسندوں" کی سرکوبی کا تعلق ہے۔ ساری کی ساری قوم حکومت کے ساتھ ہے اور صرف سرکوبی ہی نہیں بلکہ یہ چاہتی ہے کہ ان کی مکمل بیخ کنی کی جائے لیکن جس انداز میں اور جن اشخاص کے خلاف ہماری حکومت نے پبلک سیفٹی آرڈی نینس کا جب بھی استعمال کیا اس سے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ "غدار و تخریب پسند" کے معنی ہیں ہر وہ شخص جو موجودہ ارباب حکومت کے شخصی اقتدار اور طبقاتی مفاد کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کر دے اور عوام کے جائز حقوق کی خاطر سینہ تان کر کھڑا ہو جائے چونکہ ہمارے یہاں جو لوگ جیلوں میں ٹھونسے گئے ہیں وہ یا تو مسلم لیگ کے پرانے کارکن ہیں جن کا قصور یہ ہے کہ بے زبان دیہاتی عوام کے نام پر انہوں نے موجودہ وزارت کے خلاف آواز اٹھائی تھی یا وہ مخلص نوجوان ہیں جنہوں نے مفلس مزدور کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی تھی نامعلوم ان میں سے کسے ہماری حکومت غدار تصور کرتی ہے اور کسے تخریب پسند؟ شاید پرانے لیگی کارکن "غدار" ہوں اور مخلص نوجوان "تخریب پسند"۔ کہیں کسی مسخرے نے ممدوٹ اور پاکستان کے نئے دستور سازوں کو یہ یقین تو نہیں دلا دیا ہے کہ حضور آپ کا اقتدار اور پاکستان کا وجود ایک دوسرے کے مترادف ہیں اگر آپ کی حکومت ختم ہو گئی تو پاکستان بھی ختم ہو جائیگا!!

ہمیں یہ خبر پڑھکر بڑی مسرت ہوئی ہے کہ اس مہینے کی ۱۶ تاریخ کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن صوبے بھر میں آرڈی نینس اور پولیس مظالم کے خلاف یوم احتجاج منائے گی۔

فیڈریشن کے صدر ڈاکٹر ضیاء الاسلام صاحب اور ان کے رفقاء نے کار کو ہم صرف اتنا یاد دلانا چاہتے ہیں کہ آپ پاکستان کا پیغام لے کر عوام کے سامنے گئے تھے۔ اور آپ ہی نے عوامی جمہوریت اور اقتصادی مساوات کا وعدہ دے کر ان سے قربانیاں لی تھیں وہ وعدے ابھی تک تشنہ تکمیل ہیں اور وہ قربانیاں اگر یوں ہی رائیگاں گئیں تو قوم اور تاریخ کے سامنے آپ اور صرف آپ ہی جواب دہ ہوں گے۔

طاقت لاہور ۱۵ جولائی

سرحد میں خبروں پہ سنسر

صوبہ سرحد کی حکومت نے خبروں پر سنسر کے سلسلے میں جو تردیدی اعلان کیا ہے۔ وہ مبالغہ آمیز ہے۔

ٹیلی گراف والوں کو ہدایت ہے کہ اگر کوئی (CATASTROPHIC) خبر آئے تو وہ سنسر کرائے بغیر بھیجی جائے۔ اور میری معلومات یہ ہیں کہ اس کے ماتحت بعض خبریں سنسر کی گئیں۔

پبلک سیفٹی ایکٹ

(از ماپکستانی)

کچھ دنوں سے سن رہا ہوں میں تری شہرت کے ڈھول
تو سراپا گوش بن جا کھولتا ہوں تیرے پول

تو اتو مکروہات کی آغوش میں پیدا ہوا
یعنی یہ کہ تو فرنگی باپ کا بیٹا ہوا

تیرا ظاہر جز خرافات جہاں کچھ بھی نہیں
تیرے باطن میں اجالوں کے نشاں کچھ بھی نہیں

خواہ مخواہ کیوں چاٹنے کو ہے تو انساں کا دماغ
دیکھ بجھنے کو ہے تیری زندگانی کا چراغ

تیرے دروازے پہ شاید کوئی سائل ہو تو ہو
تیرے تانوں پہ کوئی بزدل ہی مائل ہو تو ہو

تو سمجھتا ہے کہ تیرے گھر کی رونق ہے جواں
تو سمجھتا ہے کہ تیرے گھر کا سکہ ہے رواں

تو سمجھتا ہے کہ تیرے رعب میں ہیں یہ عوام
تو سمجھتا ہے کہ جس کے منہ میں چاہوں دوں لگام

مانتا ہوں تیرے ترکش میں ہے اک ناکارہ تیر

لیکن آخر کتنی آہوں کو کرے گا تو اسیر
یاد رکھ! یہ تیری جرأت خود رُلائے گی تجھے
موت کی آغوش میں اک دن سلائیگی تجھے
جب یہ نقشہ ایک دن آئے گا تیرے سامنے
پھوٹ کر روئے گا دوڑے گا کلیجے تھامنے
سننے والا ایک بھی تیرا نہیں ہوگا کوئی!
تیری فریادوں پہ ہوگی عبرتوں کی بے لبسی

(روزنامہ احسان لاہور ۷ اگست ۱۹۴۸ء)

کوثر و تسنیم کی بندش

کچھ دنوں سے یہ افواہیں گرم تھیں کہ کوثر و تسنیم کی روانی حکومت کے نزدیک خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ حکومت کو اندیشہ لاحق ہوا کہ کوثر و تسنیم حکومت کے پرانے بند توڑ ڈالیں گے، اس خدشہ کے پیش نظر سیفٹی ایکٹ حرکت میں آیا اور کوثر و تسنیم کو چھ ۶ ماہ کے لئے بندش کا نوٹس دیا گیا۔ دیگر اخبارات کو بھی ایک اعلان کے ذریعہ متنبہ کر دیا گیا ہے کہ وہ احتیاط سے کام لیں۔ سرکاری اعلان کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) کچھ مدت سے صوبے کے بعض اخبارات میں سٹیٹ کے خلاف خطرناک لائنوں پہ پراپیگنڈا جاری ہے

(۲) اس پراپیگنڈے کا مدعا یہ ہے کہ پاکستان کے نہایت اہم قومی مقاصد کو نقصان پہنچایا جائے۔ ان مقاصد میں یہ امر بھی شامل ہے کہ مسلمانان کشمیر کو مدد دے کر مناسب حالات میں آزادانہ رائے عامہ کے ذریعے سے ریاست کے الحاق کا فیصلہ کرایا جا سکے

(۳) اس پراپیگنڈے کا مزید مدعا یہ ہے۔ کہ عام لوگوں میں پاکستان اور اس کے لیڈروں بالخصوص قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف بےاطمینانی اور غداری پھیلائی جائے اور عوام میں انتشار و پریشانی پیدا کی جائے بلکہ سٹیٹ کے آئندہ بچاؤ کا سب سے بڑا سہارا یہ ہے کہ قوم میں نظم و اتحاد موجود رہے

(۴) ان حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کے بعد حکومت اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ پاکستان کے بہترین مقاصد کی خاطر ایسی تمام کوششوں کو سختی سے دبا دیا جائے جو سٹیٹ کے تحفظ کو نقصان پہنچانے کی موجب ہیں۔ لہذا روزنامہ تسنیم اور ہفتہ میں دو بار چھپنے والے "کوثر" کو پنجاب پبلک سیفٹی و قانون حفاظت عامہ پنجاب) کے ماتحت چھ ماہ کے لئے بند کیا جاتا ہے

(۵) آخر میں انتباہ کیا گیا ہے کہ مصدقہ واقعات کی بنا پر جائز نکتہ چینی کو روکنا منظور نہیں، لیکن سرکاری ملازموں کے خلاف جھوٹے اور بے سروپا الزامات کی اشاعت کو سختی سے روکا جائے گا۔

جہاں تک پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کا تعلق ہے احرار نے

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے بہت پہلے حکومت الہیہ کا نعرہ لگایا اور آج بھی اس نیک ارادے سے میدان عمل میں گامزن ہیں، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اس سلسلہ میں بیش بہا خدمت کی ہے، ہمیں ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف ہے جہاں تک دوسرے الزامات کا تعلق ہے مولانا مودودی نے ذمہ دارانہ حیثیت سے بیان دیا ہے، جو درج ذیل ہے۔

"حکومت نے چھ ماہ کے لئے کوثر و تسنیم کی اشاعت بند کر دی ہے یہ اقدام غیر منصفانہ بھی ہے اور ناعاقبت اندیشانہ بھی، کہ جو غلط مشورے حکومت کو کچھ عرصہ سے دیئے جا رہے تھے بالآخر قبول کر لئے گئے کوثر اور تسنیم ایک ایسی اصلاحی تحریک کے ترجمان ہیں جو جائز اور معقول ذرائع سے رائے عامہ کو ہموار کر کے ملک کے سیاسی، تمدنی، معاشی اور اخلاقی حالات کو اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق درست کرنا چاہتی ہے، ان دونوں اخباروں کا لہجہ اور تنقید کسی اخلاقی معیار کے لحاظ سے ایسا نہ تھا، کہ اس پر اعتراض کیا جا سکتا، انہوں نے ملک کے حالات اور حکومت کے انتظام پر تنقید ضرور کی ہے لیکن وہ ہرگز تخریبی تنقید کی تعریف میں نہیں آتی، وہ ایجابی طور پر اپنا ایک اصلاحی نظریہ رکھتے ہیں اور اس کے حق میں رائے عامہ کو تیار کرنا چاہتے ہیں، اگر پاکستان ایک جمہوری ملک ہے اور پاکستان کی حکومت کسی ایک پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسی تنقید کو برداشت نہ کیا جائے۔"

حکومت اپنے فعل کی خود ذمہ دار ہے، مگر ہمیں یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ حکومت تنہا ذمہ داری کی بجائے مشترکہ ذمہ داری کی پالیسی اختیار کی ہے اگر کشمیر کے

متعلق مولانا کے جس فقرے کو غلط رنگ دیکر اچھالا گیا! اس کی تمام تر ذمہ داری
ان اخبارات پر ہے جو ایک معمولی سی بات کو لے اُڑے ورنہ کسے معلوم تھا کہ
پرائیویٹ صحبت میں مولانا سے کس نے کیا سوال کیا؟ اور مولانا نے کیا جواب دیا؟
نہ اتنا ہنگامہ کا سامان ہی کیا جاتا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کون ہیں، اندرون ملک
بھی جس خلوص اور جوش سے کشمیر کے لئے تگ و دو ہو رہی ہے، ان لوگوں کو کہاں
فرصت کہ وہ مولانا سے فتوے پوچھتے پھریں کہ وہ کشمیر کے بارے میں کیا ارشاد
فرماتے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک معمولی سی بات کو رائی کا پہاڑ بنا کر کھڑا کر دیا گیا، ہم اب
بھی حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جبر سے کام نہ لے اور حوصلہ مندی
کا ثبوت دے۔ اگر حکومت مولانا کی تحریر کشمیر کے لئے قابل اعتراض سمجھتی تھی تو وہ
اس بارے میں مولانا کو تنبیہ کر سکتی تھی، معاملہ یہیں ختم ہو جانا چاہیے تھا، حکومت
کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ بیگانی تہمتیں اپنے پلے باندھتی پھرے، کل کوثر و تسنیم
بند ہوئے آج مظاہر آغا کے متعلق حکومت نے وہی چھ مہینے کی بندش کا حکم
صادر فرما دیا، حکومت چاہتی ہے کہ کوئی اخبار سرکاری افسروں پر تنقید نہ کرے
حالانکہ یہ بھی ارشاد ہے کہ جائز تنقید اور نکتہ چینی کا حق حاصل ہے اب یہ فیصلہ
کون کرے کہ جائز تنقید اور نکتہ چینی کی حد کیا ہے، یہ سرکاری افسر فرشتے نہیں
معصوم عن الخطا نہیں، ان سرکاری افسروں میں بعض تو ایسے فرعون بے سامان
ہوتے ہیں کہ جو وزارت کو بھی صلواتیں سناتے ہیں اور قائد اعظم کی بھی پروا نہیں کرتے"
انہیں ذرا ڈھیل دے دی جائے تو یہ سارا نظام ہی درہم برہم کر دیں۔ آخر اخبار پر
کس منطق کی رو سے یہ اخبار ہی تو ہیں جو قوموں میں زندگی اور شعور پیدا

کرتے ہیں، انہیں گلا دیا دیا گیا تو قوم اندھی، گونگی اور بہری ہو جائیگی، ہم پھر عرض کریں گے کہ حکومت کو حوصلہ مندی، تحمل اور بردباری کا ثبوت دینا چاہیئے کوثر، تسنیم اور آغاز سے یہ پابندیاں ہٹا لینی چاہئیں

آزاد لاہور ۲۲ر اگست ۴۸ء

اخبارات پر عتاب

آج سے کچھ عرصہ پہلے جب مغربی پنجاب کی حکومت نے روزنامہ "آغاز" پر مقدمہ چلانے کا ارادہ کیا تھا تو ہم نے حکومت کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن خدا جانے کیا اسباب پیش آئے کہ حکومت نے اس معاملے میں اپنی رائے بدل دی اور یہ فیصلہ کر لیا کہ پنجاب سیفٹی ایکٹ کے ماتحت کوثر، تسنیم اور آغاز کی اشاعت چھ چھ مہینے کے لئے بند کر دی جائے۔

کوثر اور تسنیم کی اشاعت بند کرنے کا حکم پرسوں دیا گیا تھا۔ آغاز کے خلاف کل حکم جاری کیا گیا ہے۔ کوثر اور تسنیم کی اشاعت بند کرنے کے سلسلے میں جو حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ ایک بیان بھی جاری کیا گیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے۔ کہ کچھ عرصے سے صوبے کے بعض اخباروں میں سٹیٹ کے خلاف نہایت خطرناک پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ پاکستان اور اس کے لیڈروں بالخصوص قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف بے اطمینانی پھیلائی جائے۔ بیان کے آخر میں اخبارات کو تنبیہ کی گئی ہے کہ سرکاری ملازموں کے خلاف جھوٹے اور بے سروپا الزامات کی اشاعت

سے احتراز کیا جائے اس قسم کے الزامات کی اشاعت کو سختی سے روک دیا جائے گا ــــ :

اگر کوئی اخبار سٹیٹ کے خلاف پراپیگنڈا کرتا ہے یا اس کی سرگرمیوں سے پاکستان کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو حکومت کو اس کے خلاف ضرور کاروائی کرنی چاہیئے لیکن ہمارے خیال میں اخبارات کی تادیب و تنبیہ کا جو طریقہ حکومت نے اختیار کیا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں۔ پریس ایڈوائزری کمیٹی کے نام سے اخبار نویسوں کی ایک مجلس صوبہ میں موجود ہے یہ معاملہ پہلے اس مجلس کے سامنے آنا چاہیئے تھا۔ اور اس کے مشورے سے ان اخبارات کے خلاف کوئی کاروائی کرنی چاہیئے تھی لیکن ہماری اطلاع کے مطابق پریس ایڈوائزری کمیٹی سے اس معاملہ میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا۔ اور اوپر ہی اوپر ہی بندش کے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں ان اخبارات پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے اور ان کے جرائم دنیا کے سامنے لانے کی بجائے سیفٹی ایکٹ کا سہارا لیا گیا ہے اور حکومت اچھی طرح جانتی ہے کہ جن لوگوں کے خلاف سیفٹی ایکٹ کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے خواہ ان کا جرم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔ عوام کو ان سے ایک گونہ ہمدردی ہو جاتی ہے

حکومت نے اس سلسلے میں جو بیان جاری کیا ہے اس میں کشمیر کی موجودہ جدوجہد کا ذکر بھی آیا ہے لیکن اگر تسنیم اور کوثر کا جرم یہی ہے کہ انہوں نے مسئلہ جہاد کے متعلق مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے خیالات کی اشاعت میں نہایت سرگرمی کا ثبوت دیا ہے تو اس طرح ان دونوں اخبارات نے کشمیر کی جدوجہد کو نہیں بلکہ جماعت اسلامی کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ پچھلے چند دنوں میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

کہ بعض پرانے معتقدین نے بھی مسئلہ جہاد کے متعلق ان کے خیالات سن کے ان
سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور اس طرح مولانا مودودی کے وقار اور جماعت
اسلامی کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کو ہی نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ "تسنیم" اور "کوثر"
کی اشاعت پر بھی بہت برا اثر پڑا ہے ایسی حالت میں یہی قرین مصلحت تھا کہ
تسنیم اور کوثر کو تنبیہ کر کے اپنے حال پہ چھوڑ دیا جاتا۔ عامۃ المسلمین تسنیم اور کوثر کو
اُن کے مضامین خصوصاً مسئلہ جہاد کے سلسلے میں مولانا مودودی کے فتوی
کی صحت پر اصرار کے باعث پسند نہیں کرتے تھے اور عام رائے یہی تھی کہ اس موقعہ
پر اس قسم کے تنازعے نکالنا فتنہ انگیزی ہے لیکن حکومت نے اُن پر ہاتھ ڈال کے
انہیں عوام کی نظروں میں مظلوم بنا دیا ہے

جہاں تک سٹیٹ کی وفاداری کا تعلق ہے ہم اس بات کے پرزور حامی ہیں کہ جو فرد
یا ادارہ سٹیٹ کی وفا کے دائرے سے قدم باہر نکالے۔ اس کے خلاف کھلی عدالت میں
مقدمہ چلایا جائے اور اگر جرم ثابت ہو جائے تو قانون کے مطابق اسے جو بڑی سے بڑی
سزا دی جا سکتی ہے ضرور دی جائے۔ اگر تسنیم کوثر اور آغاز نے اس قسم کے جرائم
کا ارتکاب کیا ہے تو ان پر عدالت میں مقدمہ چلا کے انہیں ضرور سزا دینی چاہیئے۔
لیکن ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ اخبارات میں سرکاری ملازمین کی بدعنوانیوں کا
ذکر کرنا بھی اسی نوعیت کا کوئی جرم ہے ہم پاکستان کی ریاست کے وفادار فرد ہیں
اور اس کے دائرہ وفاداری سے اعراض و انحراف کو جرم سمجھتے ہیں لیکن اگر اخبارات
—— ہر اس خائن فرض ناشناس۔ اقربا پرور اور رشوت خور شخص کی فرمانبرداری
اور اطاعت کو اپنا دینی فرض قرار دے لیں۔ جو خوش قسمتی سے کسی اونچے عہدہ پر جا

پہنچاہے اور اس کی بدعنوانیوں سے کوئی تعرض مناسب نہ سمجھیں تو یہ پاکستان کے مفاد سے غداری ہوگی۔

(امروز لاہور ۲۷ر اگست ۱۹۴۸ء)

غلام محمد خاں کا بیان

صوبہ سرحد کے مشہور مسلم لیگی رہنما خان غلام محمد خاں نے یونائیٹڈ پریس کے نمائندے سے ملاقات کے دوران میں کہا کہ ان کو خاں عبدالغفار خاں سے گذشتہ دس سال میں ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اور ان کے خاں موصوف سے ہمیشہ شدید سیاسی اختلافات رہے ہیں لیکن اس وقت خاں عبدالغفار خاں کی اس فرانٹیر کرائمز ریگولیشنز کے تحت گرفتاری سے جس کے خلاف پٹھان ۵۰ برس تک جدوجہد کرتے رہے متفق نہیں ہیں اور کہ ان کی رائے میں خاں موصوف کیخلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلنا چاہیئے تھا۔ پنڈت نہرو کے حالیہ بیان پر کہ جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان جھوٹ پر تعمیر ہوا۔ اور دھوکہ بازیوں پر پروان چڑھا خاں غلام محمد نے کہا کہ یہ باتیں نہرو کی عادت کے مطابق محض جذبات پر مبنی ہیں اور اس لئے ناقابل توجہ ہیں کشمیر کمیشن کو ہر دو حکومتوں کے لئے منظر بتاتے ہوئے آپ نے ہندوستان کو مشورہ دیا کہ وہ کشمیر پاکستان کے حوالے کردے۔ حیدرآباد کی پرزور حمایت کرتے ہوئے آپ نے اسلامی ممالک اور خصوصاً پاکستان سے اپیل کی کہ حیدرآباد کو بچانے کی فوری کارروائی کی جائے۔

(سفینہ لاہور ۱۶ر جولائی ۱۹۴۸ء)

سویرا، ادب لطیف اور نقوش

یہ خبر ہر شخص کے لئے حیرت انگیز اور ناگوار ہوگی کہ حکومت مغربی پنجاب نے لاہور کے مشہور ترین اور بلند پایہ ادبی رسائل "ادب لطیف" اور "نقوش" اور ایک دو ماہی سلسلہ "سویرا" کی اشاعت بھی چھ ماہ کے لئے بند کر دی ہے۔ اور یہ بندش پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت عمل میں آئی ہے۔

"تسنیم اور کوثر" پر یہ اعتراض تھا۔ کہ وہ کشمیر کے معاملے میں مسلمانوں کے ہم آہنگ نہیں۔ قائداعظم کی قیادت پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور پاکستان کے اغراض و مقاصد کے منافی مضامین شائع کرتے ہیں۔ "آغاز" پر یہ الزام تھا۔ کہ وہ سرکاری افسروں کے خلاف بے تحقیق الزامات شائع کر دیتا ہے۔ اور ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیتا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ "سویرا" "ادب لطیف" اور "نقوش" نے کیا قصور کیا ہے وہ خالص ادبی رسالے ہیں جن کے مضامین سے حکومت کے کسی مقصد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی رسالے میں کوئی قابل اعتراض مضمون درج بھی ہو گیا تھا۔ تو اس کے خلاف قانونی کاروائی بآسانی ہو سکتی تھی۔ ادبی رسائل کو چھ چھ مہینے کے لئے بند کر دینا تو کسی حالت میں بھی مناسب نہ تھا۔

ہم وزیر اعظم پنجاب اور ان کے مشیروں سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ اس حکم کو فی الفور واپس لے لیں۔ جو کسی اعتبار سے بھی حق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا اور ہمیں یقین ہے۔ کہ حکومت کے حامی طبقے بھی اس حکم امتناعی کے

خلاف آواز بلند کریں گے۔ ہندوستان میں ہر عقیدے اور ہر خیال کے ادبی رسالے بے تکلف نکل رہے ہیں۔ ان میں کمیونسٹ بھی ہیں۔ ہندو سبھائی بھی ہیں۔ کانگرسی بھی ہیں۔ اور خالص علمی و ادبی بھی ہیں۔ لیکن وہاں ان کے خلاف اس قسم کا کوئی انتناعی حکم نہیں دیا گیا۔ پھر ہماری حکومت نے روشن خیالی اور رواداری کے دعوے کے باوجود یہ کیوں کر گوارہ کر لیا۔ کہ ادب اردو کی خدمت گذاری کو گزند پہنچے۔ یعنی وہ رسالے بند ہوں۔ جن کا پہلا اور آخری مقصد صرف خدمت ادب ہے۔ البتہ ان کی غلطیوں پر تنبیہہ کی جا سکتی ہے۔ غلطیوں پر اصرار کریں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(روزنامہ انقلاب لاہور ۵ ستمبر ۱۹۴۹ء)

پاکستان کے منہ پر طمانچہ

(۱) عبدالغفار خاں کی حق گوئی

(۲) " " " "

عبدالغفار خاں کی حق گوئی

کراچی ۵ مارچ - آج پاکستان پارلیمنٹ کے اجلاس میں وزیر خزانہ
نے پاکستان اور ہندوستان کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تک
حکومت پاکستان کی تجارتی پالیسی کے اعلان کا وقت نہیں آیا - لیکن
میں ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں - کہ حکومت پاکستان شروع ہی سے یہ
کوشش کرتی رہی ہے کہ دونوں حکومتوں میں گہرا اقتصادی تعلق پیدا
ہو جائے اور چونگی اور محصول کی رکاوٹیں پیدا نہ کرنی پڑیں کیوں کہ ان
سے دونوں کو نقصان پہنچے گا - لیکن ایک بات نہیں بھولنی چاہیئے
وہ یہ ہے کہ پاکستان اپنی صنعت کو ترقی دینا چاہتا ہے - وہ نہیں
چاہتا کہ اس کی شہرت یہیں تک محدود رہے کہ وہ ہندوستان کے
صنعتی کارخانوں کے لیئے مال بھیج رہا ہے - سوالوں کے وقت سردار
عبدالرب نشتر نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت
پاکستان کا منشا یہ ہے کہ پاکستان کی ہوائی سروسوں کے
لیئے پرائیویٹ اداروں کو موقعہ دیا جائے - مسٹر چندریگر وزیر تجارت
نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ انڈونیشیا میں کسی قسم کے تجارتی تعلقات
موجود نہیں ہیں - آج پارلیمنٹ میں مسٹر غلام محمد نے بکری ٹیکس کے
متعلق بل پیش کیا - اس کے بعد بجٹ کے مطالبات زیر بحث

شروع ہو گئی۔ مسٹر چکرورتی نے آبپاشی جہاز رانی اور بند بنانے کی مدمیں ایک روپیہ کی تخفیف کی تحریک پیش کی۔ آپ نے کہا کہ میں حکومت پر اعتراض کرنا نہیں چاہتا۔ میرا اصل منشا یہ ہے کہ چٹگام کی بندرگاہ کو ترقی دلانے کے لئے حکومت ضروری کوشش کرے۔ مسٹر حمید الحق چودھری نے بھی اپنی تقریر میں چٹگام اور مرانہ گنج کی بندرگاہوں کی توسیع پر زور دیا۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ پاکستان اور ہندوستان کے تجارتی تعلقات کی اصلاح ہو جائیگی اور دونوں ملکوں کو محصول لگانے کا جھگڑا شروع نہیں کرنا پڑے گا۔ سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ میں نے جنوری میں مشرقی پاکستان کا دورہ کیا تھا۔ میں نے پورٹ کمشنروں اور ریلوے افسروں سے ملاقات کی تھی اور بندرگاہ چٹگام کی توسیع کا انتظام کیا تھا۔ اب پہلے کی نسبت اس بندرگاہ سے تین گنا زیادہ مال باہر بھیجا جا سکتا ہے۔ کسی دوسری بندرگاہ کی توسیع کی طرف بھی توجہ کی جائے گی۔ سردار عبدالرب نشتر کے یقین دلانے پر مسٹر چکرورتی نے اپنی تحریک واپس لے لی اور اصل مطالبۂ زر منظور ہو گیا۔ اس کے بعد عام انتظام کی مد پر بحث شروع ہوئی جس پر خاں عبدالغفار خاں نے بھی تقریر کی۔

کراچی ۵ رمارچ۔ خاں عبدالغفار نے ۳۵ منٹ تک اردو میں تقریر کی۔ آپ نے آرڈی ننسوں کا ذکر کیا اور کہا کہ جبری حکومت کی عمر تھوڑی ہوتی ہے اور وہ منتشر ہوتی ہے۔ اگر آپ قوت استعمال کرینگے تو لوگ

آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ آپ نے کہا کہ مجھ پر الزام عاید کیا جاتا ہے کہ میں پٹھانی صوبہ دار تعصب پیدا کرنے کے درپے ہوں۔ مگر پٹھان تو صوبہ دار ذہنیت کو جانتے ہی نہیں آپ نے پوچھا کہ سندھ بنگال اور پنجاب میں کس نے صوبہ دار پروپیگنڈا کیا ہے۔ اس پر مسٹر غضنفر علی خاں نے کہا ہمارا عقیدہ صوبہ دار نہیں بلکہ پاکستان کے متعلق ہے۔ خان عبدالغفار خاں نے کہا سوائے پنجابیوں کے صوبہ دار ذہنیت کی تبلیغ اور کس نے کی ہے (قہقہہ) آپ نے پٹھانستان کے مطالبے کے متعلق کہا ہم پاکستان کے اندر خود مختار پٹھانستان کے خواہاں ہیں۔ ہم آپ سے وہی چیز مانگتے ہیں جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ڈیورنڈ لائن سے مشرق کی طرف کے تمام پٹھان ایک ہو جائیں آپ نے غیر فرقہ دار جماعتوں کے قیام کی ضرورت کا اظہار کیا۔ صوبہ سرحد کی سیاسیات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا ہمیں دعوت دی جاتی ہے کہ آؤ مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ ہم کہتے ہیں پاکستان حاصل کر لینے کے بعد مسلم لیگ کا کام اور فرض پورا ہو گیا ہے مسٹر غضنفر علی خاں نے اس موقع پر کہا مگر پاکستان کے استحکام کا کام ابھی باقی ہے مسٹر حسین شہید سہروردی نے اردو میں اس کا جواب دیا۔ "مگر مسلم لیگ کے ذریعے نہیں"۔ خان عبدالغفار خان نے کہا پاکستان قائم ہو چکا ہے۔ مملکت پاکستان کی طاقت کو معراج پر پہنچانے کے لیے ہمیں کام کرنا چاہیئے؟ پاکستان افلاس زدہ ملک ہے اس کی حکومت کو سرمایہ داروں کے مفاد پر کیوں چلایا جائے ہم غریبوں

پر کیوں ٹیکس لگائے جائیں؟ آپ نے حضرت علیؓ اور خلفائے اسلام کی حکومتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا "طریقہ موجود ہے مگر ہمیں قربانی کرنی پڑے گی۔ جب تک ہم رواداری کے اصولوں پر کاربند نہ ہوں گے۔ پاکستان کی عظمت قائم نہیں کر سکتے۔ آپ نے کہا۔ پاکستان میں اقتصادی اور سیاسی اسلامی مساوات پر کاربند ہونا ایک لازمی امر ہے۔ آپ لوگ عوام کے خادم ہیں۔ آخر پاکستان کس کا ہے۔ یہ غریبوں کا ملک ہے۔ ہمیں غریبوں کی سی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ ہمیں دولت مندوں اور انگریزوں کی طرح نہ رہنا چاہیئے نہ ان کی طرح حکومت کرنی چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں پاکستان آزاد رہے اور مضبوط ہو۔ پاکستان تمام پاکستانیوں کے لئے ہو اور پاکستان کی حکومت عوام کے ہاتھوں میں ہو۔ پاکستان ٹیکنیکل ماہرین کو باہر سے منگوا سکتا ہے۔ مگر خارجی حکام کو ہرگز نہیں منگوانا چاہیئے۔ حکومت پاکستان عوام کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ انگریزوں سے یہاں رہنے کی درخواست کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ انگریزوں کی مزید تعداد بھی آ رہی ہے۔ یہ امر پاکستان کے مفاد کے منافی ہے۔ خان عبدالغفار خاں نے کہا میرا مقصد حکومت پر اعتراض کرنا نہیں بلکہ ان غلط فہمیوں کو رفع کرنا چاہتا ہوں جو میرے اور میرے ساتھیوں کے متعلق پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ نے کہا۔ مجھ اور میرے ساتھیوں پر یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ ہم پاکستان کو تقسیم اور برباد کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس

کی سخت تردید کرتا ہوں۔ آپ نے کہا میں اور میرے ساتھی ہندوستان کی تقسیم کے مخالف تھے۔ یہ تقسیم اب حقیقت بن چکی ہے اور قصہ ختم ہو چکا ہے۔ آپ نے کہا میں ایک عملی انسان ہوں (آپ نے آخری الفاظ انگریزی میں کہے۔ پریکٹیکل مین) میں نے اپنے ملک کی خدمت کی ہے۔ خدائی خدمتگاروں کی تحریک اجتماعی تحریک تھی۔ انگریزوں نے اس کو سیاسی تحریک بنا دیا۔ آپ نے ہاؤس کو یقین دلایا کہ میں علاقہ وار تقسیم اور صوبہ وار تعصب کے خلاف ہوں جو سخت نقصان رساں ہیں۔ وزارت پارٹی (مسلم لیگ) کی طرف رُخ پھیرتے ہوئے آپ نے کہا قومی مفاد میں میری قوم آپ کے ہمراہ ہے۔ میرے ریمارکس کو ایک دوست کے ریمارکس تصور کیا جائے جو پاکستان کی بہبود کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔

(احسان ۷، مارچ ۱۹۴۸ء)

عبدالغفار خاں کی خنق گوئی

ایبٹ آباد۔ ۱۰ جولائی۔ خاں عبدالغفار خاں کے مقدمہ کے متعلق حسب ذیل رپورٹ ملی ہے۔ گرفتاری کے بعد عبدالغفار خاں کو ڈپٹی کمشنر کوہاٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ حکومت کی طرف سے آپ کے خلاف بغاوت اور پاکستان کے خلاف فقیر ایپی کے ساتھ

مل کر سازش کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ عدالت نے آپ کو کہا کہ آپ ضمانت پر رہا کئے جا سکتے ہیں۔ عبدالغفار خاں نے کہا میں نے عمر بھر کسی کے آگے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ اور آیندہ بھی ایسا کرنے کا خیال نہیں" میں ملزم نہیں۔ میں نے عوامی آزادی کی آواز بلند کی ہے۔

(احسان لاہور ۱۲ر جولائی ۱۹۴۸ء)

پاکستان کی غذائی حالت

(۱)۔ پشاور میں غذا کی قلت

(۲)۔ ملتان میں ایک روپیہ سیر برف

(۳)۔ انسانوں کے تاجر

(۴)۔ پاکستان کی غذائی دقتیں

پشاور میں غذائی قلت

صوبہ سرحد کی حکومت نے ایک بیان میں اس خبر کی تردید کی ہے کہ پشاور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ خان عبدالغفار خاں یا ان کی پارٹی کو دبانے کے لئے ہوا تھا۔ اصل میں یہ حکم ان لوگوں کے خلاف تھا جو غذائی قلت کو سیاسی مقصد کے لئے استعمال کر کے مظاہرے منظم کرنا چاہتے تھے۔

سرخپوش لیڈر خان عبدالغفار خاں نے پچھلے دنوں کراچی میں کہا تھا کہ میرے ہفت روزہ اخبار "پختون" پر پابندی لگادی گئی ہے۔ میرے بیانات اور میری جماعت کی سرگرمیوں کو تاریکی میں رکھا گیا ہے اور صوبے میں سیاسی سنسر شپ اس کے لئے ذمہ دار ہے۔

صوبائی حکومت نے دعویٰ کیا ہے کہ جب سے موجودہ وزارت نے کام سنبھالا ہے کسی قسم کا کوئی سنسر نافذ نہیں تھا۔ اور خان عبدالغفار خاں کا کوئی بیان نہیں روکا گیا۔ (زمیندار لاہور)

ملتان میں ایک روپیہ سیر برف

برف فیکٹری کے چوبیس گھنٹے کام کرنے کے باوجود ملتان میں برف

کی قیمت ایک روپیہ سیر تک پہنچ چکی ہے۔ ڈپو ہولڈروں کو پانچ پیسہ سیر کے حساب سے برف ملتی ہے لیکن وہ پرچون خریداروں سے کھلم کھلا ایک روپیہ سیر وصول کر رہے ہیں۔

(آغاز لاہور [illegible])

انسانوں کے تاجر

آج لاہور میں آٹا نہیں ملتا۔ کئی ہوٹل بند ہو گئے۔ اور جو کھلے ہیں وہاں چاول بک رہے ہیں۔ اس خدشہ کے آثار پہلے ہی تھے کہ گندم کا قحط پڑنے والا ہے۔ ادھر محکمہ سول سپلائی نے گندم کے نرخ میں اضافہ کر دیا۔ ایک مشت ڈھائی روپے فی من بڑھا دیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پچھلے سال فصل اچھی نہیں ہوئی۔ غیر مسلم اپنی فصلوں کا بہت سا حصہ غارت کر گئے۔ مہاجرین کا بوجھ آ پڑا لیکن اول تو قیمت فروخت میں اضافہ ہمارے فہم سے باہر ہے۔ دوم جو لوگ یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ جب حکومت نے کاشتکار سے اسی گندم کو ساڑھے آٹھ روپے فی من کے حساب سے خرید کیا تھا تو اب ساڑھے چار روپے فی من منافع پر کیوں بیچا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت ہے کہ بڑے بڑے زمینداروں نے گندم کا ذخیرہ جمع کیا ہوا ہے اور وہ چور بازار سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں ایک طرف تو لوگ روز بروز مفلوک الحال ہوتے جاتے ہیں اور اب فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور دوسری طرف چند بڑے زمینداروں نے جو طبعاً حرام خور ہیں گندم کے ذخیرے منافع اندوزی کے لئے جمع کئے ہوئے ہیں بعض اضلاع کے

متعلق ہمیں ذاتی طور پر معلوم ہے کہ وہاں زمینداروں نے گندم جمع کر رکھی ہے اور حکام ان پر ہاتھ ڈالتے ہوئے اس لیے کنی کتراتے ہیں کہ یہی لوگ "گورنمنٹ" ہیں۔ اگر یہ واقعہ ہے اور جیسا کہ ہم دعوی سے کہہ رہے ہیں تو کیا صوبائی گورنمنٹ کا یہ فرض نہیں کہ ایسے لوگوں کے سٹاک پر قبضہ کر لے، شرم کی بات ہے کہ ہماری مملکت میں اب بھی ایسے انسانی تاجر موجود ہیں۔ جو کروڑوں بھوکوں کے مقابلے میں اپنی تجوریوں کو بھرنے کے لیے لوگوں کی متاع زندگی ختم کر دینے پر تلے ہوتے ہیں؟

(آزاد ۱۰ر فروری)

پاکستان کی غذائی دقتیں

اب یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ فسادات و انتقال آبادی کے باعث پاکستان عارضی طور پر غذائی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی پنجاب میں غذائی دقتیں سپلائی کی بدنظمی اور ذخیرہ بازی اور چور بازاری کے سبب سے بھی پیدا ہو گئی ہیں مگر عارضی طور پر ان چیزوں کا زیادہ مہیب شکل اور وسیع پیمانہ اختیار کر لینا بھی فسادات اور انتقال آبادی کا براہ راست نتیجہ ہے۔ چنانچہ جو عناصر بہت بڑے پیمانہ پر چور بازاری کرتے ہیں اور پاکستان کی خدمت کا جھوٹا جذبہ ظاہر کرتے ہیں وہی لوگ کنٹرول اور راشن کی منسوخی کا بھی مطالبہ کر دیتے ہیں۔ مشرقی بنگال، بلوچستان اور سرحد میں غذائی اشیا کی قلت کا پایا جانا اس قدر اہم نہیں ہے۔ واسی لئے کہ ان صوبوں میں ہمیشہ سے یہی صورت

حال رہی ہے) جتنا مغربی پنجاب میں غذائی قلت کا پیدا ہو جانا۔
ضلع ملتان کا راشن مجبوراً گھٹا دیا گیا ہے۔ اور وہاں غذائی صورت
صورت حال کے بد سے بدتر ہونے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ لائل پور۔
اور شیخوپورہ سے بھی اسی نوع کی اطلاعات آ رہی ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے
کہ اگر ان خطرناک رجحانات کو فوری طور پر رد کنے کی کوشش نہ کی گئی تو ۱۹۴۳ء
کے بنگالی قحط جیسی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔

(نوائے وقت لاہور)